عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث - 4

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب و کاوش: مجلس تحقیقات اسلامیہ

زیر نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 4519240-4540513-061 ☎

اللهم صل على محمد و على آل محمد
كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد و على آل محمد
كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم
انك حميد مجيد

لا اله الا الله
محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

نام کتاب.................. درس حدیث تاریخ اشاعت..................شوال ۱۴۲۶ھ
ناشر...... اِدارہ تالیفاتِ اَشرفیہ ملتان طباعت..............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے
ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BLI3NE.(U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم حضرات علماء کرام کی مشاورت اور احباب کی دعاؤں سے ''درس حدیث'' کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس جلد میں درج احادیث اور انکی تشریح مولانا ولی اللہ صدیقی مدظلہ کی تالیف ''توشہ آخرت'' سے استفادہ کرتے ہوئے ترتیب دی گئی ہیں جس میں سبق وار درس مرتب کر کے تقریباً ہر درس میں ''فکر آخرت پیدا کرنے والے واقعات'' کا عنوان قائم کر کے کیا گیا ہے۔ مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ کے رسالہ ''پچاس قصے'' سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے جو فکر آخرت کیلئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ مکمل جلد فکر آخرت اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات اور بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات کا مجموعہ ہے۔ ہر انسان کو اپنی موت کا یقینی علم ہے کہ اس نے وقت مقررہ پر اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہے لیکن ہر مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس یقین کے ساتھ ہم اس دنیا میں زندہ ہیں اسی یقین کے ساتھ آخرت میں بارگاہ رب العالمین میں پیش ہونا ہے ہر مسلمان میں یہ عقیدہ جس قدر پختہ ہے اسی قدر اسکی زندگی شریعت مطہرہ کی فطری تعلیمات سے مزین ہے اور جس شخص میں اس عقیدہ کی جس قدر کمزوری ہے وہ اسی قدر اس دنیا کی ناپیدار اشیاء میں الجھا ہوا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے'' اس حدیث کی تشریح میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے تو فکر آخرت کا عقیدہ ہر نیکی کیلئے محرک اور بنیاد ہے۔ آج ہم سب مسلمان اگر اپنی تمام صلاحیات وتوجہات کا مرکز ومحور فکر آخرت کو بنالیں تو اللہ رب العزت کی ذات عالیہ سے قوی امید ہے کہ اس کی برکت سے جہاں ہماری آخرت سنور جائیگی وہاں ہمارے تمام دنیوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن زندگیاں آج بھی ہمارے سامنے ہیں جن کے مطالعہ سے فکر آخرت اور اعمال صالحہ کا مبارک جذبہ بیدار کیا جا سکتا ہے۔ زیر نظر ''درس حدیث'' اسی فکر آخرت کے شعور کو جلا بخشنے کی ایک کڑی ہے۔ جسے اپنے گھر، مسجد مدرسہ اور احباب میں بآسانی سنا اور سنایا جا سکتا ہے اور یوں چراغ سے چراغ جلایا جائے تو ان شاء اللہ معاشرہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جگمگا اٹھے گا۔

ان شاء اللہ ''درس حدیث'' کا یہ مبارک سلسلہ ''درس قرآن'' کی طرح تیس جلدوں تک جائیگا جس کی ہر جلد عوام الناس کی بنیادی دینی ضروریات سے متعلق احادیث مبارکہ سے مزین ہونگی۔

بارگاہ رب العزت میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ پاک اس مجموعہ سے مستفید ہونے والے تمام احباب کو فکر آخرت کی دولت سے نوازیں اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وعافیت کا معاملہ فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شوال ۱۴۲۶ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیادی یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ شوال ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

انبیاء کرام علیہم السلام اور فکر آخرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ.

ترجمہ: ''اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام ہاتھوں والے اور آنکھوں والے (یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں) ہم نے امتیاز دیا ان کو ایک چنی ہوئی بات کا وہ یاد اس گھر کی (انبیاء کا امتیاز ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔'' یہ جملہ اس لئے بڑھا دیا کہ اہل غفلت کے کان ہوں کہ جب انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے تو ہم کس شمار میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جس نے اپنی تمام فکر ایک چیز یعنی فکر آخرت پر مرکوز کر دی تو حق تعالیٰ شانہ اس کی تمام ضرورتوں کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور جس کی یکسوئی کو دنیاوی بکھیڑوں نے الجھا کر رکھ دیا (جس میں لگ کر وہ یاد خدا اور فکر آخرت سے غافل ہو بیٹھا) تو حق تعالیٰ شانہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ دنیا کے کس کھوہ (وادی) میں جا مرے۔ (ترغیب)

الحاصل یہ تمام ارشادات ایک مومن کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اگلی زندگی سنوارنے اور سفر آخرت کے لئے زادِ راہ مہیا کرنے کی طرف متوجہ ہو کیونکہ ہر عقلمند آدمی یہی سوچتا ہے کہ جب تک وہ سفر کے لئے زاد راہ مہیا نہ کر لے اور سفر کی پریشانیوں اور صعوبتوں سے بچنے کے لئے خاطر خواہ احتیاطی تدابیر اختیار نہ کر لے آگے قدم بڑھانا ناعاقبت اندیشی ہے تو آخرت کا سفر جس میں ہر قدم پر ہزاروں مشکلات کا سامنا ہے اور ایک بالکل انجان، ویران، سنسان، تنگ و تاریک راستہ سے تن تنہا، بے یار و مددگار گذر کر جانا ہے اور ایک ایسی سرحدی چوکی سے پار ہونا ہے جہاں کے پہرے دار غِلاظ شِدَادٌ (تند خو اور زبردست) ہیں جو کبھی رورعایت کرنا جانتے ہی نہیں، نہ کسی پر رحم کرتے ہیں، نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکتا ہے۔ **لا یعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون** وہ حکم عدولی یا حکم کی تعمیل میں سستی و کاہلی جانتے ہی نہیں جو حکم ہو فوراً کر گزرتے ہیں تو ایسے پہرے داروں کے سوال و جواب اور چھان بین سے گزر کر جانے اور ایسے مشکل وقت کا سامنا کرنے کے لئے انسان ضعیف البنیان کو کس قدر تیاری کی ضرورت ہے۔ جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اور کہاں اچانک اس سفر پر لے جانے والا آ کر زبردستی چلنے پر مجبور کر دے کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت اس سفر سے روک نہیں سکتی اور نہ کوئی قوت اس سفر کی تیاری کے لئے ایک لمحے کی مہلت دلوا سکتی ہے۔

اس انتہائی دشوار گذار سفر کا سلامتی کے ساتھ طے کر لینا بس اسی کے لئے ممکن ہے جو خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کرے اور ان کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق اس سفر کی تیاری کر لے اور ان تمام احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لائے جن سے اس سفر کی مشکلات سے نجات کی یقین دہانی رب رحیم اور اس کے رسول رحمۃ للعالمین نے کرائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں بعض اوقات کوئی **صدقہ خیرات کرتا** ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس سے **میری نیت اللہ تعالیٰ** کی رضا جوئی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ **میری تعریف** وثنا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہو"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ بطور استدلال کے تلاوت فرمائی: "الا للہ الدین الخالص"

ہر شے میں نیک قصد کا ایک اعتبار ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: **حدیث** پاک میں دو جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں کہ اعمال **کا دارومدار** نیت پر ہے اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی نیت کرے۔ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اکثروں نے **کہا ہے** اور مستقل دوسرا مضمون بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ زیادہ **اچھا** ہے اور وہ یہ کہ آدمی کسی نیک کام میں جتنی نیتیں کرے **اللہ تعالیٰ** سب ہی کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

مثلاً مسجد کے جانے میں اعتکاف کی نیت، رب کریم کے گھر کی حاضری کی نیت، نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی نیت، آنکھ کان اور دیگر اعضاء کی معاصی سے حفاظت کی نیت، مسجد میں بیٹھ کر اللہ کے ذکر، تلاوت قرآن، فکر ومراقبہ اور محاسبہ نفس کی نیت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی نیت، تحصیل علم اور دوسروں کو تعلیم و نصیحت کی نیت، مسلمان بھائیوں سے ملاقات ان کی مزاج پرسی کی نیت، راستہ میں بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلانے کی نیت، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کی نیت اور بھی اس طرح کی بہت ساری نیتیں انسان کرسکتا ہے اور جتنے امور کی آدمی نیت کرے گا ان سب کا مستقل ثواب اسے ملے گا مالک کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں۔ (آپ بیتی باختصار وتغیر ج ۲)

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہر دم کھلے ہیں

اور امام غزالیؒ بھی فرماتے ہیں: "اسی طرح ہر عمل میں کئی نیتیں ہوسکتی ہیں جن کی بدولت گنتی کے چند عمل تمہارے حق میں ہزاروں نیکیاں بنیں گے۔ اور حضرات مقربین کے اعمال کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے۔" (تبلیغ دین)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

دین کا خلاصہ نیت کی درستگی

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات..... (بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''آپ بیتی'' میں اسی حدیث **"انما الاعمال بالنیات"** کے تحت اپنا اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کا یہ دلچسپ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ 10 بجے صبح کو میں اوپر اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا۔ مولوی نصیرؒ نے اوپر جا کر کہا کہ رئیس الاحرار آئے ہیں رائے پور جا رہے ہیں صرف مصافحہ کرنا ہے۔ میں نے کہا ''جلدی بلا دے'' مرحوم اوپر چڑھے اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا رائے پور جا رہا ہوں اور ایک سوال آپ سے کر کے جا رہا ہوں اور پرسوں صبح واپسی ہے اس کا جواب آپ سوچ رکھیں۔ واپسی میں جواب لوں گا۔ یہ تصوف کیا بلا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے مصافحہ کرتے کرتے یہ جواب دیا کہ صرف ''تصحیح نیت'' اس کے سوا کچھ نہیں۔ جس کی ابتدا ''انما الاعمال بالنیات'' سے ہوتی ہے اور انتہا **"ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ"** ہے۔ میرے اس جواب پر سکتے میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے دلی سے سوچتا ہوا آ رہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض کروں گا اور یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض۔ اس کو تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔

آگے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں:

حضوری گرہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ
متی تلق من تھوی دع الدنیا و اھملھا

اعمال اور قلوب پر بس ہے وہاں نظر

یعنی ''مقبولیت کا اصل دارومدار دل کے رخ کی صحت یعنی نیت کی درستی پر ہے۔ پس اگر کسی شخص کا عمل بظاہر اچھے سے اچھا ہو لیکن اس کا دل اخلاص سے خالی ہو اور اس کی نیت درست نہ ہو تو وہ عمل ہرگز مقبول نہ ہوگا۔'' (معارف الحدیث 323/2)

یعنی وہاں تو اخلاص، احتساب (ثواب کی امید لگانا) اور نیت صالحہ کی قدر و قیمت ہے کہ قربانی کے وقت خلوص نیت ہو اور محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا مطلوب ہو، فخر و ریاء، شہرت و نام آوری یا کوئی اور فاسد غرض شامل نہ ہو اور نہ ہی اسے ایک رسم ادا کرنے یا عادت اور معمول کے طور پر کرنا مقصود ہو۔

یہی حال تمام عبادتوں کا ہے کہ اگر اس کے ساتھ اخلاص و تقویٰ نہ ہو تو ان اعمال کا کوئی اعتبار نہیں، وہ ایک بے روح جسم اور بے مغز پھل سے زیادہ کارآمد نہیں۔ (تفسیر سعدی ۲۶۰/۳)

اور اس روز (اعمال و عقائد) کا وزن ہونا یقینی ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ تو کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

یعنی قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے عمل وزن کے

موافق لکھے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے اگر اخلاص و محبت سے شرعی حکم کے موافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریاء کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ ملیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نیت کی درستگی اور اخلاص کی برکت سے عمل کے وزن میں کمی زیادتی ہوتی ہے لہذا ایک مومن کو ایسے اسباب اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس کے اعمال زیادہ سے زیادہ بھاری اور وزنی ہو جائیں۔

اخلاص کی تعریف

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ صاحب فرماتے ہیں: اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار ہم سے راضی ہو، ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص نیت ہے، اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال و اخلاق اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضاء الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں۔ اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔'' (معارف الحدیث ۳۲۱/۲)

نیز امام غزالیؒ فرماتے ہیں: مگر عبادت کے اندر اخلاص کا حکم ہے لہذا یہاں عبادت کی نیت کے ساتھ اگر دوسرے مقصود کی کچھ بھی آمیزش ہوگی تو اخلاص باطل ہو جائے گا اور اگر وہ آمیزش غالب ہے اور قصد عبادت مغلوب ہے تو عبادت بالکل ہی باطل اور بیکار ہے۔ (تبلیغ دین)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مزے کی زندگی کیسے گزاروں حالانکہ صور والے فرشتے نے صور کو منہ میں لے رکھا ہے اور (اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی طرف) کان لگا رکھا ہے اور پیشانی جھکا رکھی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہو جائے میں فوراً صور پھونک دوں۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ صور فوراً پھونک دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ کب پھونک دیا جائے لہذا اس دنیا فانی میں مزے کرنا ان بندوں کے لئے بے جا اور نامناسب ہے جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں یہ دنیا ایک دم فنا ہوگی اور سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا، بندے کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ یہ بات بہت ہی بے جا ہے کہ مزے اڑاتے ہوئے دنیا کو چھوڑ کر عالم آخرت میں پہنچے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

تصحیح نیت سے متعلق بزرگوں کے اقوال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات..... (بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضرت امام فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ کو تم سے (حسنِ) نیت وارادہ کے علاوہ اور کچھ مطلوب نہیں۔

یحیٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں کہ نیت کرنا سیکھو کیونکہ یہ عمل سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

زید شامی کا قول ہے: مجھے یہ بہت محبوب ہے کہ ہر شے میں میری کوئی نیت ہو حتیٰ کہ کھانے پینے تک میں۔ نیز آپ کا ارشاد ہے ہر اچھی بات جو کرنا چاہو اس میں خیر کی نیت ضرور کر لیا کرو حتیٰ کہ قضائے حاجت کے لئے بھی۔ (جامع العلوم والحکم)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایک بہت مشہور مقولہ ہے جو سینکڑوں دفعہ سنا ہوگا کہ:

''اتباع سنت کے ساتھ اتباع کی نیت سے پاخانے میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔'' (آپ بیتی جلد۲)

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے دیکھا کہ حسن نیت میں تمام خیر جمع ہے اور اس کا خیر ہونا ہی تمہیں کافی ہے اگرچہ اس میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔''

داؤد فرماتے ہیں کہ نیکی کی جستجو ہی متقی کے عزم وہمت کی ابتداء ہے اور اگر اس کے تمام اعضاء سے دنیا چمٹ بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس کی نیت اسے اصل کی طرف ضرور لوٹا دے گی۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نیت کی اصلاح کے لئے جس قدر محنت اور کوشش کی ہے کسی اور بات کے لئے نہیں کی کیونکہ یہ بار بار میرے اوپر پلٹ آتی ہے۔

یوسف بن اسباطؒ فرماتے ہیں کہ نیت کا فساد سے خالص کرنا عمل کرنیوالوں پر مستقل مجاہدوں میں مشغول رہنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔

مطرف بن عبداللہ کا قول ہے کہ قلب کی اصلاح عمل کی اصلاح پر موقوف ہے اور عمل کی اصلاح نیت کی اصلاح پر۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک چھوٹے سے عمل کو نیت بہت بڑا بنا دیتی ہے۔ اور بسا اوقات بڑے عمل کو نیت نہایت چھوٹا اور حقیر بنا دیتی ہے۔

ابن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ عمل بغیر تین چیزوں کے درست نہیں ہوتا: (۱) اللہ تعالیٰ کا خوف (۲) حسن نیت (۳) صحیح طریقہ عمل اختیار کرنا۔ (جامع العلوم والحکم)

کذب کی حقیقت اور اس پر تنبیہ

حدیث پاک میں صدق کی تاکید کے ساتھ کذب سے بچنے کی بھی تاکید آئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں حق کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور جھوٹ میں داخل ہے۔ خواہ عقائد فاسدہ، شرک و کفر ہوں یا معاملات میں شہادت میں جھوٹ بولنا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کبیرہ گناہوں میں سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور عام باتوں میں جھوٹ بولنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لفظ "وقول الزور" کو بار بار فرمایا۔'' (معارف القرآن ۳۶۲/۶)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکے منافق کی علامتوں میں ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے (یعنی بات بات میں جھوٹ بولے) اور قرآن پاک میں منافقین کے عذاب الیم کا سبب انکے جھوٹ بولنے کو قرار دیا گیا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ۔ (بقرہ) ''اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔''

اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ان کا اصلی جرم تھا اسی بری عادت نے ان کو کفر و نفاق تک پہنچا دیا تھا۔ اس لئے جرم کی حیثیت اگرچہ کفر و نفاق کی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر ان سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جھوٹ بولنے کو بت پرستی کے ساتھ جوڑ کر اس طرح ارشاد فرمایا ہے: وَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرَ۔ (ج۳۰) ''بچو بت پرستی کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے سے''۔ (معارف القرآن۔۱/۱۲۹)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تہائی رات باقی رہ جاتی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ پہلا صور پھونکا جانے والا ہے اور اس کے بعد دوسرا پھونکا جائے گا۔ موت آ پہنچی اپنی سختیاں لے کر، موت آ پہنچی اپنی سختیاں لے کر (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ تم کیوں پڑے سو رہے ہو؟ تم تو آرام سے ایسے سوئے جیسے نہ مرنا ہے نہ حساب و کتاب سے واسطہ پڑنا ہے اٹھو! اٹھو! اللہ کو یاد کرو، موت سر پر کھڑی ہے اور تم سو رہے ہو

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اسلام کے پانچ بنیادی ستون

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔"

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے۔ پس کلمہ شہادت خیمہ کے درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چارستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہوتو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں سے کوئی لکڑی نہ ہوتو خیمہ قائم تو ہو جائے گا مگر جو نسے کونے کی لکڑی ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کون سا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں، حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ (فضائل نماز)

اسلام کا پہلا رکن کلمہ شہادت

حدیث پاک میں جیسا کہ معلوم ہوا کہ پہلا رکن کلمہ شہادت ہے، اس کو سیکھنا (اس کے مفہوم کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا، اپنے عقائد درست کرنا، نیز ایمان سے دور کر دینے اور کفر وشرک سے قریب کر دینے والے افعال واقوال سے بچنے کا اہتمام سب کچھ اس میں شامل ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مومنین کو بطور خاص مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًام بَعِیْدًا. (نسآء ۱۲۶)

"اے ایمان والو! (یعنی جو مجملاً ایمان لا کر مومنین کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہو) یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ کرے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا۔"

مفسرین فرماتے ہیں یہاں پر باوجود یہ کہ اہل ایمان ایمان لا چکے پھر بھی ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مقصود اپنے ایمان کی اصلاح ہے اور اس میں جو کمی کوتاہی ہے اس کو مکمل کرنا ہے یعنی اخلاص اور صدق پیدا کرنا اور مفسداتِ ایمان سے

اجتناب کرنا اور اس میں کمزوری لانے والے اعمال سے توبہ کرنا۔
نیز جو علم اور عمل ایمان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا اور مرتے دم تک اس پر دوام اور ثابت قدم رہنا سبھی اسی میں داخل ہے اور جو شخص اس حکم کے موافق اپنا ایمان بنانے میں کامیاب ہو گیا وہی ہدایت یافتہ اور کامیاب ہے۔
اور جو شخص انکاری ہوا اور راہِ مستقیم کے بجائے عذابِ الیم تک پہنچانے والی راہ اختیار کر لے تو اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے۔ (خلاصہ تفسیر سعدی) (بقیہ تفصیل آئندہ درس میں)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ مناظر دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ حالات سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے (میں سن رہا ہوں کہ) آسمان (اللہ کے ڈر سے) چر چر بولتا ہے اور اس کو چاہئے بھی کہ یہی کہ اس طرح بولے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی سجدہ میں رکھے ہوئے اللہ کو سجدہ کئے نہ پڑا ہو۔
پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں جن کو میں جانتا ہوں تو ضرور تم کم ہنسو اور بہت روؤ اور بچھونوں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو اور جنگلوں کو نکل کر اللہ ہی سے لو لگاؤ اس کو روایت کر کے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ (یعنی کاش میں انسان نہ ہوتا ایک درخت ہی ہوتا جو کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔
☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

دوسرا رکن نماز

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔"

ایک حدیث شریف میں ہے: بندے اور اس کے کافر ہونے میں نماز چھوڑنے کی دیر ہے۔"

اسی بناء پر بڑے بڑے صحابہ جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہ مذہب نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ نماز اسلام کا بہت بڑا شعیرہ (علامت) ہے اور اسلام کی ایسی علامت میں سے ہے جس کے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اور نماز میں بہت ہی مناسبت (ہم آہنگی) اور موانست ہے اور نیز اسلام کے معنی کو خدا کے حکم سے سر جھکا دینے کا نام نماز ہی خوب ادا کرتی ہے اور جس کو نماز سے حصہ نہ ملا اور محروم رہا تو وہ اسلام سے کیا لے چلا بجز اسلام کے نام کے جس کا عنداللہ کچھ اعتبار نہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ اردو)

اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو آخری وصیت اپنی امت کو فرمائی تھی اس میں بھی سب سے پہلے نماز ہی کی تاکید تھی۔

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز صرف ایک دینی عمل ہی نہیں بلکہ دینی نظام (عبادات) میں اس کا وہ مقام ہے جو انسان کے جسمانی نظام میں اس کے قلب اور روح کا مقام ہے۔ قلب کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ اس کے صلاح و فساد پر پورے وجود انسانی کے صلاح وفساد کا مدار ہے۔ (**اذا صلح صلح الجسد کلہ واذا فسد فسد الجسد کلہ**) اسی طرح نماز کے بارے میں بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کو جانچا جائے گا، اگر بندے کی نماز اچھی نکلی تو وہ کامیاب و بامراد ہوگا اور وہ ناقص وخراب نکلی تو وہ نامراد اور خسارے میں رہے گا۔ اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ جس بندے کی نماز ٹھیک نکلے گی اس کے سارے عمل ٹھیک مانے جائیں گے اور جس کی نماز خراب ہوگی اس کے سارے عمل خراب قرار دیئے جائیں گے۔ نماز کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے یہ دعا نقل کی گئی ہے: **رب اجعلنی مقیم الصلوۃ و من ذریتی** "اے میرے رب مجھے ایسا کر دے کہ میں اچھی نماز ادا کرنے والا ہو جاؤں اور میری نسل سے بھی۔" (تحدیث نعمت ص ۲۲۹)

بلکہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند اور حضرت ہاجرہ کی بے بسی اور خستہ حالی ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعا کی وہ یہ تھی لیقموا الصلوٰۃ کہ ان کو نماز کا پابند بنادے کیونکہ نماز دنیا و آخرت کی خیرات و برکات کے لئے جامع ہے۔ (معارف القرآن بتغیر 265/5)

اقامت صلوٰۃ کا مفہوم

اقامت کے معنی محض نماز پڑھنے کے نہیں بلکہ نماز کو ہر جہت سے اور ہر حیثیت سے درست کرنے کا نام اقامت ہے۔ جس میں نماز کے تمام فرائض وواجبات مستحبات اور پھران پر دوام والتزام یہ سب اقامت کے مفہوم میں داخل ہے۔ (معارف القرآن)

اسی کے مقابل اضاعت صلوٰۃ میں جس کے متعلق قرآن وحدیث میں نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا. (مریم ۵۹)

''پھران (مذکورین انبیاء وصلحاء) کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔''

یعنی وہ تو اگلوں کا حال تھا کہ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے اور اس کو یاد کر کے روتے تھے یہ پچھلوں کا حال ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے، نماز جو اہم عبادت ہے اسے ضائع کر دیا، بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے، بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں، بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط وحقوق کی رعایت نہ کی۔ ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے۔ اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے حتی کہ ان میں بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ''غَیّ'' ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

اضاعت صلوٰۃ کسے کہتے ہیں

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

نماز کے ضائع کرنے سے مراد جمہور مفسرین عبداللہ بن مسعودؓ، نخعی، قاسم مجاہدؒ، ابراہیمؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھنا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز کے آداب وشرائط میں سے کسی میں کوتاہی کرنا جس میں وقت بھی داخل ہے اضاعت نماز میں شامل ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد بے جماعت کے گھر میں نماز پڑھ لینا ہے۔ (قرطبی، بحرمحیط)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال حکومت (یعنی گورنروں) کو یہ ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا تھا: **ان اھم امر کم عندی الصلوۃ فمن ضیعھا فھولما سواھا اضیع (موطا مالک)** ''میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے تمام احکام دین کو اور بھی زیادہ ضائع کرے گا''

حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے آداب اور تعدیل ارکان میں کوتاہی کرتا ہے یعنی رکوع سجدے جلدی جلدی کرتا ہے تو اس سے دریافت فرمایا کہ تم کب سے ایسی نماز پڑھتے ہو اس نے کہا چالیس سال سے حضرت حذیفہ نے فرمایا تم نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح کی نمازیں پڑھتے ہوئے مر گئے تو یاد رکھو کہ فطرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرو گے۔

ترمذی میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں اقامت نہ کرے۔ مراد یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اور رکوع سے کھڑے ہو کر یا دو سجدوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونے یا سیدھا بیٹھنے کا اہتمام نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے وضو اور طہارت میں کوتاہی کی یا نماز کے رکوع سجدے میں یا ان دونوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونے بیٹھنے میں جلد بازی کی اس نے نماز کو ضائع کر دیا۔

حضرت حسنؒ نے اضاعت صلوۃ اور اتباع شہوات کے بارے میں فرمایا: ''کہ مسجدوں کو معطل کر دیا اور صنعت وتجارت اور لذات وخواہشات میں مبتلا ہو گئے۔''

امام قرطبی ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ آج اہل علم اور معروف بالصلاح لوگوں میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں جو نماز کے آداب سے غافل محض نقل وحرکت کرتے ہیں۔ چھٹی (صدی) ہجری کا حال تھا جس میں ایسے لوگ خال خال پائے جاتے تھے۔

آج یہ صورت حال نمازیوں میں عام ہو گئی۔ الا ماشاءاللہ، نعوذ باللہ **من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا۔** (معارف القرآن)

نیز ایک جگہ ارشاد ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔**

''سوایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جواپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جوایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں۔''

یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہوگئے باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا۔ پھر بھی پڑھی تو چار ٹکریں لگالیں۔ کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع (عاجزی فروتنی) کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب صورتیں **صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** میں درجہ بہ درجہ داخل ہیں **كما صرح به بعض السلف** (یعنی یہ وعید نماز چھوڑنے والوں کے لئے تو ہے ہی مگر یہ ان کے لئے بھی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس کے آداب وشرائط کا لحاظ نہیں کرتے، نماز کی روح کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ نماز کی روح کیا ہے: اس کے لئے امام عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ''اللہ کے سامنے حضوری اور سکینت ومحبت آمیز تعظیم کے ساتھ اس کے جلال و جبروت کا تصور اور گہرا دھیان بس یہی نماز کی روح ہے۔'' (تحدیث نعمت ص ۲۷۰)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنا گھر لیپ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا اے عبداللہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تھوڑا سا گھر درست کر رہے ہیں آپ نے فرمایا موت اس سے بھی پہلے آجانے والی ہے۔ (احمد وترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اس کے سنوارنے میں لگے ہوئے ہو اور اجل سر پر کھڑی ہے نہ معلوم کب آجائے گھر سنور بھی نہ سکے اور موت آپہنچے، اس سے اچھا یہی ہے کہ اپنے عمل ہی سنوارنے میں انسان لگے اتنی زندگی کا بھی بھروسہ نہیں جتنی دیر میں گھر درست کیا جائے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

ادائے زکوٰۃ وفریضہ حج

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نماز اور ایمان کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔** ''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں ایک رخ ہو کر خالص اس کی اطاعت کی نیت سے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی محکم دین ہے۔

اور دوزخیوں کے حال کی حکایت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر ۴۳)
''ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے۔''

اسی طرح سورہ ماعون میں جہاں نماز میں کوتاہی کرنے والوں کو ''عذاب ویل'' سے ڈرایا گیا ہے وہیں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ **و یمنعون الماعون** (اور جو زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے)

نیز زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے:
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ (توبہ ۶۵)

''جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے (خزانہ کے طور پر) رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ وہ اس دن ہوگا جس دن ان (سونے چاندی) کو جہنم کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے (ان) لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں (پسلیوں) اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا (اور یہ جتلایا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔''

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ پکتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہوا تنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیئے جائیں گے۔ چندروز ان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ (فضائل صدقات)

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدت کی وجہ سے

اس کے سر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا، جس کے منہ کے نیچے دو نقطے ہوں گے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **ولا یحسبن الذین یبخلون** (آل عمران ۱۸۰)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سانپ جس گھر میں بھی نکل آتا ہے دہشت کی وجہ سے اندھیرے میں اس گھر میں بھی جانا مشکل ہو جاتا ہے کہ کہیں لپٹ نہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا پاک رسول فرماتا ہے کہ یہی مال جس کو آج محفوظ خزانوں اور لوہے کی الماریوں میں رکھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر کل کو سانپ بنا کر تمہیں لپٹا دیا جائے گا۔ گھر کے سانپ کا لپٹنا ضروری نہیں محض محتمل ہے کہ شاید وہ لپٹ جائے اور اس شاید اور احتمال پر بار بار فکر و خوف ہوتا ہے کہیں ادھر سے نہ نکل آئے ادھر سے نہ نکل آئے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر اس کا عذاب یقینی ہے مگر پھر بھی اس کا خوف ہم کو نہیں ہوتا[۱]۔ (فضائل صدقات ص ۲۳۶)

چوتھا رکن حج بیت اللہ

چوتھا رکن حج ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین. (آل عمران: ۹۷)

''اور اللہ جل شانہ (کے خوش کرنے) کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی خانہ کعبہ) کا حج (فرض) ہے۔ اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ جل شانہ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام جہان سے غنی ہیں (ان کو کیا پرواہ)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اسے مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبے کا اظہار کرتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیارِ محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے۔ جو مدعی محبت اتنی تکلیف اٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے۔ خود محروم و مہجور رہے گا۔ اس محبوب حقیقی کو کیا پرواہ ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو اس کا کیا بگڑتا ہے۔ احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ حج فرض ہونے کی حکمتوں کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ نیاز مندی دو قسم کی ہوتی ہے ایک نیاز مندی خادمانہ خادم کی نیاز مندی اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے۔ دوسری نیاز مندی عاشقانہ عاشق کی محبوب کے ساتھ۔ پہلی قسم کی نیاز مندی کو مناسب ہے کہ درباری لباس پہن کر بڑے ادب اور وقار سے مالک کے دربار میں حاضر ہو اور تمام حکام اور مربیوں کی اطاعت سے کان پر ہاتھ رکھ کر اطاعت کا اقرار کرے، ہاتھ باندھ کر حکم کا منتظر رہے، جھک کر تعظیم دے، زمین پر ماتھا رکھے، یہ رنگ نماز کا ہے۔

اور عاشقانہ نیاز میں ضرور ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے بھوک اور پیاس بھی نہ دیکھے، نہایت درجے اس عزیز

---

[۱] آج کل بفضلہ تعالیٰ دولت کی اس قدر فراوانی ہے کہ متوسط طبقے میں شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جہاں علاوہ نقد روپیہ جائیداد کے سونے چاندی کے زیورات موجود نہ ہوں اور ہر والدین اپنی بچیوں کو جہیز میں دینے کے لئے اس کا جو کچھ اہتمام کرتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیا ہمیں ان کی زکوٰۃ ادا کرنے اور ان کے متعلق مسائل معلوم کرنے کا اس قدر اہتمام ہے؟ جتنا کہ حدیث شریف کا تقاضا ہے اور جتنی اس کی تاکید آئی ہے؟ اور اس سے لاپروائی برتنے پر شدید وعید آئی ہے؟

انسان کو بھی کہ انسان ماں باپ کو چھوڑ کر اس سے متحد اور ایک جسم ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر کے لئے ترک کر دے اور جہاں یقینی طور پر سن لیا ہو کہ میرے محبوب کی عنایت اور توجہات کا مقام ہے وہاں دوڑتا کودتا سر کے عمامہ اور ٹوپی سے بے خبر پہنچے پروانہ وار وہاں فدا ہو، کہیں دشمنوں کی روک ٹوک کی جگہ سن پائے تو وہاں پتھر چلائے یہ رنگ حج کا ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۲۰)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے جب آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے جسم مبارک میں چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ کے لئے اچھا بچھونا کر دیا کریں اور آپ کے لئے آرام کی چیزیں مہیا کریں۔ آپ نے جواب دیا مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی تو بس ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر راہ چلتے ہوئے کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ (احمد و ترمذی)

یعنی دنیا ہمارے لئے صرف اس راستہ کے درخت کی طرح ہے جس کے نیچے ذرا دیر کے لئے کوئی مسافر بیٹھ جائے۔ بھلا اتنی سی دیر کے لئے کون بلڈنگ تعمیر کرے اور کون اچھے بستر بچھائے اور لذتوں میں پڑے۔ جو دنیا میں آیا ہے وہ آخرت کی طرف جا رہا ہے وہیں اس کی منزل ہے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے آرام کرنا ناسمجھوں کا کام ہے جو راستہ میں آرام سے پڑ گیا وہ منزل پر کہاں پہنچے گا؟ (احمد و بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ جیسے تو پردیسی ہے یا جیسے تو راستہ میں جا رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے آپ کو تو مردوں میں شمار کر (یعنی یہ سمجھ کہ موت ابھی آجانے والی ہے یا یہ سمجھ کہ میں مر چکا ہوں، حساب کتاب درپیش ہے، اللہ کے حساب لینے سے پہلے خود اپنا حساب کرلے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کر اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کر اور بیماری کے زمانے کے لئے تندرستی میں عمل کر کے رکھو یعنی تندرستی کو غنیمت سمجھو۔ بیمار ہونے پر عمل کم ہو جائیں گے یا ختم ہو جائیں گے پھر فرمایا موت کے لئے اپنی زندگی میں عمل کر کے رکھ۔ (مشکوۃ شریف)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

پانچواں رکن ماہ رمضان کے روزے

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

پانچواں رکن روزہ ہے جس کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (بقرہ ۱۸۲)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم متقی (پرہیز گار) بن جاؤ۔''

یہ حکم روزے کے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں، ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے۔ اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا۔ روزے سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت وشہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی بن جاؤ گے۔ بڑی حکمت روزے میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ (تفسیر عثمانی۔ بقرہ)

ارکان اسلام سے متعلق ترغیب وفضائل کے لئے ملاحظہ ہوں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے رسائل مفیدہ۔ فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل صدقات، فضائل حج اور دیگر تصانیف۔ نیز مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کے رسائل ''قرآن آپ سے کیا کہتا ہے'' ''اسلام کیا ہے'' وغیرہ۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

تکمیل ایمان کی ایک علامت

عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به. (کذا فی المشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری تعلیمات کے تابع نہ ہوجائیں۔''

حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے انہیں نہایت خوشی سے انجام دے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اس سے اسے نفرت ہوجائے اور یہی اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے جس کا اثر اس کی شکل وصورت، وضع قطع، حرکات و سکنات اور معاملات و عادات میں نمایاں ہو، یہی اس کی تمام دلچسپیوں کا مرکز ہو اسی میں اسے دین و دنیا کی کامیابی نظر آئے اور وہ اسی پر مر مٹنے کے لئے ہر وقت دل و جان سے تیار ہو اور جو اس میں حارج اور مانع ہو اسے اپنا سب سے بڑا حریف اور دشمن تصور کرے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون مختلف پیرایہ میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

فَلا وَ رَبِّکَ لا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (نسآء ۶۵)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھر رہے ہیں عند اللہ) ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے فیصلہ کرادیں پھر اس آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ) کو پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کرلیں۔''

''یعنی خوب سمجھ لینا چاہئے'' ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلے اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔ اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔ (تفسیر عثمانی۔ نسآء)

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے اس قدر مطابق کر چکے ہیں کہ ان کی زبان حال پکار کر کہہ رہی ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْن۔ (بقرہ ۱۳۸)

''ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے (اور رنگ کی طرح ہمارے رگ و ریشہ میں بھر دیا ہے) اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ (کے رنگ دینے کی حالت) سے خوب تر ہو اور (اسی لئے) ہم اس کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔''

اللہ کے رنگ میں رنگے جانے کی خوبی کا اندازہ اسی وقت

ہوسکتا ہے جبکہ دوسرا اس کے برعکس نمونہ سامنے ہو۔ ایک وہ بندہ جس کا ایمان ایسا پختہ ہو کہ اس کے اثر سے اس کے قلب و خشوع وخضوع اور اعضاء میں کامل انقیاد و اتباع آ گیا ہو، جو ہر خوبی اور ہر کمال کو اپنی ذات میں جمع کرنے کے درپے ہو اور ہر بری بات برے اخلاق چھوڑ کر اس سے نفرت کرنے لگا ہو، اس کا ہر قول و فعل صدق وصفا، صبر وتحمل، بردباری پاکبازی اور شجاعت اور ہر قسم کی بھلائی سے بھرپور ہو اور محبت الٰہی خوف وخشیت اور رجاء والی کیفیت اس کے شامل حال ہو۔ یعنی اپنے رب کی رضا جوئی اور اس کے بندوں کی خیر خواہی اس کے تمام اعمال کا ماحصل اور نچوڑ ہو اور اسی کے برعکس وہ بندہ جو اپنے خالق و مالک کا نافرمان ہو، اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا ہو، اپنے محسن حقیقی کی احسان فراموشی کے ساتھ اپنے جیسی دیگر مخلوق کا دست نگر ہو اور ہر بری بات، برے اخلاق سے متصف ہو کفر وشرک، کذب وخیانت مکر وخداع، بدکاری و بداخلاقی اس کے ہر قول و فعل سے ٹپکتی ہو، نہ اپنے معبود کی رضا جوئی کی فکر نہ اس کے بندوں کی خیر خواہی کا خیال۔ جب ان دونوں مثالوں کو آمنے سامنے کر کے دیکھیں تو اللہ کے رنگ میں رنگے جانے والوں کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوگا کہ اللہ کے رنگ میں رنگے جانے سے بڑھ کر کوئی خوبی نہیں اور دین سے دور ہو کر کسی اور رنگ میں رنگے جانے سے بدترین کوئی شے نہیں۔ (ماخوذ از تفسیر سعدی)

اے اللہ ہمیں پکا سچا مومن بنا اور ہمیں سچائی کی راہ پر چلا اور محض اپنے فضل وکرم سے اپنے رنگ میں رنگے جانے والوں میں شامل فرما۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس چٹائی کی بناوٹ کے نشان آپ کے مبارک جسم پر پڑ گئے تھے اور آپ نے ایک چمڑے کے تکئے سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بہت مال و دولت دیوے۔ دیکھئے فارس اور روم کے لوگوں کے پاس کتنی دولت ہے حالانکہ وہ اللہ کو پوجتے بھی نہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: اَفِیْ هٰذَا اَنْتَ یَاابْنَ الْخَطَّابِ یعنی خطاب کے بیٹے تو (ابھی) اسی میں پڑا ہوا ہے (کہ کافروں کی طرح ہمیں بھی دنیا مل جائے۔ ہمارا اور ان کا کیا جوڑ۔ وہ تو دنیا ہی میں مزے دے کر آخرت سے محروم کر دیئے گئے ہیں کیا تو اس پر راضی نہیں کہ ان کو دنیا ملے اور ہم کو آخرت ملے؟) (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا رکھا ہم اس پر راضی ہوں۔ غیروں کو اللہ نے دنیا دی اور ہم کو آخرت دی تو اب ہم دنیا والے کیوں بنیں۔ دنیا تو تنگی وسختی میں گزر جائے گی اور آخرت میں ہم ہی اچھے رہیں گے۔

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

ایمان کی حلاوت

عن انس رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ثلاث من کن فیه وجد بھن حلاوۃ الایمان. من کان اللّٰہ ورسوله احب الیه مما سوا ھما و ان یحب المرء لا یحبه الا اللّٰہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللّٰہ منه کما یکرہ ان یقذف فی النار. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین باتیں جس کو حاصل ہوگئیں اسے ان کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگئی۔ جسے ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہو اور یہ کہ وہ کسی شخص سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹنے سے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے اسے اس سے بچالیا ایسا بھاگے (اور نفرت کرے) جیسا کہ آگ میں جھونک دیئے جانے سے بھاگتا (اور نفرت کرتا) ہے''۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین باتیں جس کو حاصل ہوگئیں اسے ان کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگئی۔ جسے ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہو اور یہ کہ وہ کسی شخص سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹنے سے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے اسے اس سے بچالیا ایسا بھاگے (اور نفرت کرے) جیسا کہ آگ میں جھونک دیئے جانے سے بھاگتا (اور نفرت کرتا) ہے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف اسلام کے زریں اصولوں میں سے ایک عظیم الشان اصل ہے۔ حلاوت ایمانی سے مراد اطاعت وعبادت کا چسکا لگ جانا (اس میں مزا آنے لگنا) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مرضیات پر چلنے کے لئے مشقتیں[۱] برداشت کرنا اور اس کے آگے دنیا کی تمام چیزوں کو ہیچ سمجھنا اور بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا مطلب اس کے فرمان کو مان کر چلنا اور اس کی مخالفت چھوڑ دینا ہے اور یہی مطلب ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا بھی۔ (شرح مسلم/ کتاب الایمان)

حدیث پاک میں حلاوت ایمانی کی تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنا۔

حب الٰہی اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار خود قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران ۳۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تم (بزعم خود) خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔''

---

[۱] انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کی محبت اس کے دل میں سما جاتی ہے وہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ دنیا کے متوالے اس فانی دنیا کی محبت پر آج بھی اپنا عیش وآرام، گھربار، بیوی بچے، ماں باپ اور اپنے وطن سب کچھ قربان کرنے میں لگے ہیں۔

یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو جس قدر حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط اور مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی اور مزے کی اور کیا بات ہوگی کہ اس کا مالک حقیقی اس سے محبت کرنے لگے۔ مالک روز جزاء اس کے گناہوں سے درگزر فرمادے۔

(2) کسی سے اللہ کے لئے محبت کرنا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (یونس ۶۲)

"یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

ایک حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں۔ کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ۴/۵۴۹ نقلاً عن ابن مردویہ)

ایک سچے عاشق کو اپنے محبوب کی ہر چیز سے پیار ہوتا ہے حتی کہ اسے اپنے محبوب کا کتا بھی پیارا ہوتا ہے۔ محبوب کے دیار میں جانا، اس کے در و دیوار کا چکر لگانا اور اس سے لگ کر بیٹھنا، اسے تکنا، اسے چومنا، یہ سب اس کے لئے بڑے لطف و سرور کی بات ہوتی ہے، اور اگر قسمت سے محبوب کا قریبی آدمی اس کا دوست بن جائے تو اس سے بڑی خوشی اس کے لئے اور کچھ نہیں اور اگر اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس آدمی سے ملاقات، بات رکھنا محبوب کا عین منشا ہے تو پھر اس سے ملنے اور باتیں کرنے میں اسے جو مزا آئے گا اس کا کچھ اندازہ اسی کو ہو سکتا ہے جو محبت کے مزوں سے آشنا ہو اور محبوب حقیقی کی بے مثال اور لازوال محبت کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اس کے تعلق والوں سے محبت کا لطف ہی کچھ دوسرا ہے۔ جن کو اس کا مزا آ گیا انہیں پھر کس چیز کا خوف اور کیسا فکر و غم **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** بلکہ محبوب حقیقی کی مزید عنایات اس پر سایہ فگن ہو جاتی ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (یونس ۶۴)

"ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ بدلتی نہیں اللہ کی باتیں (یعنی اللہ کے وعدوں میں فرق نہیں آتا اس کا وعدہ سچا اور پکا ہوتا ہے) یہی ہے بڑی کامیابی"۔

(۳) کفر سے ایسی نفرت و وحشت ہو جیسی وحشت بھڑکتی آگ میں دھکیلے جانے سے، ایمان کا حقیقی لطف تو بس اسی کو آتا ہے جس میں یہ تینوں وصف موجود ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ عطا فرمادے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

استقامت کی طلب

عن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسال عنہ احداً بعدک و فی روایۃ غیرک قال قل آمنت باللہ ثم استقم. (مسلم / کتاب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے اسلام سے متعلق کوئی ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر ایمان لاؤ اس کے بعد استقامت اختیار کرو۔''

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ . وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ. نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۔ (حم سجدہ ۳۰-۳۲)

''جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کا تمہارا جی چاہے گا موجود ہے، اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا، غفور رحیم کی طرف سے۔''

یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا نہ اس یقین سے مرتے دم تک ہٹے، نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا، جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے، اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا، جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارت سناتے ہیں، کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا، دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے۔ اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے۔ وہ اب تم سے ایفاء کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ (تفسیر عثمانی۔ حم سجدہ)

استقامت کا معنی و مفہوم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ استقامت لفظ تو چھوٹا ہے مگر مفہوم اس کا ایک عظیم الشان وسعت رکھتا ہے کیونکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و معاشرت، کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کی قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے۔ ان میں سے کسی ایک باب کے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی ہو جائے تو استقامت باقی نہیں رہتی۔ (معارف القرآن ۶۷۰/۴)

اسی استقامت پر غفور رحیم کی مہمانی کا شرف حاصل ہوگا۔ سبحان الله و بحمده یہ کیسی عظیم خوشخبری ہے اور کیسی عزت وتوقیر ہے کہ یہ بندہ ضعیف رب العزت والجلال کا مہمان ہو۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ جب بھی یہ آیت تلاوت فرماتے تو یہ دعا ضرور کرتے: اللهم انت ربنا فارزقنا الاستقامة ''اے اللہ آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں تو آپ ہمیں استقامت کی دولت سے نواز دیجئے۔''

نیز ایک حدیث میں استقامت کی تاکید ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

استقيموا ولن تحصوا واعلموا ان خير اعمالكم الصلوٰة ولا يحافظ على الوضوء الامؤمن. (ابن ماجة / الطهارة)

''استقامت اختیار کرو اور تم (پوری طرح) اس پر قابو نہیں پا سکتے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر شے نماز ہے اور وضو پر محافظت بجز مومن کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔''

یعنی ہر وقت باوضو رہنا مومن ہی سے ہو سکتا ہے۔

مشہور شارح حدیث علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ استقامت نام ہے حق کی اتباع کا اور انصاف اختیار کرنے کا اور راہ مستقیم پر دوام والتزام کا اور وہ اس طرح کہ تمام مامورات کو بجالایا جائے اور تمام منہیات و ممنوعات سے کلیۃً اجتناب کر لیا جائے اور یہ ایک نہایت مشکل کام ہے اور اس میں کامیابی اسی کو ہو سکتی ہے جس کا قلب انوار قدسیہ سے روشن ہو چکا ہو اور نفسانی ظلمتوں اور کدورتوں سے پاک صاف ہو چکا اور حق کی خاص توفیق اور مدد اس کے شامل حال ہو اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استقامت کا حکم ارشاد فرما کر یہ بھی ساتھ میں بتلا دیا کہ استقامت کا حق ادا کرنا اور اس کی انتہاء کو پالینا تمہارے بس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لئے آگے ارشاد فرمایا'' و لن تحصوا ''یعنی تم اس پر پورے اتر نہیں سکتے۔ احصاء کے اصلی معنی ہیں کسی چیز کا شمار کرنا اور اس کا احاطہ کر لینا۔

الحاصل استقامت سے نہ اس قدر غافل ہو جائیں کہ جو کچھ (عمل) میں لگے ہیں اسی پر بھروسہ کر لیں اور نہ ہی اپنے عجز و قصور اور عمل میں کوتاہی کو دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوسی کا شکار ہو جائیں۔ (حاشیہ ابن ماجہ)

استقامت میں کوتاہی کا علاج

ایک جگہ رب کریم نے استقامت اختیار کرنے کے ساتھ استغفار کرتے رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے تا کہ استقامت میں جو کوتاہی ہم ضعیفوں سے ہو ہی جاتی ہے اس کا مداوا ہو جائے: فاستقيموا اليه واستغفروه (حٰم سجدہ۶) ''سو سیدھے رہو اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ''۔

یعنی سب کو لازم ہے کہ تمام شئونو احوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں، اس کے راستے سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں، تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔ (تفسیر عثمانی۔حم سجدہ)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ میں لفظ ''الیہ'' سے اخلاص پر تنبیہ کی گئی ہے کہ عمل کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنا مقصود اور اپنی غایت کہ جس کی وجہ سے عمل کر رہا ہے محض وصول الی اللہ اور وصول الی دار کرامتہ (اسکی نعمتوں کا گھوارہ یعنی جنت) کو بنائے۔ اس طرح اس کا عمل خالص اور نافع بن جائے گا اور اگر یہ (نیت خالص) عمل سے مفقود ہے تو پھر سارا کیا کرایا بیکار اور بارگاہ صمدیت میں ناقابل قبول ہے۔

اور چونکہ بندہ ہونے کا خاصہ ہے کہ استقامت کی حرص

(یعنی اس راہ پر چلنے کی دل و جان سے خواہش اور کوشش) کے باوجود کبھی مامورات میں کمی کوتاہی اور منہیات و ممنوعات کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے تو رب حکیم نے ساتھ ہی ساتھ اس کی تلافی کے لئے یہ حکم ارشاد فرمایا "واستغفروه" اور اس سے معافی مانگتے رہو۔ یعنی توبہ واستغفار سے اپنے عجز و قصور کا مداوا کرتے رہا کرو۔ (تفسیر سعدی سورۃ فصلت)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک انصاریؓ مذاقی طبیعت کے آدمی تھے۔ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کچھ ہنسانے کی باتیں کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقانہ بے تکلفی میں) ان کی کوکھ میں ایک لکڑی چبھودی، اس انصاری نے کہا کہ آپ نے میرے لکڑی چبھودی جو مجھ پر ظلم ہوا لائیے بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: "آؤ بدلہ لے لو" انہوں نے کہا آپ کرتہ پہنے ہوئے ہیں اور میرے جسم پر کُرتہ نہ تھا (لہذا پورا بدلہ تو جب ہوگا جب آپ کے جسم پر بھی کُرتہ نہ ہو) یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کُرتہ اٹھالیا، جیسے ہی آپ نے اپنا کُرتہ بدن سے ہٹایا اُسی وقت وہ انصاری فوراً آپ سے چمٹ گئے اور آپ کے مبارک پہلو کو چومنے لگے اور عرض کیا اس ترکیب سے یا رسول اللہ میں نے اپنا یہ مطلب نکالا ہے (کہ آپ کا مبارک پہلو چومنے کا موقع مل گیا) (ابوداؤد شریف)

یہ بات تو دوسری ہے کہ انصاری صحابیؓ نے بدلہ نہ لیا بلکہ آپ کے مبارک جسم سے لپٹنے اور مقدس جسم کو چومنے کا موقع نکال لیا۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دینے کے لئے تیار ہوگئے اور کُرتہ اٹھا کر پورا پورا بدلہ دینا ضروری سمجھا۔ اُمت کو چاہئے کہ آخرت کی فکر کریں اور جس پر ذرا بھی ظلم ہوجائے فوراً اس کو راضی کریں بدلہ دیں یا معافی مانگیں۔

آخرت میں بدلہ دینے سے دنیا ہی میں بدلہ دینا اچھا ہے، اس میدان میں ذرا برابر بھی کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ ہر شخص کو اس کا بدلہ دلا دیا جائے گا۔ استاد بچوں کو بے تحاشا مارتے ہیں اور اسی طرح ہر بڑا چھوٹے پر ناحق ہاتھ اُٹھا دیتا ہے۔ بعض جگہ دیور جیٹھ اپنی بھاوج کو پیٹ دیتے ہیں یہ سب ظلم ہے۔ ان سب سے معافی مانگنا ضروری ہے جن کو ناحق مارا پیٹا ہو یا گالی دی ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

اپنے انجام کی فکر کریں

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصرفہ حیث یشآء ثم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک. (مسلم / کتاب القدر)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام انسانوں کے دل حق تعالیٰ شانہ کی دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی مانند ہیں وہ اسے جدھر چاہے پھیر دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے قلوب کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔''

یعنی ہدایت و استقامت اور ضلالت و گمراہی اللہ ہی کی توفیق پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے دل کو نیکی کی جانب مائل کر دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے دل کو سیدھے راستے سے پھیر دیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملا کہ اگر کسی کو ہدایت و استقامت کی توفیق ملی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی دین داری اور دنیا سے دوری کوئی اپنا کمال نہ سمجھے اور اس پر نازاں ہو کر مطمئن اور بے فکر نہ ہو بیٹھے۔ بلکہ اس ہدایت اور حسن توفیق کو ایک بیش بہا نعمت الٰہیہ سمجھ کر اس کی قدر دانی کرے اور رب کریم کے اس احسان عظیم کو غنیمت جان کر اس کی بقاء و دوام کے اسباب کی جستجو میں لگا رہے۔

قرآن کریم میں اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ (انفال ۲۴)

''اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں۔''

یعنی ''انسان کا قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کر دی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: **یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ** ''یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھئے'' (معارف القرآن ۔ ۴/ ۲۱۰)

نیز اس آیت کا مطلب ایک اور طرح بھی بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ:

حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، کہ تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے، جدھر چاہے پھیر دے۔ بے شک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداء نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنا لے تو مہر کر دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ۔ سورہ انفال)

نیز قرآن کریم میں راسخین فی العلم (علم دین میں پختہ کار و فہیم لوگوں) کی یہ خاص صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے انجام سے بے فکر اور مطمئن نہیں ہوتے، ہمیشہ اپنے رب کے حضور ان کی یہی التجا ہوتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ

رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّارَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَاد ۔ (آل عمران ۸۔۹)

"اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت، تو ہی ہے سب کچھ دینے والا۔اے ہمارے پروردگار (ہم یہ دعا کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیاوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ) تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں، بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ"

یعنی راسخین فی العلم اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل و عنایت کے طلب گار رہتے ہیں تا کہ کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے اور خدا نہ کرے وہ دل سیدھے ہونے کے بعد کج نہ کر دیئے جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (امت کو سنانے کے لئے) اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ (تفسیر عثمانی)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بیت المال سے آپ کے لئے سالانہ ڈھائی ہزار درہم مقرر ہوئے (جو ہمارے یہاں کے حساب سے تقریباً 6250 روپے ہوتے ہیں) اسی پر آپ کا گزارا تھا۔ ایک روز بیوی نے کہا کہ میٹھا کھانے کو طبیعت چاہتی ہے فرمایا مجھے جو کچھ بیت المال سے ملتا ہے اس سے زیادہ تو نہیں لے سکتا ہوں۔ اسی میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کسی روز میٹھا پکا لینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور چند روز کے بعد کوئی میٹھی چیز پکا کر سامنے رکھی۔ آپ نے فرمایا روزانہ تم کتنا بچاتی رہی ہو۔ انہوں نے کوئی خاص مقدار بیان کر دی (جو پیسہ آدھا پیسہ روز کے قریب ہوگی) اس پر آپ نے بیت المال کو لکھ بھیجا کہ میرے وظیفہ میں سے مستقل اتنی مقدار کم کر دی جائے کیونکہ میٹھا کھائے بغیر بھی گزارہ ہو سکتا ہے اور اہلیہ نے جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع کرا دیا۔

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یا رب العالمین

تدبیر تابع تقدیر

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ما منکم من احدا لا وقد کتب مقعدہ من النار و مقعدہ من الجنۃ قالوا یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا و ندع العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اھل السعادۃ فسیسر لعمل اھل السعادۃ و اما من کان من اھل الشقاوۃ فسیسر لعمل اھل الشقاوۃ ثم قرأ فاما من اعطی واتقی و صدق بالحسنی...... الآیۃ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا دوزخی ٹھکانا اور جنتی ٹھکانا مقرر نہ کردیا گیا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ بیٹھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عمل میں لگے رہو کیونکہ جسے جس (ٹھکانے) کے لئے پیدا کیا گیا ویسے اعمال کے لئے اسے آسان کردیا گیا (یعنی) جو اہل سعادت میں سے ہوتا ہے تو اہل سعادت کے اعمال کے لئے اسے مقرر کردیا جاتا ہے۔ (یعنی انہیں اعمال کی طرف طبعی میلان اور دلچسپی اس کے دل میں ڈال دی جاتی ہے) اور جو اہل شقاوت میں سے ہوتا ہے تو اہل شقاوت کے اعمال کے لئے اسے آسان کردیا جاتا ہے (کہ وہ اسی طرف لپکتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فا ما من اعطی واتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی۔ (لیل ۵-۱۰)

سو جس نے مال دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان مہیا کردیں گے (یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا اور ارشادات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کردیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے) اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیں گے۔ (یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائیگا، نیکی کی توفیق سلب ہوتی چلی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی عادت اللہ ہے کہ سُعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کردیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ اور اختیار سے پسند کرلیا ہے۔) (تفسیر عثمانی)

الحاصل حدیث بالا اور ان آیات کی روشنی میں ہمیں اپنے اعمال، اپنے مزاج، اپنی طبیعت اور اپنی دلچسپی کی چیزوں کا جائزہ لینا چاہئے کہ اہل جنت کے اعمال سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مطابقت ہے تو اس پر شکر الٰہی بجا لایا جائے اور اس میں مزید پختگی دوام والتزام کی کوشش کی جائے اور اگر خدانکردہ حالات وخیالات اعمال وافکار دوسرے گروہ کی بد

اعمالیوں کے مشابہ ہیں تو پھر ہمیں اس کی اصلاح کی فکر اور اس کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اے اللہ ہمیں اہل سعادت والے اعمال کے لئے آسان فرما اور اہل شقاوت کے اعمال سے نفرت و بیزاری ہماری طبیعت بنادے۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا۔ اس سے آمدنی کی ایک خاص مقدار روزانہ مقرر کررکھی تھی کہ مجھے کما کر اتنی آمدنی روزانہ دیدیا کرو اس کے علاوہ تجھے آزادی ہے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ غلام کچھ کھانا لے کر آیا اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کردیا آپ اس میں سے ابھی ایک لقمہ ہی کھانے پائے تھے کہ اس غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ سوال فرمایا کرتے ہیں کہ یہ چیز کس ذریعے سے کمائی مگر آپ نے آج کچھ بھی نہ پوچھا۔ ارشاد فرمایا بھوک کی شدت سے معلوم کرنے کا دھیان نہیں رہا۔ اب بتاؤ، اس نے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر میرا گزر ہوا (ان کا ایک شخص بیمار تھا) میں نے کچھ منتر پڑھ کر دم کردیا تھا۔ انہوں نے (اس کے عوض) مجھے کچھ دینے کا وعدہ کررکھا تھا۔ آج جو اُدھر سے میرا گزر ہوا تو چونکہ ان کے یہاں شادی تھی اس لئے انہوں نے مجھے دیا جو اس وقت آپ کے سامنے حاضر ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا "تو نے مجھے برباد ہی کرنے کا سامان کردیا" اس کے بعد منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر وہ لقمہ (جو سخت بھوک کی حالت میں کھایا گیا تھا) نہ نکلا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ پانی کے ذریعے قے ہوسکتی ہے۔ چنانچہ بہت بڑا پیالہ پانی کا بھرا ہوا منگا کر اس میں سے تھوڑا تھوڑا پی کر قے فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لقمہ نکل آیا کسی نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں۔ آپ نے ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت برداشت فرمائی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو جسم حرام سے پرورش پائے اس کے لئے (دوزخ کی) آگ بہت مناسب ہے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پرورش نہ پاجائے گا۔

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اے مسافرِ آخرت

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال اُخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمنکبی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، وکان ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصباح و اذا اصبحت فلا تنتظر المساء و خذ من صحتک لمرضک و من حیاتک لموتک . (بخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح ہو کر رہ جیسا کہ کوئی پردیسی یا راستہ چلنے والا رہتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح (تک زندگی) کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو جائے تو شام (تک زندگی) کی امید نہ باندھ اور اپنی صحت میں بیماری کے لئے نیک عمل کر لے (کہ بیماری کے زمانہ میں جو کوتاہی ہو اس کی تلافی پہلے سے ہو جایا کرے یا صحت میں جن اعمال کا عادی ہو گا بیماری کی وجہ سے ان کے نہ ہو سکنے پر بھی ان کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی موت کے لئے اپنی زندگی ہی میں تیاری کر لے۔“

ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے ”**وعد نفسک من اھل القبور**“ اور اپنے آپ کو قبرستان والوں میں شمار کرو۔

مسافر خانہ دنیا میں جو آیا ہوا راہی
یہ منزل آمد و شد کی ہے اس میں ہے وطن کس کا

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دنیاوی امنگوں کے خاتمہ کے لئے اصل الاصول ہے کیونکہ آخرت پر یقین رکھنے والے کو یہ زیبا نہیں کہ وہ دنیا کو اپنا اصلی وطن اور مسکن بنالے اور اس میں مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ وہ ایسے انداز کی زندگی اختیار کرے گویا ابھی اسے کہیں سفر پر نکلنا ہے اور تمام انبیاء کرام اور ان کے متبعین کی وصیت اس بارے میں ایک ہے۔ چنانچہ آل فرعون کے ایک مومن کی نصیحت خود قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ

”اے میرے بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔“ (مومن۔۳۹)

یعنی فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہر حال بھلی بری طرح ختم ہونے والی ہے، اس کے بعد وہ زندگی شروع ہو گی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

(تفسیر عثمانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار) چٹائی پر آرام فرما ہوئے جب اٹھے تو آپ کے جسد مبارک پر چٹائی کے نشان ابھر آئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر

آپ کی اجازت ہو تو ہم آپ کے لئے بچھونے کا انتظام کر دیں اور آپ کے واسطے اپنے خدمات پیش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ اور میرا تو دنیا سے بس اتنا ہی تعلق ہے جیسے کوئی سوار (مسافر) آ کر درخت کے سایہ میں بیٹھے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے اصحاب کو جو وصیت ہے ان میں سے ایک وصیت یہ بھی ہے کہ **اعبروھا ولا تعمروھا** یعنی دنیا کو گزرگاہ تو بناؤ مگر اس کی تعمیر کی فکر میں نہ لگو۔ نیز آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: **من ذالذی یبنی علی موج البحر دار اتلکم الدنیا فلا تتخذوھا قراراً** ''کوئی ہے جو سمندر کی لہروں پر گھر بنا سکے، بس یہ دنیا کی مثال ہے تو تم اسے اپنا دائمی ٹھکانا نہ بناؤ۔''

ایک شخص حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔ وہاں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور کہنے لگا۔ اے ابوذر! آپ لوگوں کا ساز و سامان کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے، ہمیں وہاں منتقل ہونا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ جب تک یہاں (دنیا میں) ہیں سامان کے بغیر گزارہ مشکل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے اس گھر والا ہمیں یہاں رہنے ہی نہیں دے گا۔

جب دنیا مومن کے لئے نہ تو ٹھہراؤ کی جگہ ہے نہ ہی اس کا وطن اصلی ہے تو اسے چاہئے کہ اس کی حالت یا تو ایسی ہو جیسے کوئی پردیسی وطن سے دور کہیں عارضی طور پر ٹھہرا ہوا ہوتا ہے اور اس کی ساری فکر یہی ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح اپنے وطن واپسی کا بندوبست ہو جائے تو گھر لوٹے یا پھر ایسی حالت ہو جیسے مسافر ہوتا ہے کہ کبھی یہاں تو کبھی وہاں، دن رات اپنے وطن کی طرف چلتا چلا جا رہا ہے۔ اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دو حالتیں اپنانے کی نصیحت فرمائی کہ یا تو مومن اپنے نفس کو ایسا کر لے گویا وہ دنیا میں ایک پردیسی ہے۔ اسے ٹھکانے کی تلاش ہے مگر یہاں تو سارا علاقہ ہی پردیس ہے یہاں دل لگے تو کیونکر۔ اس کا دل تو وطن اصلی میں اٹکا ہوا ہے جہاں ایک دن لوٹنا ضرور ہے۔ یہاں تو گویا گھڑی گھنٹہ کے لئے رکا ہے تاکہ وطن لوٹنے کا ضروری سامان مہیا کرے۔

امام فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مومن تو دنیا میں متفکر اور غمگین ہی رہا کرتا ہے۔ اسے یہ فکر کھائے جاتی ہے کہ کسی طرح زاد سفر تیار ہو اور دنیا میں جس کی یہ حالت ہو گئی اسے تو بس یہی لگن ہوگی کہ وہ ہر شے اپنے ساتھ لیتا چلے جو وطن پہنچ کر اسے کام دے جائے اور پردیس میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی شان و شوکت کی نہ اسے حرص ہوگی نہ ہی اسے ان کے درمیان اپنی بے چارگی اور غریب الوطنی کا کوئی احساس ہوگا۔

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ دنیا شیطان کا میخانہ ہے جو اس میں سے پی کر مدہوش ہو گیا اسے بس اسی وقت ہوش آئے جب کہ موت کے سپاہی اسے آ جگائیں گے پھر وہ حسرت و ندامت کے ساتھ خاسرین سے جا ملے گا۔

نیز ابن رجب فرماتے ہیں کہ یا پھر وہ خود ایک مسافر مان لے جسے کہیں ٹھہراؤ ہی نہیں، بس منزلیں طے کرتا چلا جا رہا ہے، یہاں تک کہ اس کا یہ سفر پورا ہو جائے۔ (یعنی اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو جائے) اور دنیا میں جس کی یہ حالت ہو گئی اس کی کوشش پھر یہی ہوگی کہ دوران سفر زیادہ بوجھ (اور بہت زیادہ ساز و سامان) لے کر نہ چلے بس اس قدر سامان ساتھ لے جس کے بغیر اس کا کام چل نہ سکے۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو خصوصی وصیت فرمائی کہ وہ دنیا سے اس قدر پر اکتفاء کریں جتنا کہ ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے۔

بعض سلف نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تمہیں تو یہی لگتا ہوگا کہ تم

ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہو حالانکہ تم مسلسل ایک سفر طے کر رہے ہو بلکہ تمہیں آگے کی طرف زبردستی چلایا جارہا ہے۔ موت تمہاری طرف بڑھی آرہی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے لپیٹی جارہی ہے اور تمہاری عمر میں سے جو وقت جا چکا وہ ہار جیت (یعنی قیامت) کے دن تک دوبارہ واپس نہیں آسکتا۔

سبیلک فی الدنیا سبیل مسافر ولا بدمن زادلکل مسافر
ولا بدلانسان من حمل عدۃ ولا سیماان خاف صولۃ قاھر

"دنیا میں تمہارا رہنا ایسا ہے جیسے ایک مسافر ہو اور ہر مسافر کے لئے توشہ ضروری ہے اور انسان کو کچھ سامان بھی ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ خاص کر جب کہ کسی زبردست سے مقابلہ کا اندیشہ بھی ہو۔"

بعض حکماء کا قول ہے کہ بھلا دنیا میں اس شخص کا کیا جی لگے گا جس کے ایام زندگی اس کے مہینوں کو منہدم کرنے کے درپے ہوں اور جس کے مہینے اس کے سالوں کا صفایا کئے جارہے ہوں اور جس کے سال اس کی عمر عزیز کا خاتمہ کرنے میں لگے ہوں وہ شخص کیسے خوش و خرم رہ سکتا ہے جس کی عمر اسے اجل کی طرف کھینچ رہی ہو اور جس کی زندگی اسے موت کی طرف دھکیل رہی ہو۔ (جامع العلوم والحکم)

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اس فانی دنیا سے غیر معمولی دلچسپی رکھنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس اسٹیشن کے ویٹنگ روم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آئے اس پر سوار ہو جانا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں آدمی اپنے سفر کی تیاری میں مشغول رہے، اپنے سامان سفر کو تیار کرے، جو چیزیں وطن پہنچ کر کام آنے والی ہیں ان کو فراہم کرلے تو یقیناً اس کے لئے کارآمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کردے، اپنا سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ روم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینے سے رکھنے میں لگ جاوے یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں لٹکانے کے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی متاع بھی ضائع کرے گا۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۸)

عقبیٰ کے اے مسافر منزل تری کدھر ہے
کیونکر لگے یہاں دل لمحوں کا یہ سفر ہے

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

مومن کیلئے دنیا کی حیثیت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر .(مسلم/ الزهد)

ترجمہ: ''حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

ایک حدیث میں ہے دنیا اس کا گھر ہے، جس کا کوئی گھر نہیں اور یہ اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اس کے لئے وہی جمع کرتا ہے جس کو کوئی عقل نہیں۔ (مشکوۃ)

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۔ (آل عمران ۱۹۶)

''(اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے، یہ چند روزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے۔''

یعنی کفار جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں مسلمان کو چاہئے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائے۔ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ قورمے کھلانے کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا، خوش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش مہیا کرلے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۔ (آل عمران ۱۹۸)

''لیکن جو لوگ خدا سے ڈرتے رہے، ان کے لئے بہشتی باغات ہیں جن کے (محلات) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (اب اس عیش و کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟) یہ وہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے (مہمان اس لئے کہا کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں پڑتی، عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے) اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔''

معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کو قید خانہ سمجھ کر رہے، اپنے مالک و خالق کی ہر بات کا خیال کرتا ہو زندگی کا ہر قدم پھونک کر رکھے اسے اس قید خانہ سے چھٹکارا پالینے پر کریم آقا کی ایسی مہمانی کا شرف حاصل ہوگا جو تصور سے بالاتر ہے۔

اور جو شخص دنیا ہی کو اپنی جنت بنا لے اور یہیں اپنی تمام خواہشات پوری کرنے کی فکر میں لگ کر آخرت سے غافل ہو بیٹھے اور اپنے خالق و مالک کے حکم سے سرتابی اور بغاوت اختیار کرے بہت جلد وہ اس عشرت کدہ سے نکال کر دائمی رسوا کن عذاب الیم کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور وہ بزبان حال یہی کہتا ہوگا۔

تھی فقط غفلت ہی غفلت عیش کا دن کچھ نہ تھا
ہم اسے سب کچھ سمجھتے تھے ولیکن کچھ نہ تھا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دُعا کیجئے: یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

حُبّ دنیا سے یقیناً آخرت ویران ہوتی ہے

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

من احب دنیاہ أضر بآخرتہٖ و من أحب اٰخرتہ أضر بدنیاہ فاثروا ما یبقی علی ما یفنی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے اس کو اس چیز پر ترجیح دو جو بہر حال فنا ہونے والی ہے۔''

''اس حدیث پاک میں دنیا سے محبت نہ کرنے پر تنبیہ ہے کہ محبت ایسی سخت چیز ہے کہ جس کے ساتھ بھی لگ جائے رفتہ رفتہ آدمی کو اسی کا بنا دیتی ہے۔ اسی لئے آخرت کے ساتھ محبت پیدا کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور دنیا سے ترک محبت پر تنبیہ ہے کہ دنیا سے محبت رکھنے والا اگرچہ آخرت کے اعمال اس وقت کرتا ہو لیکن اس ناپاک دنیا کی محبت رنگ لائے بغیر نہ رہے گی اور آہستہ آہستہ آخرت کے کاموں میں تساہل اور حرج اور نقصان پیدا کرے گی۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کو محبوب رکھتا ہے سارے پیر و مرشد مل کر بھی اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اور جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے اس کو سارے مفسد مل کر بھی گمراہ نہیں کر سکتے۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۸)

اسی طرف ایک جگہ قرآن پاک میں توجہ دلائی گئی ہے۔

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ (توبہ ۳۸)

''کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی۔ سو دنیوی زندگی کی تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے''

اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ دین کے معاملے میں ہر کوتاہی، سستی اور غفلت اور تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب یہی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حب الدنیا رأس کل خطیئة یعنی دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے۔

حاصل یہ کہ بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی چاہئے اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے۔ (معارف القرآن۔ ۲۷۹/۴)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پر فتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

آخرت دارالحساب

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اخوف ما اتخوف علی امتی الھوی و طول الامل. فاما الھوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الأخرۃ . و ھذہ الدنیا مرتحلۃ ذاھبۃ و ھذہ الأخرۃ مرتحلہ قادمۃ ولکل واحدۃ منھا بنون فان استطعتم ان لا تکونوا، من بنی الدنیا فافعلوا فانکم الیوم فی دارالعمل ولا حساب وانتم غدا فی دارالأخرۃ ولا عمل. (مشکوۃ/الرقاق عن البیہقی فی الشعب)

ترجمہ: ”حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف خواہشات (کی پیروی میں مبتلا ہو جانے) اور امیدوں کے طویل ہو جانے کا ہے۔ خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتا ہے اور امیدوں کا طویل ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے اور یہ دنیا تو چلتی چلی جارہی ہے (یعنی دور ہوتی جارہی ہے) اور یہ آخرت چلتی چلی آرہی ہے اور دنیا ہو یا آخرت دونوں کے اس دنیا میں کچھ سپوت ہیں اگر تم سے ہو سکے تو اس کی کوشش کرو کہ دنیا کے سپوت نہ بنو کیونکہ آج تم دارالعمل میں ہو (جو کرنا ہے کرلو) یہاں حساب نہیں اور کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہیں (حساب ونتائج سامنے آئیں گے۔)“

حدیث پاک میں تین باتوں پر تنبیہ فرمائی گی:

(۱) خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ راہ حق میں آڑے آ جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۔ (ص۲۶)

”اور نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ اس وجہ سے کہ روز حساب کو بھولے رہے۔“

یعنی کبھی کبھی کسی معاملے میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر (ہمیشہ پیش نظر) رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔ (تفسیر عثمانی۔ سورہ ص)

(۲) طویل امیدیں نہ باندھو کہ یہ آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور بھی متعدد احادیث میں اس پر تنبیہ وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے پچھلے حصے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ یہ تو آدمی کی موت ہے جو اس کے سر پر ہر وقت سوار ہے اور دوسرے ہاتھ کو دور تک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ دور تک اس کی امیدیں جاری ہیں۔ (ترغیب۴/۲۴۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ چار چیزیں شقاوت (کی علامتوں) میں سے ہیں:

(۱) آنکھوں کا خشک ہو جانا (کہ فکر آخرت اور خوف خدا سے کبھی نم بھی نہ ہوں) (۲) دل کا سخت ہو جانا (کہ وعظ و

نصیحت کا کوئی اثر نہ ہو)۔ (۳) طویل امیدوں کا ہونا۔ (۴) دنیا کی حرص رکھنا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے ایک دنیا کی محبت دوسرے آرزوں اور امیدوں کے طویل ہونے میں۔

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں ایک خاص چیز پر تنبیہ فرمائی گئی ہے جو تجربہ میں بھی بہت صحیح ثابت ہوئی کہ بڑھاپے میں دنیا کی محبت اور لمبی لمبی امیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں اور جتنا بھی مرنے کا زمانہ بڑھاپے کے لحاظ سے قریب آتا جاتا ہے اتنی ہی اولاد کی شادیوں کی امنگیں، اچھے اچھے مکانات تعمیر کرنے کا ولولہ، جائیداد بڑھانے کا جذبہ وغیرہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ (فضائل صدقات ص۳۹۳)

یہ تمام باتیں انسان کو اپنے میں مشغول کر کے فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہیں اور طولانی امیدیں تو شان مسلمانی ہی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ. (حجر ۲۔۳)

''کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔ آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ خوب کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ کھانے پینے کو مقصد اور اصلی مشغلہ بنا لینا اور دنیاوی عیش و عشرت کے سامان میں موت سے بے فکر ہو کر طویل منصوبوں میں لگے رہنا کفار ہی سے ہوسکتا ہے جن کا آخرت اور اس کے حساب و کتاب اور جزا وسزا پر ایمان نہیں۔ مومن بھی کھاتا پیتا ہے اور معاش کا بقدر ضرورت سامان کرتا ہے اور آئندہ کاروبار کے منصوبے بناتا ہے مگر موت اور فکر آخرت سے غافل ہو کر یہ کام نہیں کرتا۔ اس لئے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر رہتی ہے اور فضول منصوبہ بندی کو مشغلہ نہیں بناتا۔ (معارف القرآن م۔۹/۵۔۲۷)

(۳) دنیادار بننے سے اپنے آپ کو بچاتے رہو

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران ۱۸۵)

''اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔''

یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکے میں ڈالنے والی چیز ہے جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

نیز ارشاد ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔(انعام ۳۲)

''اور دنیوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو ولعب کے اور پچھلا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے کیا تم سوچتے نہیں۔''

کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدر زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ ہے اور بے حقیقت ہے یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس دنیا میں ایسی چیز جو ہر انسان کو حاصل اور سب سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے وہ اس کی زندگی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ایک محدود وقت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اپنی زندگی کی صحیح حد کسی کو معلوم نہیں کہ ستر سال ہوگی یا ستر گھنٹے یا ایک سانس کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رضاءِ الٰہی کی متاع گرانمایہ جو دنیا و آخرت کی راحت وعیش اور ابدی آرام کی ضامن ہے وہ صرف اسی محدود حیات دنیا میں حاصل کی جاسکتی ہے اب ہر انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل و ہوش دیا ہے خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ زندگی کے ان محدود لمحات وساعات کو کس کام میں خرچ کرنا چاہئے'' بلاشبہ عقل کا تقاضا یہی ہوگا کہ ان قیمتی اوقات کو زیادہ سے زیادہ اس کام میں خرچ کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہو، باقی کام جو اس زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں ان کو بقدر ضرورت ہی اختیار کیا جائے۔ (معارف القرآن)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پینے کے لئے پانی طلب فرمایا تو خدمت اقدس میں شہد ملا ہوا پیش کیا گیا، اس کو دیکھ کر فرمایا کہ بلاشبہ یہ عمدہ چیز ہے لیکن میں (چونکہ) قرآن شریف میں اللہ کی طرف سے بہت سے لوگوں کے متعلق دل چاہی چیزوں میں پڑھنے کی مذمت پڑھ چکا ہوں (اس لئے اس کو نہیں پیوں گا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (احقاف پ26)

تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو اپنے کام میں لا چکے۔

لہٰذا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس کے پینے سے آخرت کی لذتوں سے محروم نہ کردیا جاؤں اور دنیا میں جو نیکیاں کی ہیں ان کا بدلہ یہی دنیا کی لذتیں نہ بن جائیں اور آخرت میں محرومی ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور ہرگز نہ پیا۔ (مشکوۃ شریف)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

حقیقی عقلمند کون؟

عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا و تمنیٰ علی اللّٰہ ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (یا اسے قابو میں کرے) اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور بے وقوف (نکما) وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگائے رہے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں رکھے۔''

جس طرح اہل دنیا میں وہی شخص زیادہ باکمال، باتدبیر اور دور اندیش سمجھا جاتا ہے جو اپنے کاروبار اور حساب و کتاب میں تجربہ کار، نہایت مستعد، ہوشیار اور وسیع معلومات رکھتا ہو اور دنیاوی ترقی اور مال و دولت کے حصول کا جو موقع بھی سامنے آئے اس میں حصہ لینے سے نہ چوکتا ہو اور اس کے برعکس وہ شخص ہے جو ہوش وحواس بجا ہونے اور قوت وصلاحیت رکھنے کے باوجود ان چیزوں میں کوئی دلچسپی نہ لیتا ہو۔ تھوڑے پر قناعت کو کافی سمجھتا ہو اور اپنے روشن مستقبل کی فکر سے بے نیاز ہو یا تعطل (بے کاری) وتبتل (لوگوں سے کنارہ کشی) لا ابالی پن کے ساتھ زندگی گزارنے پر مصر (اڑا رہنے والا) ہو تو دنیا کی نگاہ میں اسے بڑا نکما اور بے وقوف شاید کوئی نہ ہو۔

ٹھیک اسی طرح آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک ہوشیار بس وہی ہے جسے آخرت کے حساب و کتاب کی فکر ہو جو پائی پائی اور ذرہ ذرہ ثواب کمانے کی جستجو میں لگا رہتا ہو اور اپنی اس عارضی اور فانی زندگی کو ایک دوامی اور جاودانی زندگی کے حصول اور اس کی تیاری کے لئے غنیمت جانتا ہو اور اسی میں اپنی تمام تر قوت وصلاحیت خرچ کرنے کے درپے رہتا ہو اور اپنی تمام خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریق کے تابع کر کے ہر قدم اپنے مولیٰ کی رضا جوئی میں مگن رہتا ہو اور اس کا کوئی سانس ذکر الٰہی، نفس کے محاسبہ اور فکر آخرت سے خالی نہ ہوتا ہو۔ حضرت فاروق اعظم اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں **حاسبوا انفسکم** ......الخ کہ ''اپنا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ ہو اور اسے تول لو قبل اس کے کہ تمہیں تولا اور پرکھا جائے۔ اور سب سے بڑی عدالت میں پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس ذات کے سامنے جس سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں: **یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃ** ۔ (حاقہ ۱۸) ''اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، چھپی نہ رہے گی تمہاری کوئی چھپی بات''۔

جس دن کہ ہر شخص کو اس کا نامہ اعمال دے کر کہا جائے گا: '' **اِقْرَاْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا** ۔ (بنی اسرائیل ۱۴) ''اپنا اعمال نامہ (خود) پڑھ لے، آج تو خود ہی اپنا حساب جانچنے کے لئے کافی ہے۔''

اور اسی طرح اخروی زندگی کے اعتبار سے احمق اور نادان شخص وہ ہے جو نالائق اور بد عمل ہونے کے باوجود نیک خواہشات اور بلند مقامات کے حصول کی طمع رکھے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بد عملی کے ساتھ (نیک) آرزوئیں رکھنا بے وقوفی ہے جیسا کہ حدیث سے

معلوم ہوا۔ بہت سے لوگ گناہوں میں اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کے نزدیک گناہوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ فسق وفجور ہی کو زندگی کا مقصد بنائے ہوئے ہیں، نہ توبہ کرتے ہیں، نہ توبہ کی ضرورت سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو توبہ کا کبھی کبھی خیال تو آتا ہے لیکن نفس و شیطان یہ سمجھاتے ہیں کہ ابھی گناہ کرتے رہو بہت زندگی پڑی ہے۔ اخیر عمر میں توبہ کرلیں گے۔ حالانکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ ہر منٹ اور ہر سیکنڈ میں یہ احتمال ہے کہ شاید یہی عمر کا آخری لمحہ ہو۔ آج کل ایسے حوادث کثرت سے ہوتے رہتے ہیں کہ اچانک موت آجاتی ہے۔ آئندہ توبہ کرنے کی امید پر گناہ کرتے رہنا اور توبہ کا موقعہ ہوتے ہوئے توبہ نہ کرنا بہت بڑی نادانی اور بے وقوفی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں یہ احساس ہے کہ گناہ بری بات ہے اور یہ پکڑ کا ذریعہ ہے لیکن ان کا نفس اندر سے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ بڑا رحیم و کریم ہے وہ بخش دے گا۔ لیکن یہ نہیں خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب بھی ہے، جبار و قہار بھی ہے۔ ضروری نہیں کہ بخش ہی دے۔ سمجھدار آدمی اس طرح سوچتا ہے کہ نہ بخشا تو کیا ہوگا؟ جو بدعملی کرتا رہے، فرائض وواجبات ضائع کرے، گناہوں سے باز نہ آئے اور مغفرت کی امید باندھے رہے اس کو حدیث میں بے وقوف بتلایا۔ (فضائل توبہ واستغفار)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاتفاق نبیوں کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، حدیث شریف میں ان کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں، بعض حدیثوں میں ہے کہ ابوبکر جنت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں گے اور اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

ان سب فضیلتوں کے باوجود آخرت کے اتنے فکر مند تھے کہ یوں بیان فرماتے تھے۔ کاش میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ کر پھینک دیا جاتا، کاش میں کوئی گھاس ہوتا جسے جانور کھا جاتے اور آخرت کے حساب کتاب سے بچ جاتا، کبھی فرماتے تھے کاش میں کسی مومن کا بال ہی ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہوجائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

گنہگار کے لئے اعلان مغفرت

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ............الآیہ (زمر۵۳)

ترجمہ: ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔''

اور دیگر اس مضمون کی آیتیں (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطا کاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیاہ کاروں کے لئے اس میں گنجائش ہے، لیکن اس کے دروازہ میں داخلے کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کیساتھ عدالت بھی ہے

اسی لئے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش وغفاریت کے ساتھ اس کی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزادہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ ہی میں ''رب العلمین'' اور ''الرحمن الرحیم'' کے ساتھ اس کی صفت ''ملک یوم الدین'' کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ اس کا مقصد اور منشاء یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہوا ہے۔ بہرحال ایسی غلط فہمی سے بچانے کے لئے قرآن مجید میں جا بجا رحمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھیے۔

فَاِنۡ کَذَّبُوۡکَ فَقُلۡ رَّبُّکُمۡ ذُوۡ رَحۡمَۃٍ وَّاسِعَۃٍ ۚ وَ لَا یُرَدُّ بَاۡسُہٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ۔ (انعام آیت ۱۴۷)

''اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کے بعد بھی) تمہاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا اس کا قانون ہے۔ اس لئے اگر تم باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو اس کی سخت سزا پاؤ گے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹایا نہیں جا سکتا۔''

بہرحال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور مہربان ہے اور اس کی رحمت میں سب کے لئے پوری گنجائش ہے: و رحمتی وسعت کل شیء۔ بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے تو وہ اسے بخشنے کے لئے اور اسے اپنی آغوش رحمت میں جگہ دینے کے لئے تیار ہے لیکن اس کے ساتھ وہ صاحب عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اور حکمت کا تقاضا ہے۔ اس لئے جو شریر اور مفسد سرکشی اور شرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیر ونصیحت کے باوجود نافرمانی اور بغاوت اور کفر وشرک ہی پر جمے رہیں گے وہ آنے والے اس عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت ''عدل'' کا پورا ظہور ہوگا۔ اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ پا سکیں گے۔

پس جو شخص توبہ کے ساتھ مغفرت کا امیدوار ہے وہ تو

حقیقت میں امیدوار ہے اور جو گناہوں کے ساتھ امید باندھے ہوئے ہے وہ احمق ہے، دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ پہلے لوگ عبادات پر مرمٹتے تھے، گناہوں سے نہایت اہتمام سے بچتے تھے، تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے، شبہ کی چیزوں سے بھی دور رہتے تھے، رات دن عبادت میں مشغول رہ کر ہر وقت اللہ کے خوف سے روتے تھے۔ جبکہ اس زمانے میں ہر شخص خوش ہے، اللہ کے عذاب سے ہر وقت مطمئن ہے، اس کو کسی وقت بھی عذاب کا ڈر نہیں، دن رات کی شہوتوں اور دنیا کی لذتوں میں منہمک ہے، دنیا کمانے کی ہر وقت فکر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں اور گمان یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ کے کرم پر بھروسہ ہے اس کی مغفرت کی امید ہے، اس کی معافی کا یقین ہے، گویا انبیاء کرام صحابہ عظام اور اولیاء مخلصین میں سے تو کسی کو اس کی رحمت کی امید ہی نہ تھی جو اس قدر مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ (فضائل صدقات ۴۵۰)

لوگوں کی غلط فہمی پر امام غزالی رحمہ اللہ کی تنبیہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نفس نے ایک شوشہ چھوڑ دیا اور دھوکے میں ڈال رکھا ہے، غفلت کئے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ خدا کریم ہے معاف کرنے والا ہے، سب کچھ بخش دے گا اور برے عمل کے باوجود ہم کو جنت میں بھیج دے گا۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ کھیتی اور تجارت میں ایسا کیوں نہیں خیال کر لیتے؟ کیا آخرت کا خدا کوئی اور ہے اور دنیا کا کوئی اور؟ اور جب دونوں کا خدا ایک ہی ہے تو دنیا کے کمانے کے متعلق اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر گھر میں کیوں نہیں بیٹھتے اور کیوں نہیں خدا پر بھروسہ کرتے کہ جب وہ رزاق اور قادر ہے تو بلا محنت کئے ہوئے بھی ہمارا پیٹ بھر دے گا، جس سے بلا محنت مزدوری کے ہم مالا مال ہو جائیں گے۔ مگر افسوس کہ یہاں تو یوں جواب دیتے ہو کہ معاش کے لئے اسباب کا اختیار کرنا ضروری بات ہے کیونکہ مدفون کے خزانہ کا ہاتھ لگ جانا تو ایک اتفاقی امر ہے کہ شاذ و نادر کبھی کسی کے لئے ایسا اتفاق بھی پیش آ جاتا ہے مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا، پس ایسا ہی آخرت کے متعلق بھی سمجھو کہ خراب اعمال اور بدکاروں پر معافی و مغفرت کی توقع کرنا اس سے زیادہ شاذ و نادر ہے کیونکہ حق تعالیٰ صاف فرما چکا ہے کہ انسان کو وہی ملے گا جو وہ کرے گا (اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے "و ان لیس للانسان الا ما سعی" (نجم آیت ۳۹) اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) اور متقی بندے فاسق و فاجر لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے (اس مضمون کی آیت اسی حدیث کے تحت اوپر گزر چکی) وغیرہ وغیرہ۔

دنیا کے معاملات میں تو اسباب اختیار کرنے کو ضروری بھی نہیں فرمایا بلکہ ان سے بے توجہ بنایا اور یوں فرمایا ہے کہ "کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو (اس مضمون کی آیت سورۃ ہود کی ابتداء میں ہے) تعجب ہے کہ دنیا کمانے میں تو خدا پر بھروسہ نہیں ہے اور آخرت میں بد عملیوں کی معافی پر وثوق اور بے جا توقع رکھ کر اپنا دین برباد کر رہے ہو، خوب یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے، جس نے مخلوق کو تباہ اور اعمال سے کاہل بنا کر عبادت و طاعت سے روک رکھا ہے۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (تبلیغ دین ص ۲۱۳)

دُعا کیجئے: ☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

موت کی یاد دنیا وآخرت کی بزرگی کا ذریعہ

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال اتیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ فقام رجل من الانصار فقال یا نبی اللّٰہ من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثر ھم ذکراً للموت واکثرھم استعداد للموت اولئک الا کیاس ذھبوا بشرف الدنیا و کرامۃ الاٰخرۃ. (رواہ الطبرانی وابن ماجہ، کذا فی الترغیب)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (کہ آنے والوں میں) دسواں میں تھا، تو ایک انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھدار اور دور اندیش کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جوان میں سے موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور سب سے زیادہ موت کی تیاری میں لگے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا کی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔''

ایسے ہی اہل عقل و دانش کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِداً وَّ قَآئِماً یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَیَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ۔ (زمر۹)

''بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا، خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی، تو فرما دیجئے کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ، سوچتے وہی ہیں جن کو عقل ہے''

یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا، کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بے قرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے، کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا اوپر ذکر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہ رہا، مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

''یقیناً موت آنے والی ہے تو تو اس کے لئے پوری طرح تیار ہو جا کیونکہ عقل مند کو موت کی یاد اپنے ہی میں مشغول کئے رہتی ہے۔ بھلا وہ شخص کس طرح زندگی میں سکون و قرار پا سکتا ہے اور جینے کا لطف اٹھا سکتا ہے جسے یہ معلوم ہے کہ عنقریب اس کی آنکھوں پر مٹی ڈالی جانیوالی ہے (اور آخر اسے پیوند خاک ہو رہنا ہے)''۔ (بستان الواعظین)

''اے دھوکا کھانے والی اگر تیرے اندر ذرا بھی شعور ہوتا تو خوف و دہشت کی وجہ سے تیری آنکھیں لوگوں کے سامنے کبھی نہ چمکتیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ موت کے تیر تو ان کو اپنا نشانہ بنائے جا رہے ہیں اور یہ ہیں کہ انہیں روڑے مٹی کو بلند کرنے (یعنی اونچے اونچے محل بنانے) میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے سے ہی فرصت نہیں۔''

موت وہ شے ہے جو تمام لذتوں کو توڑ دیتی ہے اور تمام مزوں کو کرکرا کر دیتی ہے اور تمام خوشیوں کو مکدر کر کے رکھ دیتی ہے اور مصیبتوں کو بھی فنا کر دیتی ہے۔

''اے لذتوں کو مکدر کر دینے والی شے! تجھ سے کسی کو مفر نہیں۔ میرا نفس اس بات سے ڈرتا ہے جو اسے عنقریب پیش آنے والی ہے۔ میں نے دیکھا کہ موت لوگوں میں تقسیم ہو چکی، اب ان کے بعد میری باری بھی آنے ہی والی ہے۔''

''بلا شبہ جو شخص اپنے مزوں میں مدہوش بے فکری کی زندگی گزار رہا ہے وہ درحقیقت اپنے لطف و سرور سے دھوکا کھائے بیٹھا ہے، کیونکہ جس آدمی کے پیش نظر قبرستان اور موت کا تصور ہو اگر وہ عقلمند ہے تو پھر دنیا میں اس کی خوشی کے لئے کوئی چیز نہیں۔''

نیز امام ابن حبان عمر بن ذر سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے محلے کے ایک جوان کو وراثت میں اس کے آباؤ واجداد کا ایک بڑا مکان مل گیا، اس جوان نے اس مکان کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک نہایت مضبوط اور عالیشان محل تیار کروایا۔ جب وہ سویا تو اسے خواب میں کسی نے آ کر کہا:

''اگر تجھے دنیا میں زندہ رہنے کی ہوس ہے تو دیکھ لے تیرے ہی گھر کے مالکان مردوں کے ساتھ جا بسے ہیں کیا تجھے ان جاہ وجلال والے لوگوں کا اتہ پتہ کہیں ملتا ہے؟ سارے محلات ویران ہو گئے اور ساری آوازیں خاموش ہو گئیں۔''

یہ خواب دیکھ کر اس جوان کی حالت ہی بدل گئی وہ اٹھا اور پچھلی (عیش وآرام کی) زندگی سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح اور آخرت کی فکر میں ہمہ تن مشغول ہو گیا۔ (روضۃ العقلاء ص ۲۸۴)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما کر (جلدی سے) تیمّم فرما لیتے تھے میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے قریب ہے (تیمّم کرنے میں آپ نے اتنی جلدی کیوں فرمائی) آپ جواب میں فرماتے مجھے کیا معلوم کہ ابھی کیا ہونے والا ہے، شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں (لہذا پانی تک پہنچنے تک تیمّم ہی کر لیا)۔ (شرح السنہ)

درحقیقت موت کا کچھ پتہ نہیں کب آ جائے۔ مومن کو ہر وقت آخرت ہی کے اعمال میں مشغول رہنا ضروری ہے۔ بڑی بڑی امیدیں باندھنا اور دنیا میں دل لگانا مومن کو زیب نہیں دیتا۔

۲- ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک جانور پر نظر پڑی جو مزے سے درختوں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا، اس جانوروں کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا کہ (اے جانور) تو کس قدر مزے میں کھاتا پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔ آمین یارب العالمین

موت... دنیا کے مزے ختم کرنیوالی

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

اكثروا ذكرها ذم اللذات يعنی الموت (رواه ابن ماجه والترمذی)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ جو شخص تنگی میں اسے یاد کر لیتا ہے وہ اس پر وسعت کر کے رہتی ہے اور جو اسے وسعت (عیش وعشرت) میں یاد کرتا ہے وہ اس پر تنگی کر کے رہتی ہے۔''

حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کے مختصر ہونے کا بھی ذریعہ ہے، موت کی تیاری کا بھی سبب ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہونے کا بھی سبب ہے جو اصلی مقصود ہے، مال کو جمع کر کے چھوڑ جانے سے بھی روکنے والا ہے، دوسروں پر ظلم وستم اور دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے بھی روکنے والا ہے غرض یہ عمل بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ سلوک کا بھی معمول ہے کہ اپنے مریدین میں سے اکثروں کو جن کے مناسب حال ہو اس کا مراقبہ خاص طور سے تلقین کرتے ہیں۔ (فضائل صدقات ۴۵۰)

قرآن کریم نے بار بار ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے ایک جگہ ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران ۱۸۵)

''ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پورا پورا بدلہ (بھلائی برائی کا) قیامت ہی کے روز ملے گا۔ تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا اس کا تو کام بن گیا (وہ پورا کامیاب ہو گیا)

حافظ ابن حبان بستیؒ کی نصیحت

امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بستی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''روضۃ العقلاء'' کے اختتام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ عقلمند پر ضروری ہے کہ ہم نے اس کتاب میں عقل سے متعلق جن امور کی نشاندہی کی ہے ان کا اہتمام کرتے ہوئے موت کی یاد کو بھی اپنی زندگی کا لازمی جزو بنائے کہ ہر لمحہ اس کی فکر سوار رہے اور دنیا اور اس کے مال ومنال کے دھوکے میں پڑنے سے ہر وقت چوکنا رہے۔ کیونکہ موت ایسی چکی ہے جو مخلوق کے درمیان ہر وقت گھوم رہی ہے اور یہ ایسا جام ہے جس کا دور چلتا ہی جا رہا ہے۔ ہر ذی روح کو اپنے لبوں سے یہ جام ایک نہ ایک دن لگانا ضرور ہے اور اس کا مزہ چکھنا یقینی ہے۔ نیز وہ سکینہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوالعتاھیہ شاعر نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کے ہاں گیا، مجھ پر نظر پڑی تو خلیفہ نے پوچھا ابوالعتاھیہ؟ میں نے کہا جی ہاں پوچھا وہی مشہور شاعر؟ میں نے کہا جی ہاں وہی! انہوں نے کہا تو پھر مجھے کچھ نصیحت آموز مگر مختصراً اشعار سناؤ۔ میں نے انہیں یہ اشعار سنائے۔

ترجمہ:۔ کسی لمحہ اور کسی گھڑی بھی موت سے مطمئن نہ ہونا اگرچہ کتنا ہی دربانوں اور پہریداروں کے ذریعہ اپنی حفاظت کا انتظام کر لو اور یہ جان لو کہ موت کا تیر ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نشانے پر لئے ہے چاہے ہم کتنا ہی زرہ اور ڈھال کے ذریعہ اس سے بچنے کی تدبیر کئے رہیں اور تم نجات کی آس لگائے بیٹھے ہو حالانکہ اس کا راستہ تم نے اختیار ہی نہیں کیا، یہ یاد رکھو کہ کشتی کبھی خشکی پر چلا نہیں کرتی!'' یہ

سنتا تھا کہ خلیفہ ہارون رشید بے ہوش کر گر پڑے۔

نیز اس قسم کے واقعات واشعار نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حبان فرماتے ہیں:

''پس عقلمند آدمی کبھی اس چیز کو بھلا نہیں سکتا جو ہر وقت اس کی تاک میں لگی ہوئی ہے، جو ہر قدم اس کے پیچھے پیچھے ہے اور اس کا ہر سانس گن رہی ہے۔ پس کتنے ہی اپنے گھر کے ہر دلعزیز اور پیارے، اپنی قوم کے محترم، اپنے علاقے کے باحیثیت لوگ جو ہر فکر سے آزاد، خود مختار اور آسودہ حال تھے انہیں اس بادشاہوں کی بادشاہت چھین لینے والی اور زور آوروں کو پچھاڑ دینے والی اور مغرور وسرکشوں کی کمر توڑ دینے والی شے نے اچانک آلیا اور اسے اس کے دوستوں، چاہنے والوں، پڑوسیوں کے درمیان پٹخ دیا، اس کے اہل و عیال سے زبردستی چھڑا دیا۔ ایسے وقت میں کوئی اس کے کام نہ آیا اور موت کے مضبوط پنجوں سے کوئی اسے چھڑا نہ سکا۔ اور اسی طرح کتنی قوموں کو موت نے نیست و نابود کر دیا، کتنے شہروں کو ویران کر ڈالا اور کتنی سہاگنوں کے سہاگ اجاڑ دیئے اور کتنوں کو یتیم بنا ڈالا اور کتنوں کو بھائیوں اور دوستوں سے چھڑا کر اکیلا و تنہا کر دیا۔

پس دانشمند آدمی کبھی کسی اچھی حالت (اور ایسے عیش و آرام) سے جس کا انجام ایسا برا ہو دھوکہ نہیں کھا سکتا، نہ وہ ایسی زندگی میں مگن ہو سکتا ہے اور نہ وہ اس وقت اور موقع کو بھول سکتا ہے جس کا سامنا کرنا اسے یقینی ہے اور جس کا واقع ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موت ایسا طالب ہے کہ نہ اس کے سامنے ڈٹ جانے والا اسے عاجز کر سکتا ہے اور نہ اس سے بھاگنے والا اپنی جان بچا کر کہیں بھاگ سکتا ہے۔ (روضۃ العقلاء ص ۲۸۴)

''موت ایک ایسا دروازہ ہے جس میں ہر ایک کو داخل ہونا ہے۔ پس کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ اس دروازہ کے بعد کون سا گھر ملتا ہے، وہ گھر اگر تم نے اپنے مولا کی مرضی کے مطابق عمل کیا تو ہمیشہ رہنے والی باغ و بہار جنت ہوگی اور اگر کوتاہی کی تو پھر وہ آگ ہی آگ ہوگی۔''

ابو حامد لفاف فرماتے ہیں کہ جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اسے تین چیزوں سے نوازا جاتا ہے، توبہ میں جلدی کرنا، گزران پر قناعت اور عبادت میں نشاط اور جو موت کو بھول جائے اسے تین چیزوں کی سزا ملتی ہے، توبہ میں ٹال مٹول کرتا ہے، کفاف پر قناعت نہیں کرتا (یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا ہو جاتا ہے) اور عبادت میں سستی کرنے لگتا ہے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

اے غافل یا غفلت سے باز

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مصلاہ فرأی ناساً کانھم یکتشرون فقال اما انکم لو اکثرتم ذکرھا ذم اللذات أشغلکم عما اری الموت ...... الخ . (الترمذی و البیھقی . الترغیب)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو توڑنے والی ''موت'' کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئے، ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، میں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب مومن بندہ دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے ان میں تو مجھے بہت پسند تھا آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھادوں گی، اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنت میں کھل جاتی ہے (جس سے وہاں کی خوشبوئیں اور ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں) اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نامبارک ہے تیرے آنے سے جی بہت برا ہوا، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے تو ان میں مجھے بہت ہی برا لگتا تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اس کو بھینچتی ہے) کہ مردے کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں پسلیاں ایک جانب کی دوسری جانب میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدھے اس پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اوپر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اگنا بند ہو جائے۔ یہ سب کے سب قیامت تک اس کو نوچتے رہیں گے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔''

اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ہر وقت خوش طبعی میں لگے رہنا ہنستے کھلکھلاتے رہنا ایک مومن کے شایان شان نہیں موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کو یاد کر کے اس کی تیاری میں لگنا چاہئے تا کہ وہاں کے خوفناک حالات کا سامنا نہ ہو اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور قبر کی یاد

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے کسی نے عرض کیا امیر المومنین آپ اس جنازہ

کے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے؟ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیز تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ میں نے کہا تو ضرور بتا۔ اس نے کہا ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، خون سارا چوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں، مونڈھوں کو بانہوں سے جدا کر دیتی ہوں اور بانہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے اور فرمایا کہ دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا، اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔ کہاں گئے اس کے وہ دلدادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چل دیئے وہ اپنے صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں شاید نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مبتلا ہوئے وہ لوگ خدا کی قسم دنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے باوجود یہ کہ مال کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خوب کماتے تھے ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے، لیکن اب دیکھ لو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا کیا حال کر دیا اور خاک نے ان کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ان کی ہڈیوں کا کیا حال بنایا۔ وہ لوگ دنیا میں اونچی اونچی مسہریوں پر اور اونچے اونچے فرش اور نرم نرم گدوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز واقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو تیار رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا۔ ان کو آواز دے کر ان سے پوچھ کہ کیا گزر رہی ہے۔ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے مالدار سے پوچھا کہ اس کے مال نے کیا کام دیا، ان کے فقر سے پوچھ کہ اس کے فقیر نے کیا نقصان دیا۔ ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی، ان کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں۔ ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر، ان کے خوبصورت اور دلربا چہروں کا حال پوچھ کیا ہوا ان کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر بنایا، ان کے رنگ کالے کر دیئے، ان کا گوشت کھا لیا ان کے منہ پر مٹی ڈال دی، اعضاء کو الگ الگ کر دیا، جوڑوں کو توڑ دیا، آہ کہاں ہیں ان کے وہ خدام جو ہر وقت "حاضر ہوں جی" کہتے تھے، کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے جن میں آرام کرتے تھے، کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے، ان حشم و خدم نے اس کو قبر میں کھانے کے لئے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اس کی قبر میں کوئی بستر ہ بھی نہ بچھایا۔ کوئی تکیہ بھی نہ رکھ دیا، زمین پر ڈال دیا، کوئی درخت، پھول پھلواری بھی نہ لگا دی، آہ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، ان کے لئے اب رات دن برابر ہے، دوستوں سے مل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بلا نہیں سکتے۔ کتنے نازک بدن مرد نازک بدن عورتیں آج ان کے بدن بوسیدہ ہیں، ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہیں

آنکھیں نکل کر منہ پر گر گئیں، گردن جدا ہوئی پڑی ہے، منہ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں، وہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کی جوروؤں نے دوسرے نکاح کر لئے، وہ مزے اڑا رہی ہیں، بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کر لیا، وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔

مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں لذتیں اڑا رہے ہیں۔ تروتازہ چہروں کے ساتھ راحت وآرام میں ہیں (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر میں اس گھر کو یاد رکھا۔ اس کی امیدوں سے اُس کی امیدوں کو مقدم کیا اور اپنے لئے توشہ جمع کر دیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانے کا سامان کر دیا)۔

اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا تجھے اس دنیا کے ساتھ آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کمبخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی، کیا تجھے امید ہے کہ تو اس کوچ کے گھر میں ہمیشہ رہے گا۔ تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکے ہوئے پھل، تیرے نرم بستر، تیرے گرمی سردی کے جوڑے، یہ سب کے سب ایک دم رکھے رہ جائیں گے، جب ملک الموت آ کر مسلط ہو جائے گا، کوئی چیز اس کو نہ ہٹا سکے گی، پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدت بڑھ جائے گی اور جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائے گا، افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے، کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے، کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں پھر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونے والی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور دنیا کی امیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ اے بے وقوف خواب کی لذتوں سے دھوکے میں نہیں پڑا کرتے۔ تیرا سارا دن غفلت میں گزرتا ہے اور تیری رات سونے میں گزرتی ہے اور موت تیرے اوپر سوار ہے۔ آج تو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو تو ان پر رنج کرے گا۔ دنیا میں چوپائے اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح تو گزار رہا ہے۔'' کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہو گیا، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (فضائل صدقات)

قرآن کریم نے بھی اس دنیا سے مفارقت کے وقت انسان کی بے چارگی اور پریشان حالی کا اور نیز اس سے اگلی منزلوں کی دشواری کا تذکرہ جا بجا کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَ قِيْلَ مَنْ رَاقٍ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ۔ (القیٰمۃ)

''ہرگز ایسا نہیں، جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ (ارے) کوئی جھاڑ (پھونک) کرنے والا بھی ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے، اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔''

یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو، اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے، جہاں مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہو گیا۔

ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے، کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے۔

مگر اس وقت مرنے والا سمجھ چکا ہوتا ہے کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اس کو جدا ہونا ہے۔ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے، نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔

مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں، پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال واسباب، اہل وعیال، جاہ و حشم سب کو چھوڑنا، دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ (تفسیر عثمانی بتغیر یسیر)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انسان کو متوجہ کیا گیا کہ اپنی موت کو نہ بھولے، موت سے پہلے پہلے ایمان اور عمل صالح کی طرف آجائے تاکہ آخرت میں نجات ملے، آیت مذکورہ میں موت کا نقشہ اس طرح کھینچا کہ غفلت شعار انسان بھول میں رہتا ہے یہاں تک موت سر پر آ کھڑی ہو اور روح تر قوہ یعنی گلے کی ہنسلی میں آ پھنسے اور تیمار دار لوگ دوا علاج سے عاجز ہو کر جھاڑ پھونک کرنے والوں کو تلاش کرنے لگیں اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پر لپٹنے لگے تو یہ وقت اللہ کے پاس جانے کا آ گیا۔ اب نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ کوئی عمل۔ اس لئے عقلمند پر لازم ہے کہ اس وقت سے پہلے اصلاح کی فکر کرے۔

''ہم تو بس اسی سے خوش ہوتے ہیں کہ چلو دن تو گزر رہے ہیں حالانکہ ہر دن جو گزر رہا ہے وہ ہمیں موت سے قریب ہی کرتا جا رہا ہے۔ پس اپنے لئے موت آنے سے پہلے پہلے خوب محنت سے عمل کر کے رکھو کیونکہ کامیابی و ناکامی کا سارا مدار عمل ہی پر ہے۔''

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

☆ یا اللہ اس پر فتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

زندگی برائے بندگی

عن ابی هريرة رضى الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعذر الله الى امرئ اخر اجله حتى بلغ ستين سنة . (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر عذر پورا فرما دیا (یعنی اسے موقع دے کر اس پر حجت تمام فرما دی) جس کی موت اتنی موخر فرما دی کہ وہ ساٹھ سال کی عمر تک پہنچ گیا۔''

یعنی جس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی اور پھر بھی اعمال صالحہ سے اسے کوئی واسطہ نہ ہوا اور اس طرف کوئی توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔

مفسر ابن کثیر بروایت ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے روز کہا جائے گا کہاں ہیں ساٹھ سال کی عمر والے اور یہ وہ عمر ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ۔ (فاطر ۳۷)

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور (صرف عمر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اس جگہ ''وجاء کم النذیر'' میں اشارہ ہے کہ انسان کو عمر بلوغ کے وقت سے اتنی عقل وتمیز منجانب اللہ عطاء ہو جاتی ہے کہ کم از کم اپنے خالق و مالک کو پہچانے اور اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے، اتنے کام کے لئے خود انسانی عقل بھی کافی تھی مگر اللہ جل شانہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے نذیر بھی بھیجے۔ نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت نذیر وہ شخص ہے جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب اپنے لوگوں کو ایسی چیز سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں اور ان چیزوں سے لوگوں کو ڈرائے۔ مراد اس سے معروف معنی کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وعکرمہ اور امام جعفر باقرؒ سے منقول ہے کہ نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال ہیں کہ جب وہ ظاہر ہو جائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد جتنے حالات پیش آتے ہیں اس کے اپنے وجود اور گردوپیش میں جو تغیرات و انقلابات آتے ہیں وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو متنبہ کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن)

دنیاوی مشاغل میں الجھ کر اور شیطانی بہلاووں میں رہ کر آخرت کو بھول جانے والوں کو ایک جگہ متنبہ کیا جاتا ہے:

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمٰن ۳۳)

''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیاوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کہ اس میں منہمک ہو کر اس دین سے غافل رہو اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے دھوکے میں ڈالے۔''

یعنی یقیناً وہ دن آ کر رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے؟ نیز یہ کہ اس دغا باز شیطان کے اغواء سے ہوشیار رہو جو اللہ کا

نام لے کر دھوکہ دیتا ہے، کہتا ہے کہ "میاں اللہ غفور رحیم ہیں خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ، بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا، اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہوں ضرور پہنچ کر رہو گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ پھر کاہے کے لئے دنیا کا مزا چھوڑا۔" اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچائے آمین۔ (تفسیر عثمانی۔لقمٰن)

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی ایک بوڑھے کو نصیحت

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنی عمر کے کتنے سال گزار لئے۔ اس نے کہا ساٹھ سال۔ آپ نے فرمایا تم ساٹھ سال سے اپنے پروردگار کی طرف سفر طے کر رہے ہو اب تو پہنچنے کے قریب ہو گے۔ اس شخص نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ تم جو انا للہ کہہ رہے ہو اس کا مطلب سمجھتے بھی ہو؟ پس جس نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو اسے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور جو یہ جان گیا کہ اسے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا ہے وہ یہ بھی جان لے کہ اس سے پوچھ ہوگی اور جو یہ جان گیا کہ اس سے سوالات ہوں گے وہ ہر سوال کے لئے جواب کی تیاری کر کے رکھے۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ اب مجھے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ یعنی ساری عمر تو غفلت میں گزار دی اب اس کے تدارک کی کیا صورت ہے؟ آپؒ نے فرمایا یہ تو بہت آسان ہے، اس نے کہا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا جو عمر باقی ہے اس میں اچھائی کر لو پچھلا سب کچھ معاف ہو جائے گا اور اگر تم نے باقی عمر بھی گناہوں میں گزار دی تو اگلے پچھلے تمام گناہوں میں تم پکڑے جاؤ گے۔

اور جو شخص ساٹھ برس تک گھاٹ کی طرف چلتا ہی رہا تو اب گھاٹ پر پہنچنا اس کے لئے کوئی زیادہ دور نہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ یہ لیل ونہار جس کے سواری بن چکے ہوں وہ اسے لے کر چلتے ہی جائیں گے اگرچہ وہ اپنی مرضی سے خود نہ چل رہا ہو۔ (جامع العلوم والحکم ص ۳۴۴)

حضرت معقل بن یسارؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ہر آنے والا دن انسان کو یہ ندا دیتا ہے کہ میں نیا دن ہوں اور جو کچھ تو میرے اندر کرے گا قیامت میں میں اس پر گواہی دوں گا اس لئے تجھے چاہئے کہ میرے ختم ہونے سے پہلے کوئی نیکی کر لے کہ میں اس کی گواہی دوں اور اگر میں چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہ پائے گا۔ اسی طرح ہر رات انسان کو یہ ندا دیتی ہے۔

(ذکرہ ابونعیم۔ کذا فی القرطبی)

غفلت میں جوانی کی نہ پیری سے ہو غافل
مہلت تجھے ہر لحہ کمانے کی ہے حاصل
لازم ہے کہ ہر شام کے آخر سحر آوے

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

اللہ سے شرم کیجئے

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استحیوا من اللّٰہ حق الحیاء قال قلنا یا نبی اللّٰہ انا لنستحی والحمد للّٰہ قال لیس ذلک ولکن الاستحیاء من اللّٰہ حق الحیاء ان تحفظ الرأس وما وعٰی و تحفظ البطن وما حوٰی . ولتذکر الموت والبلٰی و من اراد الاٰخرة ترک زینة الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیٰی من اللّٰہ حق الحیاء . (الترغیب /عن الترمذی)

ترجمہ : ''حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ معمولی حیا نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنے کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہو جانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے، پس جو شخص ان باتوں میں پورا اترے وہ واقعی حق تعالیٰ شانہ سے ایسی حیا کرنے والا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔''

اس حدیث میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں ایک یہ کہ اپنے تمام اعضاء و جوارح کی حفاظت کی جائے ''علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے، نہ عبادت کے لئے نہ تعظیم کے لئے، حتی کہ جھک کر سلام بھی نہ کرے اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان، یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی (ممنوعات و محرمات سے) حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں۔ جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔'' (فضائل صدقات ص ۳۹۵)

قرآن کریم نے انسان کو اپنے اعضاء کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً۔ (بنی اسرائیل۔۳۶)

''کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔ (کہ آنکھ اور کان کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام اچھے تھے یا برے''

یعنی کان سے سوال ہوگا کہ تو نے عمر میں کیا کیا سنا، آنکھ سے سوال ہوگا کہ تمام عمر میں کیا کیا دیکھا، دل سے سوال ہوگا کہ تمام عمر دل میں کیسے کیسے خیالات پکائے اور کن کن چیزوں پر یقین کیا، اگر کان سے ایسی باتیں سنیں جن کا سننا شرعاً جائز نہیں تھا جیسے کسی کی غیبت یا حرام گانا بجانا وغیرہ یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھنا جن کا دیکھنا شرعاً حلال نہ تھا جیسے غیر محرم عورت یا امرد یا

لڑکے پر نظر بد کرنا وغیرہ یا دل میں کوئی ایسا عقیدہ جمایا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو یا کسی کے متعلق اپنے دل میں بلا دلیل کوئی الزام قائم کر لیا تو اس سوال کے نتیجے میں گرفتار عذاب ہوگا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ساری نعمتوں کا سوال ہوگا۔ (معارف القرآن۔۴۸۲/۵)

دوسرے یہ کہ مرنے اور مرنے کے بعد جسم کے خراب ہونے اور مٹی میں مل جانے کو یاد کرتا رہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ۔ آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (ایک روز) تم کو آ پکڑے گی۔ (کیونکہ موت سے فرار بالکلیہ کسی کے بس میں نہیں)'' (جمعہ ۸)

ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ یہود کی بڑی خرابی یہ تھی کہ کتابیں پیٹھ پر لدی ہوئی ہیں، لیکن ان سے منتفع نہیں ہوتے، دین کی بہت باتیں سمجھتے بوجھتے ہوئے دنیا کے واسطے چھوڑ بیٹھتے، دنیا کے دھندوں میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کر دیتے، ایسی روش سے ہم کو منع کیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

مراقبۂ موت

امام غزالیؒ موت کی فکر کا طریقہ اور تصور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موت بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کے بعد کے واقعات اس سے زیادہ خوفناک ہیں اور ان کا ذکر کرنا اور یاد رکھنا دنیا کو منغض (مکدر) بناتا اور اس دار ناپائیدار کی محبت کو دل سے نکال لیتا ہے اور دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ بنیاد ہے پس جب دنیا سے قلب کو نفرت ہوگئی تو سب کچھ مل گیا اور دنیا سے جبھی نفرت ہوگی جبکہ موت کا فکر اور خیال ہوگا کہ عنقریب ہم پر کیا آفت آنے والی ہے۔

فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال دو اور قلب کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو۔ اول اپنے ان دوستوں اور عزیز و اقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گزر گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں؟ یہ کیسی کیسی امیدیں اپنے ساتھ لے گئے؟ حرص و امل نے ان میں اپنا کتنا زور دکھایا؟ جاہ و مال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں مگر وہ آج سب خاک میں مل گئے اور منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ کوئی شخص ان کا نام نہیں لیتا۔ اس کے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب پارہ پارہ ہو گئے، گل گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے اس کے بعد ان کے اعضاء و جوارح میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوئی جو کسی وقت چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی؟ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے؟ دیکھنے والی آنکھیں اور ان کے خوبصورت حلقے کس کیڑے کی خوراک بن گئے؟ غرض اس طرح دھیان کرو گے تو سعید (خوش نصیب) بن جاؤ گے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

افسوس کہ ہم موت جیسی ہولناک چیز سے غافل ہیں، اس زمین پر کہ جس کو ہم پاؤں سے روند رہے ہیں ہم سے پہلے سینکڑوں آئے اور چل دیئے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے، موت کا خطرناک سفر درپیش ہے مگر ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔ اس قدر غفلت طولِ امل نے پیدا کر رکھی ہے، اگرچہ یہ جہالت رفع ہو تو موت کا دھیان آئے۔ (تبلیغ دین ص ۳۲۱)

موت سے متعلق ایک دانا کی ایک بادشاہ کو نصیحت

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استحیوا من اللّٰہ حق الحیاء قال قلنا یا نبی اللّٰہ انا لنستحی والحمد للّٰہ قال لیس ذلک ولکن الاستحیاء من اللّٰہ حق الحیاء ان تحفظ الرأس وما وعٰی و تحفظ البطن وما حوٰی ۔ ولتذکر الموت والبلٰی و من اراد الاٰخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیٰی من اللّٰہ حق الحیاء ۔ (الترغیب /عن الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ معمولی حیا نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنے کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہو جانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے، پس جو شخص ان باتوں میں پورا اترے وہ واقعی حق تعالیٰ شانہ سے ایسی حیا کرنے والا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔''

صاحب ''لباب الاداب'' امیر اسامہ بن منقدؒ ۵۸۴ھ نقل کرتے ہیں: ''پرانے زمانے کے ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس کا بیٹا عین ایسے موقع پر اسے داغ مفارقت دے گیا جبکہ وہ سلطنت سنبھالنے کے قابل ہو چکا تھا۔ یہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، بادشاہ نے اپنے اکلوتے بیٹے (اور سلطنت کے تنہا وارث) کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت کے منہ میں جاتے اور اپنی امید کا چراغ گل ہوتے دیکھا تو اس پر رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ بہت ہی غمگین اور افسردہ رہنے لگا، پھر اپنے وقت کا ایک دانا اس کے پاس آیا اور بادشاہ کو یوں مخاطب کیا۔ ''اے بادشاہ اگر آپ عقل کو فیصل بناتے (ذرا غور سے کام لیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ جانے والے کے متعلق تعزیت تو اس کی ولادت کی خوشخبری ہی میں تھی، مبارکبادی کے وقت یہ نہیں کہا گیا تھا ''**طول اللّٰہ عمرہ**'' ''کہ اللہ اس کی عمر دراز کرے کہ سبھی جانتے ہیں عمر جس قدر بھی طویل ہو وہ چھوٹی ہی ہے اور موت ایک نہ ایک دن آ کر اس کا خاتمہ کر دیتی ہے اور مبارکباد میں بھی یہ بھی کہا گیا تھا کہ **جعلہ اللّٰہ خلفا صالحاً** خدا اسے بہترین جانشین بنائے اور جانشین بغیر کسی کے مر کر ختم ہوئے کوئی نہیں بنتا۔ آپ نے کب دیکھا کہ کسی کی زندگی کو دوام ہوا اور کسی کو تمام (اور کمال) نصیب ہوا ہے۔ کوئی مالدار جسے دولت لٹ جانے کا اندیشہ نہیں؟ ہے کوئی عمارت، جو کبھی منہدم یا ویران نہ ہو؟ کون سی خوشی ہے جس کے ہمراہ کوئی بے مزگی نہ ہو اور کون سا نفع ہے جس کے گلے لگ نقصان نہ ہو۔

بلا شبہ دنیا نے آواز دی تو سنا کر آواز دی اور وضاحت کی تو خوب کھول کر وضاحت کر دی کہ اس کے سرور اور شرور سب ساتھ ساتھ ہیں (خوشی غمی ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں) دنیا نے

مذاق کیا تو دھوکہ دیا اور ٹھٹھا کیا۔ اس نے دودھ پلایا تو زبردستی دودھ چھڑا دیا۔ آپ نے کب دیکھا کہ اس نے اپنی کسی خوبصورت شے کو اپنی کسی بدصورت شے کی دسترس سے بچالیا ہو۔ کبھی آپ کسی عالیشان محل میں گئے؟ جس کے خوبصورت حجروں سے پہلے اس کے پاخانے نہ ہوں۔ آپ کسی شہر میں گئے کہ جس کے قبرستان اس کی آبادی سے پہلے نہ ہوں۔ آپ نے کبھی کسی ہنستے ہوئے کو دیکھا کہ وہ دوسرے وقت رو نہ رہا ہو اور ایک وقت آسودہ حالی پر خوشی منانے والا دوسرے وقت بدحالی کی شکایت نہ کرر ہا ہو۔ افسوس ہے اس عقل پر جسے خواہشات نے اندھا کر دیا اور جسے شبہات نے دھوکے میں ڈال دیا۔ (لباب الآداب ص ۴۶۲)

یہ بات بڑے بڑے مصائب وحادثات کو سہل اور ہلکا بنادیتی ہے کہ زمانہ ادلتا بدلتا رہتا ہے اور اس کے ایام ولیالی لوگوں کے درمیان ڈول کے مانند اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں اور جو اچھی یا بری بات پیش آ رہی ہے یہ یا تو ہمیں چھوڑ دے گی یا ہم اسے چھوڑ جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کی زیب وزینت عیش وعشرت سے کنارہ کش ہو جائے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: **انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا۔**

''ہم نے زمین پر کئی چیزوں کو اس (زمین) کے لئے باعث رونق بنایا، تا کہ ہم (اس کے ذریعہ) لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔'' (کہف ۷)

یعنی یہ امتحان کرنا ہے کہ کون اس دنیا کی زینت اور رونق پر دوڑتا ہے اور کون اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمرؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! ''**احسن عملا**'' کون لوگ ہیں؟ فرمایا ''**احسنکم عقلا و اورعکم عن محارم اللّٰه واسرعکم فی طاعته سبحانه**'' جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے۔ (تفسیر عثمانی۔ کہف)

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (قصص ۶۰)

''اور جو کچھ تم کو دیا یا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب و) زینت ہے (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا) اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ (یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے، سو کیا تم لوگ نہیں سمجھتے۔''

یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے۔ اگر وہاں عیش وآرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشے ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایک مکدر ومنغص زندگی کو بے غل وغش زندگی پر اور ناقص وفانی لذتوں کو کامل وباقی نعمتوں پر ترجیح دے۔ (تفسیر عثمانی۔ قصص)

دُعا کیجئے: ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

آسمانی پند و نصائح

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ ما کانت صحف ابراھیم؟ قال کانت امثالاً کلھا ایھا الملک المسلط المبتلی المغرور اِنی لم أ بعثک لتجمع الدنیا بعضھا علی بعض ولکنی بعثتک لتردعنی دعوۃ المظلوم فانی لا أردھا ......الخ. (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے اور کیا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان صحیفوں میں امثال عبرت کا بیان تھا (ان میں سے ایک مثال میں ظالم بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا) اے لوگوں پر مسلط ہو جانے والے مغرور و مبتلی بادشاہ ! میں نے تجھے حکومت اس لئے نہیں دی تھی کہ تو دنیا کا مال پر مال جمع کرتا چلا جائے۔ بلکہ میں نے تو تجھے اقتدار اس لئے سونپا تھا کہ تو مظلوم کی بددعا مجھ تک نہ پہنچنے دے۔ (اس کی دادرسی وہیں کر دے) کیونکہ میرا قانون یہ ہے کہ مظلوم کی دعا کو رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر کی زبان سے نکلی ہو) اور ایک مثال میں عام لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ اپنے اوقات کے کئی حصے کرے ایک حصہ اپنے رب کی عبادت اور اس سے مناجات کا ہو، دوسرا حصہ اپنے اعمال کے محاسبے کا (کہ میں نے کیا کیا کتنے اوقات نیکیاں کمانے میں خرچ کئے اور کتنے برائیاں اور گناہ کمانے میں۔ اوران اوقات میں کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا برے کام کئے، نیکیاں کس درجہ کی کمائیں اور گناہ کس درجے کے کئے اور کتنے اوقات محض بیکار ضائع کر دیئے) اور ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت وصنعت میں غور وفکر کا اور ایک حصہ اپنی ضروریات معاش حاصل کرنے کا اور طبعی ضرورتیں پوری کرنے کا۔ اور فرمایا کہ عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ اپنی طاقت و توانائی صرف نہ کرے مگر تین چیزوں میں۔ اپنی آخرت کی تیاری میں، اپنے معاش کے بندوبست میں یا ایسی لذت کے حصول میں جو حرام نہ ہو اور عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے واقف رہے اور اپنے مقصود کام میں لگا رہے۔ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو شخص اپنے کلام کو اپنا عمل سمجھ لے گا اس کا کلام بہت کم صرف ضروری کاموں میں رہ جائے گا۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ صحف موسیٰ علیہ السلام میں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سب عبرتیں ہی عبرتیں تھی۔ (جن میں سے چند یہ ہیں) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو مرنے کا یقین ہے پھر وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو دوزخ کا یقین ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے اور وہ کیسے عاجز و درماندہ اور غمگین ہوتا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلابات اور لوگوں کے عروج و زوال کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے دنیا پر مطمئن ہو بیٹھتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت کے حساب پر یقین ہو پھر وہ کیسے عمل کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (کہ اس دن ہر قسم کا جانی، مالی مطالبہ نیک اعمال ہی سے پورا کیا جائے گا اور اپنے پاس نیک عمل نہ ہوں گے تو دوسرے کے گناہ حساب پورا کرنے

کو لینے پڑیں گے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمام باتوں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد ہو، آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور ذکر پر مداومت کیا کرو کہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہونے کا ذریعہ ہے۔ میں نے عرض کیا مزید ارشاد ہو آپ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی رونق ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور ارشاد فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑو کہ یہی میری امت کی رہبانیت (درویشی) ہے۔ میں نے مزید کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سے کمتر کی طرف دیکھا کرو اور اس کی طرف نگاہیں نہ اٹھاؤ جو تم سے اوپر ہے۔ اس طرح تم پر جو خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی ناشکری سے باز رہ سکو گے۔ میں نے عرض کیا اور کچھ اور ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق گوئی کو اپناؤ اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور وصیت فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اپنی کوتاہیاں لوگوں کی عیب جوئی سے روک دیں اور جو کچھ تم کر گزرتے ہو اس کے کرنے سے دوسروں پر خفا مت ہونا اور تمہارے نفس کے عیب دار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم لوگوں کے ایسے عیوب دیکھو کہ تمہیں اپنے اندر دکھائی نہ دیں اور تم ان پر ناراضگی کا اظہار کرو حالانکہ وہی کام تم بھی کرتے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا اے ابوذر انجام سوچنے سے زیادہ اور کوئی عقلمندی نہیں اور محرمات سے بچنے سے بڑھ کر اور کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق سے عمدہ کوئی اور شرافت نہیں''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عام لوگوں میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمت و راحت تو نقد حاضر ہے اور آخرت کی نعمت و راحت نظروں سے غائب اور ادھار ہے۔ حقیقت سے نا آشنا لوگوں نے حاضر کو غائب اور نقد کو ادھار پر ترجیح دے دی، جوان کے لئے دائمی خسارہ کا سبب بنی، اسی خسارہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ آخرت کی نعمتوں، راحتوں کو ایسا واضح کر دیا کہ گویا وہ حاضر و موجود ہیں اور یہ بتلا دیا کہ جس چیز کو تم نقد سمجھ کر اختیار کرتے ہو یہ متاع کاسد (گھٹیا) وناقص اور بہت جلد فنا ہو جانے والا ہے عقلمند کا کام نہیں کہ ایسی چیز میں اپنا دل ڈالے اور اس لئے اپنی توانائی صرف کرے۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آگے ارشاد فرمایا والآخرة خير و ابقى۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کو تنبیہ ہے کہ ذرا عقل سے کام لو، کس چیز کو اختیار کر رہے ہو اور کس کو چھوڑ رہے ہو۔ دنیا جس پر تم فریفتہ ہو اول تو اس کی بڑی سے بڑی راحت ولذت بھی رنج وغم اور کلفت و مشقت کی آمیزش سے خالی نہیں۔ دوسرے اس کا کوئی قرار و ثبوت نہیں۔ آج کا بادشاہ کل کا فقیر، آج کا جوان، شہ زور کل کا ضعیف و عاجز ہوتا ہے۔ رات دن دیکھتے ہو بخلاف آخرت کے کہ وہ ان دونوں عیبوں سے پاک ہے، اس کی ہر نعمت و راحت خیر ہی خیر ہے اور دنیا کی نعمت و راحت سے اس کو کوئی نسبت نہیں اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ''ابقیٰ'' ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ انسان ذرا غور کرے کہ اس کو کہا جائے کہ تمہارے سامنے دو مکان ہیں ایک عالیشان محل

اور بنگلہ تمام ساز و سامان سے آراستہ ہے اور دوسرا ایک معمولی کچا مکان ہے اور یہ سامان بھی اس میں نہیں اور تمہیں ہم اختیار دیتے ہیں کہ یا تو یہ بنگلہ لے لو مگر صرف مہینہ دو مہینہ کے لئے اس کے بعد اسے خالی کرنا ہوگا یا یہ کچا مکان لے لو جو تمہاری دائمی ملکیت ہوگی تو عقلمند انسان ان دونوں میں کس کو ترجیح دے گا۔ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں اگر بالفرض ناقص اور دنیا سے کم درجہ کی ہوتیں مگر ان کے دائمی ہونے کی وجہ سے وہی قابل ترجیح تھیں اور جبکہ وہ نعمتیں دنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں خیر اور افضل اور اعلیٰ بھی ہیں تو کوئی احمق بدنصیب ہی ان کو چھوڑ کر دنیا کی نعمت کو ترجیح دے سکتا ہے۔ (معارف القرآن ۷۲۶/۸)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عثمان ذوالنورین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور تیسرے خلیفہ تھے اور جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی۔ کسی نے سوال کیا آپ جنت اور دوزخ کے تذکرہ سے نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ سو اگر قبر کی مصیبت سے (کسی نے) نجات پالی تو اس کے بعد کی سب منزلیں (حشر، حساب، پل صراط) سب آسان ہیں اور اگر اس کی مصیبت سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قبر سے برا اور مصیبت والا منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

قبر بڑی مصیبت کی جگہ ہے، اللہ جس پر رحم فرمائے بس اس کی خیریت ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روتے روتے اپنے داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر کر لیتے تھے تو ہم کو قبر کو یاد کر کے کتنا رونا چاہئے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا: **اَعَاذَکِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ** (اللہ تجھے عذاب قبر سے پناہ میں رکھے) میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، عذاب قبر حق ہے! اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی بھی نماز پڑھی عذاب قبر سے اللہ کی پناہ ضرور مانگی۔ (بخاری و مسلم)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

شرح صدر بے مثال نعمت

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال تلا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان النور اذا داخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ھل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی من دارالغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ (المشکوۃ عن البیھقی فی الشعب)

ترجمہ: ''ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت فمن یرد اللہ الایۃ تلاوت فرمائی (ترجمہ: پس حق تعالیٰ جس کو ہدایت فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیتے ہیں) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خاص نور سینہ (یعنی دل میں) داخل ہوتا ہے تو سینہ (حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے) کھل جاتا ہے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی علامت ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہوگیا ہے؟ فرمایا ہاں دھوکے کے گھر سے بُعد ہو جانا (یعنی دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبرانا) اور رہنے کے گھر کی طرف رجوع اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری۔''

شرح صدر خدا تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت اور خاص عنایت ہے اس کا حاصل ہو جانا انسان کے ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے بالمقابل جسے اس کا حصول نہ ہو اس کے لئے فکر کا مقام ہے، کیونکہ جن کے مقدر میں گمراہی ہوتی ہے انہی کا حال ان سے جدا ہوتا ہے، چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (انعام ۱۲۵)

''اور جس کو (تکویناً وتقدیراً) بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینے (یعنی قلب) کو تنگ بہت ہی تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان پر زور سے چڑھتا ہو اور چڑھا نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔''

نیز ارشاد ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (زمر ۲۲)

''بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔ سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح۔ (یعنی کھلی گمراہی میں گرفتار ہیں)۔''

یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں ایک وہ کہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک وشبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اس کو توفیق وبصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی کہ جس کے اجالے میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کے راستے پر اڑا چلا جا رہا ہے۔

دوسرا بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے۔ کبھی خدا کی

یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام واہواء اور رسوم وتقلید کی آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے؟ (تفسیر عثمانی)

اور شرح صدر جیسی بے مثال نعمت مل جانے کی علامت جو حدیث شریف میں بیان ہوئی وہی ہے جس کا تذکرہ بار باراس کتاب میں آرہا ہے، یعنی دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی توجہ اور موت کی تیاری۔ ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اس معیار پر پورا اترنے کی کوشش کرے اور جس قدر اس میں کمی کوتاہی محسوس ہو اس کا تدارک کرنے کی فکر کرے۔

رب اشرح لی صدر للاسلام وارزقنی التجافی من دارا الغرور والانابة الی دارالخلود ووفقنی الی الا ستعداد للموت. واعوذبک من القسوة والغفلة و ضیق الصدر

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱—ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بحرین سے مشک آیا، آپ نے فرمایا کوئی عورت اسے تول دیتی تو میں اسے تقسیم کردیتا۔ آپ کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں تول دوں گی، فرمایا تم سے نہیں تلواتا ہوں۔ کیونکہ وہ تولتے وقت تمہارے ہاتھ میں لگے گا اور تمہارا ہاتھ گردن وغیرہ میں لگے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے حصہ میں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ آجائے گا کیونکہ مشک کا نفع خوشبو ہی تو ہے۔ جب تمہارے پاس خوشبو زیادہ آگئی تو تمہارے حصہ میں دوسروں سے زیادہ مشک آگیا۔

۲— حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فکر آخرت کا یہ واقعہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ راستے میں گزر رہے تھے کہ ایک شخص پر نظر پڑی جو برسر راہ ایک عورت سے باتیں کررہا تھا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ غیر عورت سے باتیں کررہا ہے اس کے ایک درہ ماردیا اس نے کہا حضرت یہ تو میری بیوی ہے۔ اس سے باتیں کرنے پر آپ نے مجھے کیوں سزادی۔ فرمایا: تمہاری بیوی ہے مگر تم راستے میں کھڑے ہوکر کیوں باتیں کررہے ہو، اس سے مسلمان تمہاری طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوکر غیبت کریں گے۔ اس نے کہا اگرچہ ہم دونوں باہر سے آئے ہیں اور ابھی شہر میں داخل ہوئے ہیں اور یہ مشورہ کررہے ہیں کہ کہاں قیام کریں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس کے جو درہ مارا تھا اس پر پشیماں ہوئے اور آخرت کے بدلہ سے بچنے کے لئے اس سے فرمایا اچھا تم اپنا بدلہ لے لو، اس نے کہا میں نے معاف کیا، آپ نے اس سے بدلہ لینے پر اصرار کیا، اس نے پھر کہا کہ میں نے معاف کیا، یہاں تک کہ جب تین باراس نے معاف کردیا تب آپ کا دل مطمئن ہوا، اور آپ نے اسے جزاک اللہ سے دعا دی۔ (سیرت خلفائے راشدین)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرمادیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

پانچ چیزیں غنیمت بھی اور نعمت بھی

عن عمرو بن میمون الاودی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لرجل و ہو یعظہ اغتنم خمسا قبل خمس، شبابک قبل ہرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلک و حیاتک قبل موتک. (المشکوۃ عن الترمذی مرسلا)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو فقر و فاقہ سے پہلے اور فرصت کے اوقات کو مشغول ہو جانے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔''

جوانی کی قوت و صلاحیت، صحت و تندرستی، خوشحالی و فارغ البالی اور یکسوئی کی زندگی یہ ایسی نعمتیں ہیں جو ہر کسی کو ہر وقت میسر نہیں ہوتیں۔ جوانی ڈھل جانے کے بعد بڑھاپا اور اس کے عوارض انسان کا پیچھا کرتے ہیں۔ صحت گر جانے کے بعد کمزوری اور پست ہمتی لاحق ہو جاتی ہے۔ دولت ختم ہو جانے کے بعد فقر و فاقہ اور آئے دن طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور فرصت کے اوقات ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر انسان لاکھ جتن کرے، دوبارہ یہ نعمت ہاتھ نہیں آتی اور زندگی تو ہے ہی ایسی چیز کہ اس کے خاتمے کے بعد اعمال کا دفتر بند کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان نعمتوں سے آخرت کی لازوال زندگی کے لئے جو کرنا ہے کر لو

گیا وقت پھر آتا نہیں

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورہ عصر)

''قسم ہے زمانے کی انسان (اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے) بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی فہمائش (تاکید) کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔''

عام حضرات مفسرین نے فرمایا کہ انسان کے تمام حالات، اس کی نشو و نما اور اس کی حرکات و سکنات، اعمال اخلاق سب زمانے ہی کے اندر ہوتے ہیں۔

والعصر یعنی قسم ہے زمانے کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لئے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہئے۔

ان الانسان لفی خسر اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکاندار کی طرح اس کی تجارت کا رأس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اس رواداری میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔

زمانے کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام

بنی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہو کر محض فانی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے، آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے، جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے لئے ہیں...... اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا، بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے الا الّذین اٰمنوا و عملوا الصلحت میں کیا گیا ہے۔

یعنی انسان کو خسارے سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے، دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ دو مسلمان ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملے میں سچائی کی تاکید کرتے رہیں۔

چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملے میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستے میں جس قدر سختیاں دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں۔ ہرگز قدم نیکی کے راستے سے ڈگمانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر پر زندہ و جاوید رہے گا اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے وہ بطور باقیات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کردی جاتی تو (سمجھ دار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی۔ سورۃ العصر)

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

آخری لمحات کی کیفیات

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو یموت و عنده قدح فیه مآء فیدخل یده فی القدح ثم یمسح وجهه بالماء ثم یقول اللّٰهم اعنی علی سکرات الموت. (رواه ابن ماجه والترمذی)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رکھا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے مبارک ہاتھ کو پیالے میں ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے اور فرماتے تھے یا اللہ! نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔

بخاری شریف کی اسی مضمون کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے اور فرماتے تھے **لا اله الا الله ان للموت لسکرات** یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے اور فرماتے کہ موت کی بہت شدتیں ہوتی ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس کی ساری راحت و آرام کو کھو دینے والی چیز ہے، اس کی غفلت کو زائل کر دینے کے لئے اس کا فکر کر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اس کی فکر اور اس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آ کر مسلط ہو جائے۔

اس لئے کہ موت براہ راست ساری روح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضاء میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے اس لئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ روح اس سے جدا ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہو اس میں روح نہ ہو تو اس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب روح کے ذرا سے حصے کے جدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری روح کو بدن کے تمام حصے سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی۔ لیکن بدن کا اگر ایک حصہ کاٹا جاتا ہے تو روح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے، وہ اس وقت قوی ہوتا ہے، اس لئے آدمی چلاتا ہے، تڑپتا ہے۔ مگر جب ساری روح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے۔ البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اس کی بقدر سانس کے اکھڑنے کے وقت اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دے جاتی ہے۔ قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لئے کہ روح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھینچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعہ سے جاتی ہے۔ پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں، اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعاؤں میں یہ بھی دعا ہے کہ یا اللہ! مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اس دعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے، مجھ پر موت کی سختی آسان کردے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو، انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کردیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے پھر ایک دم اس کو کھینچ لیا جائے اس طرح جان کھنچتی ہے۔

اس کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ موت کی سختیاں ہیں جب اللہ کے مقرب اور نیک بندوں کو پیش آتی ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں۔

(احیاء بتغیر واختصار ۴/۴۹۰/۴۹۲)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے کہ لیٹے ہی لیٹے رونے لگے۔ ان کا رونا دیکھ کر بیوی بھی رونے لگیں، بیوی سے دریافت فرمایا تو کیوں روتی ہے۔ عرض کیا آپ کو روتا ہوا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ جل شانہٗ کا فرمان: وَاِنَّ مِنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا دوزخ پر گزر نہ ہو) یاد آ گیا جس میں پل صراط پر سے گزرنے کی خبر دی گئی ہے۔ اب یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں پل صراط کو عبور کر کے جنت میں چلا جاؤں گا یا دوزخ میں گر جاؤں گا۔ (مستدرک حاکم)

دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم ہوگا۔ اس پر ہر ایک نیک و بد کا گزرنا ہوگا، سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو لے کر گزریں گے جسے جنت میں بھیجنا ہوگا اسے اللہ تعالیٰ شانہ پار اتار دیں گے اور جسے اپنی شامت اعمال سے دوزخ میں جانا ہوگا وہ دوزخ میں گر پڑے گا۔ اسی منظر کو یاد کر کے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ اللہ جل شانہٗ ہم کو بھی ان حضرات جیسی فکرِ آخرت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔ آمین یا رب العالمین

جیسی روح ویسے فرشتے

عن البراء بن عازب رضی اللّٰه عنه قال خرجنا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وجلسنا حوله کان علی رؤسنا الطیر وفی یده عود ینکت به الارض فرفع راسه ،فقال " استعیذوا باللّٰه من عذاب القبر" مرتین أو ثلاثا............الخ . (رواہ احمد)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی انصاری صحابی کے جنازہ میں گئے۔ ہم قبرستان پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد ایسے خاموش بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کریدر ہے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف مخاطب ہوکر فرمایا تم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہو۔ یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین بار ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ مومن جب دنیا سے رخصت ہورہا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نہایت سفید (روشن) چہرے والے فرشتے آتے ہیں، گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہوں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور خاص جنتی خوشبو ہوتی ہے۔ وہ اس کی حدنگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل۔ پس فوراً اس کی روح اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ سے قطرہ بہہ کر نکل آتا ہے۔ پھر اسے ملک الموت لے لیتے ہیں۔ پھر جیسے ہی وہ ملک الموت کے ہاتھ میں آتی ہے پلک جھپکنے بھر بھی دوسرے فرشتے اسے ان کے ہاتھوں میں رہنے نہیں دیتے۔

اسے لے کر اپنے ساتھ لائے ہوئے جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور وہ خوشبو مل دیتے ہیں جس سے ایسی خوشبو آنے لگتی ہے گویا کہ دنیا کا سب سے عمدہ مشک مہک رہا ہو۔ پھر اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس جمگھٹے پر ان کا گزر ہوتا ہے سب پوچھتے ہیں کہ یہ ایسی پاکیزہ روح کون ہے وہ ان سے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اچھے سے اچھا نام اس کا لیا جاتا تھا وہ بتلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر اسے لے کر پہنچ جاتے ہیں پھر اس کے لئے (آسمان کا دروازہ) کھلواتے ہیں۔ ان کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پھر ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے اگلے آسمان تک پہنچانے کے لئے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اسے ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں درج کردو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ ان کو میں نے زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر اسی زمین سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے نکالوں گا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بیٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں وہ شخص جو تیرے پاس آئے کون ہیں وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے

رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں تجھے کیا خبر؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے ایک آواز دینے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے بالکل سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اسے جنت کا جوڑا پہنا دو اور جنت کی جانب ایک دریچہ اس کے لئے کھول دو، چنانچہ اس دروازہ سے جنت کی تازہ ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور پھر اس کی قبر حد نگاہ تک کشادہ کردی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک نہایت خوبصورت خوش پوشاک عمدہ خوشبو میں بسا ہوا شخص آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری ہو ایسی چیزوں کی جس سے تیرا جی خوش ہو جائے گا۔ یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوا تھا۔ یہ بندہ اس سے پوچھتا ہے کہ تو کون ہے، تیرا چہرہ واقعی ایسا ہے جس سے خیر ہی خیر ٹپک رہا ہے۔ آنے والا شخص کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں تو وہ (مردہ خوشی میں بے اختیار) کہتا ہے کہ اے میرے رب قیامت قائم فرما دیجئے اے میرے رب قیامت قائم فرما دیجئے تاکہ میں اپنے مال و اولاد میں (جلدی) لوٹ جاؤں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کافر دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے۔ تو اس کے پاس آسمان سے نہایت سیاہ چہرے (اور بھیانک شکل و صورت) والے فرشتے آتے ہیں جن کے ہمراہ (اس کے واسطے کفن کے بجائے) ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ سب اس کی حد نگاہ تک اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے گندی روح چل نکل، اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کی طرف تو اس کی روح اس کے بدن میں پھیل جاتی ہے (اور اس کے جسم سے چمٹ جاتی ہے) ملک الموت اسے اس کے جسم سے اس طرح (زبردستی) کھینچ کر نکالتے ہیں جس طرح گوشت بھوننے کی (کانٹے دار) سیخ بھیگے ہوئے اون میں سے کھینچ کر نکالی جائے۔ پھر اس کو جیسے ہی ملک الموت نکال کر پکڑتے ہیں تو پلک جھپکتے ہی دوسرے فرشتے اسے ان سے لے کر ساتھ لائے ہوئے ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس میں سے ایسی بدبو اور سڑاند آنے لگتی ہے کہ گویا دنیا کا سب سے گندا مردار مہک رہا ہو۔ پھر اسے لے کر اوپر چلتے ہیں اور جہاں ان کا گزر فرشتوں کے کسی گروہ پر ہوتا ہے تو وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی ایسی ناپاک روح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو سب سے (گھٹیا لقب) اور برا نام جس سے اسے جانا جاتا تھا وہ بتاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے نچلے آسمان تک لے جایا جاتا ہے پھر جب اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ: "ان (کفار کی روح کے صعود) کے لئے (مرنے کے بعد) آسمان کے دروازے نہ کھولے جاویں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے۔" پھر حق تعالیٰ شانہ کا حکم ہوگا کہ اس کا اعمالنامہ سجین زمین کے سب سے نچلے طبقے میں لکھ دو۔ (جہاں نافرمان بندوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں) پھر اس روح کو وہیں سے نیچے پٹک دیا جاتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) "اور جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لے جا کر پٹک دیا۔" پھر اس کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ بتا تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں بتا تیرا مذہب کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں بتا! یہ شخص جو تمہارے لئے

بھیجے گئے تھے وہ کون ہیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔تو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ بکا اس کے لئے جہنم کا بچھونا بچھا دو اور جہنم کا لباس پہنا دو اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، جہاں سے اس کو جہنم کی آنچ اور لو پہنچنے لگتی ہے۔ پھر اس کی قبر اسے اس طرح بھینچ دیتی ہے کہ جس سے اس کی ہڈی پسلی ایک دوسرے میں گھس جاتی ہے۔ پھر ایک بدصورت گندے کپڑے والا نہایت بدبودار آدمی اس کے سامنے نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے تجھے خوشخبری ہو ایسی چیزوں کی جس سے کبھی تجھے سکھ نصیب نہ ہوگا۔ یہ تیرا وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون آ گیا (ایک نئی مصیبت بن کر) تیرے چہرے ہی سے منحوسیت ٹپک رہی ہے۔ وہ نو وارد کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں تو وہ مردہ نہایت حسرت اور مایوسی کے عالم میں کہنے لگتا ہے کہ اے رب قیامت قائم نہ کر، اے رب قیامت قائم نہ کر۔''

روح قبض ہوتے وقت خدا کے نیک بندوں کے ساتھ جو مہربانہ سلوک اور خوشخبری وتسلی کا معاملہ ہوتا ہے اور وہ اس خوشخبری سے جس قدر مطمئن ہو کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتبع المیت ثلاثة فیرجع اثنان و یبقی معه واحد، یتبعه اهله وما له و عمله فیرجع اهله وما له و یبقی عمله۔ (بخاری ومسلم)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں میت کا پیچھا کرتی ہیں پھر ان میں سے دو تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل چلتے ہیں مگر مال اور اہل وعیال تو واپس لوٹ جاتے ہیں اور عمل اس کے ہمراہ رہ جاتا ہے۔''

یعنی مرنے کے بعد انسان کو مال کام دے گا نہ اولاد، بس نیک عمل ہی قبر اور اس کی بعد کی منزلوں میں اس کے کام آئے گا۔ لہٰذا مسافر آخرت کو چاہئے کہ اپنے اس واحد ہمسفر کا خیال رکھے اور مال و اولاد کے حصول اور ان کی حفاظت ونگہداشت اور ان کے بڑھانے میں جس قدر ہمت اور محنت ومشقت سے کام لیتا ہے اس سے زیادہ اپنے لئے ہم سفر تیار کرنے اور اس کی حفاظت ونگہداشت کرنے کی فکر کرے اور دنیوی زندگی میں ہی اس کا موقع ہے۔ آنکھ بند ہو جانے کے بعد آدمی لاکھ فریاد کرے کہ ذرا سا موقع دے دیا جائے کہ کچھ کر دھر کے آ جاؤں مگر اس کی سنی ہی نہ جائے گی، چنانچہ ارشاد ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (مومنون ۹۹۔۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر پر) موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت (آنکھیں کھلتی ہیں تو) کہتا ہے اے میرے رب (مجھ سے موت کو ٹال دیجئے اور) مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا کو) میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں۔''

(یعنی گذشتہ زندگی میں تقصیرات ہم نے کی ہیں اب تصدیق وطاعت اور نیک عمل سے ان کی تلافی کر سکیں، آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ حق تعالیٰ اس کی درخواست کو رد فرماتے ہیں کہ) ہرگز (ایسا) نہیں (ہوگا یعنی اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے (یعنی یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت وندامت

کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ وہی اپنی طرف سے کہتا ہے کہتا رہے ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی) اوران لوگوں کے آگے برزخ (اک آڑ) ہے قیامت کے دن تک (یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی، ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔

(اعاذنا اللّٰہ من حال اهل النار) (تفسیر عثمانی۔ مومنون)

بوڑھا بچہ اور جوان کوئی بھی مستثنیٰ نہیں
موت کرتی ہے ہر اک کو دم میں بے برگ وثمر
تندرستی، تن دہی، تن مپروری رہ جائے گی
ہاں مگر اپنا عمل ہی ہوگا اک زاد سفر
شغل دنیا میں الجھ کر موت سے غافل نہ ہو
فکر عقبیٰ میں لگو اب کل کو کیا ہوکیا خبر

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ وداداکے واسطے سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی ایک لڑکی کو ساتھ لے کر آئی جس کے ہاتھ میں سونے کی موٹی موٹی چوڑیاں تھیں۔ اس سے آپ نے دریافت فرمایا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا تمہارا یہ جی چاہتا ہے کہ ان کے بدلہ خدا تم کو قیامت کے روز آگ کی دو چوڑیاں پہنائیں؟ یہ سنتے ہی وہ کانپ گئیں اور اسی وقت وہ دونوں چوڑیاں اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کردیں اور عرض کیا: هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ یعنی، بس تو میں نے اللہ اور رسول کو ہی دیں۔ یعنی ہم اپنے پاس ایسی چیز کیوں رکھیں جو آخرت میں وبال بنے۔ (جمع الفوائد)

سبحان اللہ! ان حضرات کے کیسے یقین تھے اور آخرت کے کتنے فکرمند تھے کہ بات سنتے ہی دل پر اثر ہوجاتا تھا اور اس کی چبھن فوراً ظاہر ہوجاتی تھی۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ صحابی عورتیں بھی آخرت کی بہت زیادہ فکرمند تھیں خیال کرنے کی بات ہے کہ انہوں نے بات سن کر ذرا تامل نہ کیا اور یہ گوارا نہ کیا کہ یہ سونا ایک لمحہ بھی ہمارے پاس رہ جائے اور جو آخرت میں وبال بنے گا اور گو اس کا حل اس طرح بھی ہوسکتا تھا کہ پچھلی زکوٰۃ ادا کردیتیں اور آئندہ کو ہمیشہ کے لئے زکوٰۃ ادا کرنے کا پختہ ارادہ کرتیں مگر فکرمند انسان کو بھلا اس وقت تک کہاں چین نصیب ہوسکتا ہے جب تک اس کی ملک سے وہ چیز نہ نکل جائے۔ جس کے ذریعہ عذاب ملنے کا ذرا بھی خطرہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ارادہ کرنے پر بھی عمل نہ ہوسکے اور زکوٰۃ ادا کئے بغیر ہی جان نکل جائے اور آخرت میں پکڑ ہو۔ لہٰذا ایسی چیز اپنی ملک میں رہے ہی کیوں جو عذاب کا سبب بن سکتی ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

مومن کا حقیقی ساتھی نیک عمل

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان المیت اذا وضع فی قبره انه یسمع خفق نعالهم حین یولوا مدبرین فان کان مومنا کانت الصلاة عند راسه وکان الصیام عن یمینه! و کانت الزکوٰة عن شماله و کان فعل الخیرات من الصدقة والصلاة والمعروف والاحسان الی الناس عند رجلیه......الخ .

ترجمہ: ”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ مردہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، پس اگر وہ (سچا) مومن ہوا تو نماز اس کے سر کی طرف آ (کھڑی ہو) جاتی ہے اور روزہ اس کی دائیں طرف اور زکوٰۃ اس کے بائیں جانب اور خیر کے کام جیسے (نفلی) صدقے نمازیں اور بھلائی اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی اس کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں تو جب (عذاب لے کر) اس کے سر کی جانب سے آجاتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میرے پاس سے راستہ نہیں، جب دائیں جانب سے بڑھنے کی کوشش ہوتی ہے تو روزہ کہتا ہے میرے پاس سے کوئی راستہ نہیں جب بائیں جانب سے عذاب بڑھتا ہے تو ادھر سے زکوٰۃ کہتی ہے میرے پاس سے بھی راستہ نہیں جب پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو خیر کے کام صدقے اور بھلائی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کہتے ہیں (چل پرے ہٹ) میرے پاس سے کوئی راستہ نہیں۔ پھر مردے سے کہا جاتا ہے اٹھ جا تو وہ اٹھ بیٹھتا ہے اور اس وقت اس کے لئے ایسا سماں ہو جاتا ہے جیسے سورج غروب ہو رہا ہو پھر اس سے پوچھا جاتا ہے بھلا بتلا تو سہی کہ تم لوگوں کے پاس جو بزرگ آئے تھے وہ کون تھے اور ان کے بارے میں تو کیا گواہی دیتا ہے۔ تو وہ مردہ فوراً کہتا ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات لے کر تشریف لائے تھے۔ تو اس سے کہا جاتا ہے تو اسی پر زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو دوبارہ اٹھے گا۔ پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے یہ دیکھ اس میں یہ ہے تیرا ٹھکانا اور یہی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے اس میں تیرے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اسے اس پر بہت زیادہ شادمانی اور خوشی ہونے لگتی ہے۔ پھر اس کے لئے دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا تھا اور جو کچھ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے تیار کر رکھا ہے وہ تیرے لئے ہوتا اگر تو اس کی نافرمانی کرتا۔ اس پر مزید اسے فرحت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کی قبر کو ستر گز کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر نور سے بھر دی جاتی ہے اور وہ جسم دوبارہ زمین میں لوٹا دیا جاتا ہے، جس طرح اس سے اس کی ابتداء ہوئی تھی۔ پھر اس کی روح نسیم طیب نامی جنتی پرندے میں محفوظ کر دی جاتی ہے۔ یہ وہ پرندہ ہے جو جنت کے درختوں میں رہتا ہے۔“ اسی کے متعلق یہ آیت ہے **یثبت اللّٰه** ......الآیۃ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا میں اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔)

اور کافر کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جب اس کے سر کی طرف سے عذاب آتا ہے تو کوئی چیز آڑے نہیں آتی (اور کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہوتا) پھر اس کے دائیں جانب سے عذاب آتا ہے تو ادھر بھی کوئی چیز مانع نہیں آتی۔ تو پھر اس کے بائیں سے آتا ہے تو ادھر بھی کچھ نہیں پھر پیروں کی طرف سے آتا ہے تو اس طرف بھی راستہ صاف۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اٹھ بیٹھ! وہ حواس باختہ گھبرایا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ بزرگ جو تمہارے پاس آئے تھے ان کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے تو ان کے بارے میں کیا کہتا اور کیا گواہی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کون سا آدمی اور ان کے نام کی طرف ذہن کی رسائی نہیں ہو پاتی اسے بتلایا جاتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں، ہاں لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تھا تو انہیں کی طرح میں نے بھی کہہ لیا تھا۔ اس سے کہا جاتا ہے اسی (خام خیالی) میں تو زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تو دوبارہ اٹھے گا۔ پھر اس کے واسطے جہنمی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ دیکھ تیرا جہنمی ٹھکانا اور اس میں جو کچھ تیرے لئے خدا تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ اس پر اسے بے انتہاء حسرت ہوتی ہے اور تباہی کا یقین ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے جنتی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا تو تیرا ٹھکانا یہ تھا اور اس میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیار رکھا ہے وہ تیرے لئے ہوتا۔ یہ سن کر اس کی حسرت اور احساس محرومی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر اس پر ایسی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابو عمر ضریر فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) حماد بن سلمہ سے پوچھا کہ کیا یہ شخص اہل قبلہ (یعنی مسلمانوں) میں سے ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہوگا جو اوپر دل سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے اور دل سے اس پر کامل یقین و اطمینان نہیں بس لوگوں سے جو سنتا ہے (بغیر سمجھے بوجھے) وہی کہتا جاتا ہے۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث پاک میں گزرا کہ قبر میں سوائے اپنے نیک اعمال کے اور کچھ کام نہ آئے گا، یہی ایک ہم سفر اپنا رفیق اور مددگار ہوگا۔ اس حدیث میں مزید تفصیل بیان فرمائی گئی کہ جس وقت عذاب قبر مومن کی طرف بڑھے گا تو اس کے نیک اعمال ہر چہار جانب سے اس کی حفاظت کریں گے اور عذاب کا راستہ روک لیں گے اور جس وقت منکر نکیر اپنی خوفناک شکل و صورت میں آ کر اسے جگائیں گے اور اپنے سوالات کا جواب طلب کریں گے تو ان ہی اعمال صالحہ میں سے سب سے اعلیٰ شئے یعنی کلمہ طیبہ کی بدولت حق تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوگا جو ایسے لرزہ خیز ماحول میں اسے ثابت قدم رکھے گا اور صحیح جوابات دینے کا حوصلہ عطا کرے گا۔

غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے، دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں منکر نکیر سے سوال و جواب ہو یا محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ تو حیدان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی۔ سورہ ابراہیم)

اس کے بالمقابل کفار ومشرکین اور فکر آخرت سے غفلت برتنے اور ذکر خدا سے اعراض کئے رہنے والوں کا انجام معیشت ضنک کی صورت میں سامنے آئے گا۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۔(طٰہٰ ۱۲۴)

''اور جو میری یاد سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اور جیسا کہ اوپر حدیث میں وارد ہوا کہ یہاں معیشت ضنک سے مراد قبر کا ایسا تنگ ہو جانا ہے کہ جس سے میت کی تمام پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

عالم برزخ کا عذاب

عالم برزخ کا عذاب حق ہے چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں۔ صحیحین کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ان کے ہاں ایک یہودی عورت آئی، اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور کہا اعاذک اللہ من عذاب القبر اللہ تم کو عذاب قبر سے بچائے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب خدا ہونے کے باوجود اس دعا کا اس قدر اہتمام امت کی تعلیم اور ان پر شفقت کی بنا پر تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کا اہتمام کرے اور ان اعمال سے بچنے کی فکر کرے جن سے عذاب قبر کا سامنا ہوتا ہے۔

عذاب قبر کے اسباب میں متعدد چیزوں کا ذکر احادیث میں وارد ہوا۔ چنانچہ عذاب قبر کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے جس کا حدیث بالا میں ذکر ہوا یعنی اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان نہ لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پکا اعتقاد نہ ہونا اور اس کے لئے بس سنی سنائی کو کافی سمجھ کر بے سمجھے بوجھے لوگوں کی نقالی پر اکتفا کر لینا۔ جیسا کہ حدیث کے راوی نے اس کا یہی مطلب اپنے شیخ حماد بن مسلمہؒ سے نقل کیا۔ نیز دیگر احادیث میں پیشاب سے احتیاط نہ کرنے والوں، چغلی اور غیبت کرنے والوں، نوحہ کرنے والیوں اور اس میں دلچسپی لینے والوں کے متعلق بھی برزخی عذاب کا ذکر ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل روایت ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں عالم برزخ کی متعدد سزاؤں کا مشاہدہ کرایا گیا۔

جھوٹ بولنے والے کی سزا یہ تھی کہ ایک شخص لوہے کے زنبور سے اس کے کلے (باچھیں) چیرتا ہے یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے، پھر دوسرے کلے کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے اتنے میں پہلا کلا درست ہو جاتا ہے اور قرآن کا عالم جو رات کو غافل ہو کر سو رہے اور دن کو اس پر عمل نہ کرے اس کی سزا یہ تھی کہ ایک شخص ایک بڑے بھاری پتھر سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے جب پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے جب تک وہ اسے اٹھانے جاتا ہے اتنے میں ادھر اس کا سر جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے، اور زنا کار لوگوں کی سزا یہ دکھلائی گئی کہ ایک ایسا غار ہے جو تنور کے مانند نیچے سے کشادہ اور اوپر سے تنگ ہے، اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورت بھرے ہوئے ہیں جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اس

کے ساتھ وہ سب اٹھ آتے ہیں یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں اور سود کھانے والے کی سزا یہ دیکھی کہ ایک خون کی نہر ہے جس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جس وقت باہر نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا اس شخص کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے اور بار بار یہی ہوتا ہے۔ الحدیث (اعاذنا اللہ من حال اھل النار) اور عذاب قبر سے محفوظ رہنے کا سب سے بڑا ذریعہ صحیح الایمان راسخ العقیدہ مسلمان بننا ہے جس کا حصول باپ دادا اور خاندانی روایات کے مطابق سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے اور اسی کو دہرانے کے بجائے اہل حق علمائے دین کی صحبت میں رہنے اور ان کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کرنے سے ہوتا ہے نیز ان کتابوں سے ہوتا ہے جو اہل سنت والجماعت کے مستند علماء کی مرتب کی ہوئی ہوں اور عذاب قبر سے محفوظ رہنے کے اسباب میں سے سرحد کی حفاظت کا فریضہ انجام دینا، جہاد فی سبیل اللہ میں شہادت اور سورۂ ملک کی تلاوت بھی احادیث میں وارد ہے۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ: جس مسلمان کو جمعے کے دن یا اس کی رات کو موت آجاتی ہے اسے حق تعالیٰ شانہ عذاب قبر سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ (الترغیب)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو عذاب قبر کا موجب ہیں اور ان اعمال میں لگائے جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور عذاب قبر و عذاب آخرت سے نجات ملتی ہے۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا اور باغ کے گنجان ہونے کے باعث اسے باہر جانے کا راستہ نہ ملا جس کی وجہ سے پھڑ پھڑاتا ہوا درختوں کے درمیان سے باہر جانے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ اس کی پھڑ پھڑاہٹ سُن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر جا پڑی اور نظر و خیال دونوں پرندہ میں لگ گئے جس کی وجہ سے یہ بھی بھول گئے کہ میں کونسی رکعت پڑھ رہا ہوں۔ نماز میں سہو ہو جانے اور نماز سے غافل ہو کر دوسری طرف متوجہ ہو جانے پر بہت افسوس اور قلق ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پورا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ چونکہ یہ مصیبت باغ کی وجہ سے پیش آئی ہے اس لئے میں اس کو اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ آپ جہاں چاہیں اس کو صرف فرما دیں۔

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یا رب العالمین

قبر.... سفر آخرت کی پہلی منزل

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللّٰہ یوم القیامۃ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح شام اسے اس کا ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنتی ٹھکانا اور دوزخی ہوا تو دوزخی ٹھکانا اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے جب تجھے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اٹھائیں گے۔''

اس حدیث پاک میں بھی انسان کی حیات برزخیہ کا ذکر ہے کہ ہر انسان کو صبح وشام اس کا مال اور ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے جس سے مومن کو اپنے جنتی ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور دوزخی کو حسرت وندامت اور تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔

قرآن کریم نے فرعون اور اس کے پیروؤں کی برزخی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا۔ (سورہ مومن ۴۶)

وہ صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کئے جائیں گے ہر صبح وشام ان کو دکھلایا جاتا ہے تا نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ (عثمانی)

ایک حدیث میں ہے کہ مردوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ ان (مردوں کی چیخ وپکار) کی آواز جانور سنتے ہیں۔ نیز ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر (مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ) تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذاب قبر سنایا جائے۔

حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں عذاب قبر سے محفوظ فرمائے اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

موت کے بعد پچھتاوا

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يارسول الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد و ان كان مسيئا ندم ان لا يكون نزع . (الترمذی والبیهقی فی الزهد. كذافی الترغيب)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہیں مرتا ہے کوئی مگر یہ کہ وہ ضرور پچھتاتا (نادم ہوتا) ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیونکر نادم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اچھا عمل کرنے والا تھا تو وہ نادم ہوتا ہے کہ میں اور زیادہ عمل کر کے کیوں نہ آیا اور اگر برا عمل کرنے والا ہوتا ہے تو وہ نادم ہوتا ہے کہ میں برے عمل سے کیوں نہ رک گیا۔''

ایک عاجز و ناتواں بندے کو اپنی حقیر سی کارگزاری پر مالک کی بیش بہا اور لازوال نعمتوں کا سامنا کر کے اپنی کوتاہیوں پر احساس ندامت کیوں نہ ہو جبکہ یہ جو کچھ بھی اس سے ہوسکا وہ بھی اسی مالک کے فضل و کرم اور اسی کے دیئے ہوئے اختیار کی بدولت ہوا اور اس کا ایمان و یقین اور حسن عمل سب اسی کریم آقا کی توفیق سے ہوا مگر اس رحمٰن و رحیم کے کرم کا کیا ٹھکانا جو ان اعمال اور ان ناقص کارگزاریوں کو بھی بندے کی طرف منسوب کر کے اسے ایسے اجر و ثواب کا مستحق بنا دے جو بندے کی توقع اور اس کی چشم تصور سے بھی بالاتر ہو۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (سجدہ ۱۷)

''سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے۔ یہ ان کو ان کے (نیک) اعمال کا صلہ ملا ہے۔''

ایک کریم آقا جب اپنی نعمتوں کے پروردہ بندے کو اپنی مہمانی کا شرف نصیب فرمائے تو اسے یہ افسوس اور پشیمانی کیوں نہ ہو کہ کاش میں اپنے محسن و منعم مالک کا مخلص اور عبداً شکوراً (حق شناس اور شکر گزار بندہ) بن کر آتا اور اس کی عبادت و اطاعت میں اپنی ساری زندگی اور اپنی ساری قوت و صلاحیت صرف کر کے آتا۔ کیونکہ نیک بندوں کے متعلق رب کریم کا وعدہ برحق ہے۔

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (سجدہ ۱۹)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلے میں بطور مہمانی کے ہیں۔''

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ (زمر ۵۶)

''افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی۔''

کہ ہوا و ہوس، رسم و تقلید اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو کچھ سمجھا ہی نہیں اس کے دین کی اور پیغمبروں کی اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے سب کی ہنسی اڑاتا رہا۔ ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کے پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجے میں آج یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ (تفسیر عثمانی۔ زمر)

نیز بزبان حال وہ کہتے ہوں گے: يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ (انبیاء ۹۷)

''ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے بے خبر رہے۔

اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کم بختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔ (تفسیر عثمانی۔انبیاء)

ایک اور جگہ ان کی حیرانی و پریشانی کا ذکر کچھ یوں ارشاد ہوا:

یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔

''اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا۔ وہ کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی نیک عمل آگے بھیج لیتا۔'' (فجر)

یعنی اس وقت سمجھے گا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا مگر اس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔ سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء میں نہیں ہوسکتا۔ افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کر کے آگے نہ بھیجی جو آج اس زندگی میں کام آتی یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ (تفسیر عثمانی۔فجر)

ایک شاعر کا انتقال ہونے لگا تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا

دیکھا ہی نہ تھا اس دنیا میں اعمال کا دفتر نظروں سے
افسوس مری اب آنکھ کھلی جب روح نے تن کو چھوڑ دیا

اے اللہ ہمیں ایسے انجام سے محفوظ فرما اور وقت نکلنے سے پہلے آخرت کی فکر اور اس کی تیاریوں میں لگنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منکر نکیر کی سخت آواز اور قبر کے بھینچنے کا تذکرہ فرمایا ہے مجھے کسی چیز سے بھی تسلی نہیں ہوتی اور قبر کا دھیان مجھے گھلاتا رہا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ منکر نکیر کی آواز مومنوں کے کانوں کو ایسی اچھی لگے گی جیسے آنکھوں میں سرمہ اچھا لگتا ہے اور مومنوں کو قبر کا دبوچنا ایسا (آرام دہ) ہوگا جیسے شفقت والی ماں سے بیٹا دوسرے کی شکایت کرے اور ماں آہستہ آہستہ دبائے۔ لیکن اے عائشہ اللہ کے معاملہ میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جانتی ہو وہ قبر میں کیسے دبوچے جائیں گے؟ پھر خود ہی فرمایا، وہ اس طرح دبوچے جائیں گے جیسے بہت بڑا پتھر انڈے کو کچل ڈالے۔ (شوق وطن بحوالہ بیہقی)

اللہ اکبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خوف اور فکر آخرت کہ جب قبر کا حال سن لیا تو کسی طرح ان کو چین نہ آتا تھا اور فکر میں گھلی جا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فکر مندانہ شان اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ یوں فرمایا کرتی تھیں کہ ہائے میں درخت ہوتی جو تسبیح کرتی رہتی اور آخرت کا کوئی مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی، کاش میں پیدا نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔ کاش میں گھاس ہوتی تو اچھا ہوتا۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

اللہ تعالیٰ کا مومن سے معاملہ

عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب لقاء الله احب الله لقائه و من كره لقاء الله كره الله لقائه فقلت يا نبى الله أكراهية الموت فكلنا يكره الموت قال ليس ذلك لكن المومن اذا بشر برحمة الله و رضوانه و جنته احب لقاء الله فاحب الله لقائه و ان الكافر اذا بشر بعذاب الله وسخطه كره لقاء الله و كره الله لقائه. (صحيحين)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے کیونکہ ہم سبھی کو موت ناپسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ مومن کو (مرتے وقت) جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رضاء اور جنت (کے حصول) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور کافر کو جب عذاب الٰہی اور اس کے غیظ و غضب (کا سامنا کرنے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ ایک ایسے بندے کو جس کی پوری زندگی امید و بیم کی کشمکش میں گزری جسے ہر وقت یہ فکر سوار تھی کہ نہ معلوم اس کا عمل مولیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول بھی ہے یا نہیں، نہ معلوم میرا انجام بخیر ہوگا یا نہیں۔ ایسے لرزاں و ترساں بندے کو جب اپنے کریم مالک کی طرف سے یہ خوشخبری ملے جس سے اس کی محنت ٹھکانے لگنے اور اس کے ٹوٹے پھوٹے عمل قبول ہونے اور سچے بندوں میں شامل ہونے کا یقین ہو جائے تو اسے اس قید خانہ سے چھوٹ کر اپنے رب کے جوار رحمت میں پہنچنے کا شوق و ولولہ کیوں نہ ہو۔

اے موت جلد آ کہ یہ جھگڑا کہیں چکے
کب تک شب فراق کے صدمے اٹھائے دل

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے موقع بموقع موت کے وقت قبر میں اور حشر میں ان کے رب کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی جائے گی۔

''اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

یعنی جن کے دلوں میں اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین و آرام ملتا ہے ان سے کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام مقرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو۔ اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ (عثمانی)

اور اہل شقاوت کو جب اپنے برے انجام اور غضب الٰہی کا

سامنا کرنے کی روح فرسا خبر سنائی جاتی ہے۔تو وہ کسی طرح بھی موت کو گلے لگانے اور اپنے خالق و مالک کے سامنے جانے اور اپنی روسیاہی اور شقاوت کا مزہ چکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور یہاں بھی وہ راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے مگر:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

''اور وہ آئی موت کی بے ہوشی حقیقتاً (یعنی لو! موت کی گھڑی آ پہنچی اور مرنے والا نزع کی بے ہوشیوں اور جان کنی کی سختیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہوگئیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی اور میت کی سعادت وشقاوت سے پردہ اٹھنے لگا) یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا تھا۔''

یعنی تو نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس ناخوشگوار وقت سے بہت کچھ بھاگتا اور کتراتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی۔کوئی تدبیر اور حیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

(تفسیر عثمانی۔بتغیر سورہ ق ۱۹)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں حتیٰ کہ ان کو آگ کے انگاروں پر لٹا کر گھسیٹا گیا۔آگ جب بجھی جب کھال جل کر گوشت اور پھر خون اور چربی نکلی۔جب بیمار ہوئے اور ان کی عیادت (بیمار پرسی) کے لئے لوگ ان کے پاس گئے تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہے۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔یہ بات سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی چھت اور زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، کہ اس کا حساب بھی تو دینا ہے میں اس گھر میں رہتا ہوں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اتنا سامان کافی ہے جتنا مسافر سفر کی ضرورت کے لئے لے کر جاتا ہے اب میں اتنے بڑے گھر میں رہتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نافرمانی کے ساتھ آپ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔(ابویعلی وطبرانی)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔آمین یارب العالمین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت

عن هانی مولٰی عثمان بن عفان رضی اللّه عنه قال کان عثمان رضی اللّٰه اذا وقف علی قبریبکی حتی یبل لحیتهٔ فقیل له تذکر الجنة والنار فلا تبکی و تذکر القبر فتبکی فقال انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول القبر اول منزل من منازل الآخرة فان نجامنه فما بعده ایسروان لم ینج فما بعده اشد. قال وسمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ما رأیت منظراً قط الاو القبر افظع منه. (الترمذی / الزهد)

ترجمہ: حضرت ھانیؒ مولٰی عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر جاتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت جہنم کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر کو یاد کر کے روتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے پار لگ گئے تو اس کے بعد کی منزلیں نہایت آسان ہیں اور اگر یہیں نجات نہ مل سکی تو اگلی منزلیں اور زیادہ دشوار گزار ہیں۔ نیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے کوئی منظر نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ ہولناک نہ ہو۔"

گذشتہ درس میں قبر اور عالم برزخ کی سختیوں کا ذکر گزر چکا اس حدیث میں بھی اس بات پر تنبیہ ہے کہ انسان کو آخرت کی اس پہلی منزل کے متعلق فکر مند ہونا چاہئے اور اس غفلت و بے فکری کی زندگی سے توبہ کر کے آخرت اور اس کی تمام منزلوں میں کام آنے والی شے کے حصول میں لگ جانا چاہئے۔ حضرت ہانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی قبر پر گئے تو آپؓ کی زبان پر یہ شعر تھا

ترجمہ: "اگر تو اس فتنے سے بچ گیا تو تو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ گیا ورنہ میں نہیں سمجھتا کہ تو پھر کہیں نجات پاسکے گا۔"

جن لوگوں کو اس دنیوی عارضی اور فانی زندگی بنانے کی امنگ اور مادی ترقیات کی فکر اور زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی حرص وہوس نے یاد خدا اور فکر آخرت میں لگنے سے مشغول کر رکھا ہے اور موت اور اس کی سختیوں، قبر اور اس کے ہولناک مناظر سے بے خوف اور بے فکر کر رکھا ہے انہیں قرآن کریم ان الفاظ میں متنبہ کرتا ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ "تمہیں حرص (وہوس) نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔"

یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے، نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے، محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ، ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ "ہرگز نہیں آئندہ تم جان لو گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے۔"

یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے، عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی، پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت

برتی جائے، آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلے میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ''ہرگز نہیں کاش تم یقینی طور پر جان لیتے''۔

یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں۔ اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے (بلکہ اعمال صالحہ کی طرف جھپٹتے) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ''البتہ تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے پھر واللہ تم لوگ اس کو بالکل یقینی طور پر دیکھو گے''

یعنی اس غفلت وانکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا۔ اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آئے گا، پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ''پھر پوچھیں گے تم سے اس دن نعمتوں کی حقیقت''

یعنی اس وقت کہیں گے اب بتلاؤ! دنیا کے عیش وآرام کی کیا حقیقت تھی یا اس وقت سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں (ظاہری وباطنی، آفاقی وانفسی، جسمانی وروحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا تم نے کیا حق ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔ (عثمانی)

قیامت کے روز اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے متعلق باز پرس ہوگی کہ تم نے ان کا شکر کیا ادا کیا اور ان کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا، ان میں سے بعض نعمتوں کے متعلق تو خود قرآن میں دوسری جگہ وضاحت آگئی اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (بنی اسرائیل)

جس میں انسان کی قوت شنوائی، بینائی اور دل سے متعلق وہ لاکھوں نعمتیں آگئیں جن کو انسان ہر لمحہ استعمال کرتا ہے۔

امام تفسیر مجاہدؒ نے فرمایا کہ قیامت میں یہ سوال دنیا کی ہر نعمت کے متعلق ہوگا خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا لباس اور مکان سے یا بیوی اور اولاد سے یا حکومت وعزت سے۔

(معارف القرآن ۸۱۰/۸)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ''یعنی جن نعمتوں سے تم نے دنیا میں فائدہ اٹھایا ان سے متعلق وہاں تم سے جواب طلبی ہوگی اگر تم نے ان کا شکریہ ادا کیا ہوگا اور ان سے متعلق جو اللہ کا حق تھا وہ ادا کیا ہوگا اور ان کے ذریعہ کسی گناہ پر مدد نہ لی ہوگی تو پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تمہیں ان سے بھی عمدہ اور اعلیٰ قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اور اگر تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا ہوگا، ان کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ذریعہ گناہوں پر مدد لی ہوگی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوگا اور اس کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور جس دن لائے جائیں گے منکر آگ کے کنارے پر (ان کو جتلایا جائے گا کہ) ضائع کئے تم نے اپنے مزے دنیا کی زندگی میں اور ان کو برت چکے۔ اب آج سزا پاؤ گے ذلت کا عذاب اس کے بدلے میں جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے اور نافرمانی کیا کرتے تھے۔'' (تفسیر سعدی۔ تکاثر)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

موت سب سے بڑا واعظ

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروالقبور فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الاٰخرۃ. (ابن ماجه / الجنائز)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب قبروں کی زیارت کو (قبرستان) جایا کرو کیونکہ وہاں جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قبرستان جایا کر اس سے تجھے آخرت کی یاد آئے گی اور مردوں کو غسل دیا کر کیونکہ مردہ جسم میں لگنا (یعنی میت کی تجہیز و تکفین میں) بڑی عبرت ہے اور جنازہ کی نماز پڑھا کر شاید یہ بات تجھے غم میں مبتلا کرے کیونکہ غمزدہ شخص اللہ تعالیٰ (کی رحمت) کے سایہ میں رہتا ہے اور ہر خیر کا سامنا کرتا رہتا ہے۔ (الترغیب عن الحاکم)

امام عبدالرحمٰن بن الجوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی اگر تمہیں یہ معلوم کرنا ہو کہ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہوگا تو قبرستان کا رخ کرو اور غور سے دیکھو کہ کتنی قبروں کے نشان مٹ چکے ہیں اور یہ سوچو کہ تمہاری قبر بھی ان قبروں کے درمیان ہے اور سوچو کہ تمہیں قبر میں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ اسے زیادہ سے زیادہ فراہم کر لینے کی فکر میں رہو کیونکہ وہاں تمہارا قیام نہایت طویل ہوگا اور وہاں جو چیز تمہیں کام آئے گی وہ بس اعمال صالحہ ہیں اس کے علاوہ دنیاوی چیزوں سے تمہیں کیا سروکار کیونکہ اس کے علاوہ باقی ساری چیزیں قبر میں تمہارے لئے وبال اور حسرت و ندامت کا سبب بن جائیں گی اور تم اپنی عملی حالت پر نظر کرو اگر موت کا سامنا کرنے اور قبر میں جانے کے لئے لائق و مناسب ہے تو بے شک تم اسی پر جمے رہو اور اگر تمہاری حالت ایسی نہیں کہ اس میں تمہیں موت آ جائے اور تمہیں قبر میں ڈالا جائے تو پھر ایسی زندگی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے لو لگاؤ اور اپنی حالت کی درستگی کی طرف متوجہ ہو۔ (بستان الواعظین ص ۲۶۸)

تم بھی یاران گذشتہ کا وہ گھر دیکھتے آؤ
مل گئے خاک میں ایسے کہ نشان تک نہ رہا

حاتم اصمؒ کا ارشاد ہے کہ جو قبرستان سے گزرے اور اسے اپنے بارے میں سوچ فکر پیدا نہ ہو اور نہ وہ اہل قبرستان کے لئے دعا کرے۔ اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور قبرستان والوں کے ساتھ خیانت کی۔'' (احیاء العلوم ۴/۵۱۷)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اکثر قبرستان جا کر بیٹھا کرتے۔ لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی قوم کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں جو مجھے لوٹنے کی جگہ (یعنی آخرت) کی یاد دلاتے ہیں اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو وہ میری غیبت نہیں کرتے۔ (احیاء)

حضرت جعفر بن محمدؒ رات کو قبرستان جاتے اور آواز دیتے کہ اے قبرستان میں بسنے والو! تم میرے بلاوے پر جواب کیوں نہیں دیتے، پھر کہتے میرے بلاوے اور ان کے جواب کے درمیان آڑ حائل ہوگئی اور گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا بھی یہی حال ہونے والا ہے۔ پھر آپ نماز میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ نماز ہی میں صبح کر دیتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے ہم مجلس سے ایک دن فرمایا: اے فلاں! آج رات قبر اور اس میں بسنے والوں کے حالات کے تصور نے میری نیند اڑا دی۔

اگر تم میت کو دفن کے تین روز بعد دیکھو گے تو تمہیں اس کے قریب جانے سے وحشت ہوگی، حالانکہ کتنے دنوں تک وہ تمہارا انیس و جلیس ہم پیالہ ہم نوالہ رہا تھا اور قبر تمہیں ایک ایسی اندھیری کوٹھڑی نظر آئے گی کہ جس میں کیڑے پڑ چکے ہوں گے، خون، پیپ بہہ رہا ہوگا، بدبو سے ناک نہیں دی جائے گی، کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ حالانکہ پہلے وہ اچھی ہیئت میں خوشبوؤں سے بسا ہوا صاف ستھرے کپڑے میں اندر ڈالا گیا تھا، یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے۔ (احیاء)

کاش اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کی فکر آخرت کا کوئی حصہ نصیب فرمادے۔ آمین

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو حضرت عاصم حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوئم کے نواسے تھے بڑے ہی خدا ترس تھے اور آخرت کے فکر مند تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو اور بھی زیادہ آخرت کا حساب و کتاب سے ڈرنے لگے۔ جب خلافت آپ کے سپرد کی گئی تو رونے لگے اور فرمایا کہ مجھے اپنے متعلق آخرت کا بڑا ہی خوف ہے۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ لوگوں سے خلافت پر بیعت لینے کے وقت جب آپ گھر میں آئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے؟ فرمایا خیریت کہاں؟ میری گردن پر ساری امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ اب ڈر رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو جائے اور مجھ سے جواب نہ بنے۔ اسی فکر میں رو رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

۲- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا تھا۔ عطاؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز روزانہ رات کو بڑے بڑے عالموں کو جمع فرمایا کرتے تھے اور موت اور قیامت کا ذکر کر کے اس قدر رویا کرتے تھے کہ جیسے کوئی سامنے جنازہ رکھا ہے۔ خلافت کا بار آپ کے سر پر رکھا جانے سے پہلے آپ بہت موٹے تازے تھے اور خلافت کے بعد فکرِ آخرت میں گھل گھل کر اتنے لاغر ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی دور سے گنی جا سکتی تھی۔ ایک روز آپ کے غلام نے آپ کی بیوی سے شکایت کی کہ روزانہ دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آ گیا ہے۔ طبیعت بہت اُکتا گئی ہے۔ اس پر محترمہ نے جواب دیا کہ تمہارے آقا امیر المومنین بھی روزانہ دال ہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

تین چیزوں کے اعمال کا تسلسل

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلاثة اشیاء صدقة جاریة، او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوله . (مسلم/الوصیة)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب ختم ہوجاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع ہو تیسرے نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے''۔

دنیا کے فانی مال و دولت کی حرص میں ننانوے کے پھیر میں پڑنا بے شک قابل نفریں ہے مگر جو خوش قسمت آخرت میں کام آنے والی دولت کے متعلق ننانوے کے پھیر میں پڑ گیا اور اس پر مرمٹا وہ قابل صد آفریں ہے۔ ایسے ہی قسمت کے دھنی لوگوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے: ''یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز لے اڑے''۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذات والا صفات کو امت مرحومہ کی نفع رسانی اور خیر خواہی کی خاص تڑپ رکھنے کی بنا پر ''حریص علیکم'' کے خطاب شاہی سے نوازا گیا ہے آپ نے اپنی امت کے ہر فرد کو اس دنیاوی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے ہر طریقہ بتلایا اور ہر موقع کی نشاندہی فرمائی۔ ہر شخص کو اس کی قوت و صلاحیت کے اعتبار سے نیکیاں کمانے کے لئے سہل سے سہل طریقوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریقے بھی بتلا دیئے جس کے ذریعے آپ کا امتی اپنے مرجانے کے بعد بھی اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافہ کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کرواسکتا ہے۔ حدیث بالا میں انہی طریقوں میں سے تین طریقے ارشاد فرمائے گئے۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے اعمال اور ثواب لکھے جانے کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ ان چیزوں کے وجود کا سبب وہی ہوتا ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب اس کے لئے برابر جاری رہتا ہے۔ اولاد اس کی اپنی کمائی سے وجود میں آئی۔ علم جو چھوڑ گیا (خواہ کسی کو سکھا کر پڑھا کر خواہ کتاب کی شکل میں تصنیف و تالیف کر کے) یہ بھی اس کا عمل ہے اور اسی طرح صدقہ جاریہ یعنی وقف میں کوئی چیز دے گیا یہ بھی اس کا ایک عمل ہے۔

اس حدیث پاک سے وقف اور تعلیم و تعلیم کی فضیلت اور ان کا باعث اجر عظیم ہونا ثابت ہوا، نیز اس میں علم کے حصول اور اس کی نشر و اشاعت میں زیادہ سے زیادہ لگنے کی ترغیب بھی ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسی علم میں لگنا چاہئے جس کا نفع زیادہ سے زیادہ ہو'' (شرح نووی)

ان تین چیزوں کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا احادیث میں ذکر ہے، جن کا ثواب مرنے کے بعد تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے، کسی کو علم پڑھا گیا ہو، کوئی نہر جاری کردی ہو، کوئی کنواں بنا دیا ہو، کوئی درخت لگا دیا ہو، کوئی مسجد بنادی ہو، قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ (ترغیب) ان احادیث کے نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اللہ جل شانہ کا کس قدر زیادہ انعام و احسان ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مرجانے کے بعد جبکہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہوجائے وہ

عمل کرنے سے بیکار ہو جائے، وہ قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمال حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے پیدا فرما دیا۔ (فضائل صدقات ص ۹۷)

حدیث پاک میں ایک چیز "نیک اولاد" چھوڑ جانا ہے کہ جس کی دعا انسان کو مرنے کے بعد کام آتی ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آدمی اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے، نیک دیندار بنائے، فکر آخرت میں لگا کر جائے، جبھی تو وہ اپنے والدین کو موت کے بعد یاد رکھے گی۔

اولاد کی صحیح تربیت اور ان کی دینداری کا مرتے دم تک خیال رکھنا یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغی فکر کا ایک اہم حصہ ہے۔ جس طرح وہ روحانی اولاد (امتیوں) کی اصلاح ظاہری و باطنی کی فکر رکھتے ہیں۔ اسی نسبی اور صلبی اولاد کی اصلاح کا اس سے زیادہ انہیں خیال ہوتا ہے۔

جس طرح عام انسان اپنی موت کے وقت یہ چاہتے ہیں کہ جو بڑی سے بڑی دولت ان کے پاس ہے وہ اولاد کو دے جائیں۔ ایک سرمایہ دار تاجر کی آج کل یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد ملوں اور فیکٹریوں کی مالک ہو، ان کو امپورٹ ایکسپورٹ کے بڑے بڑے لائسنس ملیں، لاکھوں اور کروڑوں کا بینک بیلنس ہو، یا ایک سروس والا انسان یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد کو اونچے عہدے اور بڑی تنخواہیں ملیں یا ایک صنعت پیشہ آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اس کی صنعت میں کمال حاصل کرے، اس کو اس صنعت کے متعلق اپنی عمر بھر کے گر بتلا دے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اولیاء کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ اصلی اور دائمی لازوال دولت سمجھتے ہیں وہ ان کی اولاد کو پوری کی پوری مل جائے۔ اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور کوششیں بھی۔ آخری وقت میں وصیت اسی کی کرتے ہیں، جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔

اولاد کیلئے کوئی دولت دین واخلاق سکھانے کے برابر نہیں

انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طرز خاص میں عام انسانوں کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ جس طرح ان کی دنیوی پرورش اور ان کے دنیوی آرام وراحت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ان پر لازم ہے کہ اولاد کی نظری، عملی اور اخلاقی تربیت کریں، برے راستوں اور برے اعمال واخلاق سے ان کو بچانے میں سعی بلیغ کریں کہ اولاد کی سچی محبت اور اصلی خیر خواہی یہی ہے۔ یہ کوئی عقل کی بات نہیں کہ ایک انسان اپنے بچے کو دھوپ کی گرمی سے بچانے کے لئے ساری توانائی خرچ کرے اور دائمی آگ سے اور عذاب سے بچانے کے لئے کوئی دھیان نہ دے۔ اس کے بدن سے پھانس نکالنے میں تو سارے ذرائع اور وسائل استعمال کرے اور بندوق کی گولی کا نشانہ بننے سے اس کو نہ بچائے۔

انبیاء علیہم السلام کے اس طرز عمل سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ والدین کا فرض اور اولاد کا حق ہے کہ سب سے پہلے ان کی اصلاح وفلاح کی فکر کی جائے ان کے بعد دوسروں کی طرف توجہ کی جائے۔ آج کل عام مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی پھیلنے کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین اگر خود دین سے واقف اور دیندار بھی ہیں تو اس کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری اولاد بھی دیندار ہو کر دائمی راحت کی مستحق ہو، عام طور پر ہماری نظریں صرف اولاد کی دنیوی اور چند روزہ راحت ہی پر رہتی ہیں۔ اسی کے لئے انتظامات کرتے رہتے ہیں، دولت لازوال کی طرف توجہ نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ آخرت کی فکر میں لگ جائیں اور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ایمان اور عمل صالح کو سمجھ کر اس کی کوشش کریں۔ (معارف القرآن باختصار۔ ۱۴۹۱)

دُعا کیجئے: ☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔
☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

عمل میں ترقی بھی تنزل بھی

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من دعا الی هدیً کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلک من اجورهم شيئا و من دعا الی ضلالة کان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلک من آثامهم شيئا . (مسلم/ کتاب العلم)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی اچھی بات کی طرف بلائے تو جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے ان سب کا ثواب اس کو ملے گا اور یہ بات ان (عمل کرنے والوں) کے اجر و ثواب میں کمی نہیں لائے گی اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی پیروی کریں ان سب کا گناہ اس کو بھی ملے گا اور یہ بات ان کے گناہوں میں کمی نہیں لائے گی۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ گاؤں کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ ان کے جسم پر اون (کے لباس) تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدحالی دیکھ کر ان کی ضرورت مندی کا اندازہ فرمالیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ لوگوں سے (صدقہ لانے میں) اتنی دیر ہوگئی کہ ناراضگی کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر محسوس ہونے لگا۔ اتنے میں ایک انصاری صحابی ایک تھیلی چاندی کی لے کر آئے پھر دوسرے آئے اور پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کے آثار جھلکنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کرے پھر اس پر اس کے بعد عمل کیا جائے تو (اسے اپنے عمل کا بھی ثواب ملے گا اور) اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کردے گا پھر اس کے بعد اس پر عمل ہونے لگے تو (اس پر اپنے کئے کا بھی گناہ ہے اور) جتنے اس پر عمل کریں گے سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

لہذا ایک مومن کو چاہئے کہ اپنے ہر عمل سے پہلے اس کے خیر یا شر ہونے پر خوب اچھی طرح غور کرلے اور اس سے پھیلنے والے منافع یا مفاسد کا اندازہ کرلے کہ خیر کا انجام کامیابی اور کامرانی ہے اور شر کا انجام ہلاکت وتباہی ہے اور کسی کام کے اچھے (سنت حسنہ) یا برے (سنت سیئہ) جاننے اور جانچنے کا معیار یہی ہے کہ اسے میزان شریعت پر تول کر دیکھ لے۔ چنانچہ مشہور شارح حدیث امام سندھیؒ حاشیہ ابن ماجہ میں ان روایات کی تشریح فرماتے ہیں کہ جو عمل شریعت کے موافق ہو وہ سنت حسنہ ہے اور جو شریعت کے خلاف ہو وہ سنت سیئہ ہے۔

امام نوویؒ مذکورہ بالا حدیثوں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ان دونوں حدیثوں سے اچھے طریقے رائج کرنے اور خیر کے کام میں سبقت کرنے کا استحباب اور برے طریقے جاری کرنے کی حرمت معلوم ہوئی اور اس کے جاری کردہ کار خیر کا سلسلہ جس قدر طویل اور ممتد ہوگا اور اس کا نفع جس قدر عام ہوگا اسی قدر اسے ثواب کا حصول ہوگا اور اسی طرح برا طریقہ رائج کرنے اور برائی پھیلانے کا معاملہ ہے کہ اس سے جس قدر گمراہی پھیلے گی اور برائی رواج پکڑے گی اور جہاں تک یہ سلسلہ دراز ہوگا

اتنا ہی گناہ اس کے حصے میں آئے گا اور یہ بات بھی قابل تنبیہ ہے کہ اس ہدایت یا گمراہی اور خیر وشر کے پھیلانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ یہی شخص اس کا موجد اور پہلے اسے اختیار کرنے والا ہو بلکہ اگر وہ اچھائی یا برائی کسی پیش رو سے چلی آرہی ہے اور یہ اس میں شریک عمل ہو گیا جس سے دوسروں کو سبق ملا اور حوصلہ افزائی ہوئی تو بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا کہ جس قدر اس کا اس میں حصہ ہوگا اس قدر ثواب یا گناہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہونا شروع ہو جائے گا۔ (شرح نووی باختصار)

یعنی جو شخص محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے اس کے بتلائے ہوئے راستے (یعنی قرآن وسنت کے مقرر کردہ اصول) کے مطابق اس کی مخلوق کے دینی یا دنیوی نفع کا کوئی راستہ نکالے، کوئی اچھا طریقہ جاری کرے، کسی کار خیر کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے یا کسی برائی سے روکے اور اس کے خاتمے کی کوشش اور کسی بدعت کو مٹانے میں پہل کرے یا اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرے، اس کی ترغیب دے اس میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے، اس میں اپنا جانی مالی اخلاقی اور جاہی ومنصبی تعاون پیش کرے وغیرہ تو گویا وہ اس عرش والی سرکاری ملازمت سے وابستہ ہو گیا جس کو کبھی زوال نہیں، جس کا معمولی عہدہ دار اور ادنیٰ ملازم بھی قسمت کا دھنی ہے اور اس کی کامیابی یقینی ہے۔ اور اگر وہ شخص خوش قسمتی سے ایسا ہے جو اس عالی سرکار کی طرف سے کسی بلند عہدہ پر فائز ہے (مثلاً کسی اسلامی مملکت کا سربراہ یا اس کا عملدار قاضی، وزیر...... وغیرہ ہے) اور وہ اپنے وسیع دائرہ کار میں پوری امانتداری، فرض شناسی اور اخلاص (سرکار سے وفاداری کے جذبے) کے ساتھ اور اس سرکار کے تمام قوانین (قرآن وسنت) کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے اپنے فرائض منصبی ادا کرتا ہے تو اس کی کامیابی، سرفرازی اور مرتبہ کی بلندی کا کیا کہنا۔ ایسے ہی لوگ اس سرکار کی اس خوشخبری کے زیادہ مستحق ہیں۔

چنانچہ حدیث **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ** ''کہ تم سب کے سب (اپنے دائرہ عمل میں) ذمہ دار ہو اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہوگے سے اس کا واضح اشارہ ملتا ہے۔

مثلاً والدین اپنے بال بچوں کے متعلق اور شوہر بیوی کے متعلق اساتذہ اپنے زیر نگرانی طالب علموں کے متعلق، علماء و مشائخ جنہیں دین کے محافظ ہونے اور انبیاء کے وارث ہونے کا شرف حاصل ہے اور جن پر پوری قوم کی عموماً اور طالبان علوم دینیہ و معارف باطنیہ کی خصوصاً ظاہری اور باطنی اصلاح وتربیت کی ذمہ داری ہے نیز جو زبان وقلم اور اپنی نقل وحرکت سے تبلیغ دین اور دعوت اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہیں یہ سب اپنے اپنے ماتحت افراد کی اصلاح اور ان کے دینی ودنیاوی مصالح کے متعلق جواب دہ ہوں گے کہ انہوں نے ان کے متعلق اپنی کیا ذمہ داری نبھائی اور ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں جس قدر کامیاب ہوں گے اسی قدر اجر وانعام کے مستحق ہوں گے۔

ان حضرات کی پیروی کرنے سے اور ان کے جیسی کارگزاری کر کے حقیقی کامیابی حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

''جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے وہ ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے کیونکہ زندہ آدمی کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا کوئی بھروسہ نہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے، قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف وتصنع ان میں کالعدم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین برپا کرنے کے لئے چن لیا تھا، اس لئے ان کی فضیلت وبرگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔'' (مشکوٰۃ عن رزین)

لہٰذا جو شخص اُن حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جس قدر خیر کے میدان میں قدم بڑھائے گا اسی قدر وہ اجر وثواب اور

انعام وکرام کا مستحق ہوگا۔ اور باقیات صالحات اور سبقت الی الخیرات کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کی عطا اور احسان، بخشش اور انعام کا کیا ٹھکانا ہے، اس کی عطائیں اس کے الطاف بے محنت ملتے ہیں مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے۔ ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے اس کو بھی ان کا ثواب ہو، خود نادار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کرسکتا تو دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے اور خرچ کرنے والوں کے ساتھ خود بھی ثواب کا شریک بنے۔

ایک شخص خود روزے نہیں رکھ سکتا، حج نہیں کرسکتا، جہاد نہیں کرسکتا اور کوئی عبادت نہیں کرسکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اور خود ان سب کا شریک بنتا ہے۔ بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان سب عبادتوں کو کرنے والا ہوگا تو ایک ہی کے کرنے کا ثواب ملے گا لیکن ان چیزوں پر سو آدمیوں کو ترغیب دے کر کھڑا کردے تو سو کا ثواب ملے گا اور ہزار دو ہزار کو ان سے زیادہ کو لگا دے تو جتنے آدمیوں کو آمادہ کردے گا سب کا ثواب ملتا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی جائے تو ان اعمال کے کرنے والوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہنچتا رہے گا، کیا اللہ جل شانہ کے احسانات کی کوئی حد ہے؟ اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے اور اب مرنے کے بعد وہ ان اعمال کے کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہیں۔'' (فضائل صدقات ص ۱۲۷)

معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دوسرے کو گناہ میں مبتلا کرنے کی تحریک کرے یا گناہ میں اس کی مدد کرے وہ بھی ایسا مجرم ہے جیسا یہ گناہ کرنے والا۔ (معارف القرآن ۶۷۹/۶)

صحیحین کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ کوئی نفس بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس (ناحق) خون کے گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کو ضرور ملتا ہے کیونکہ اسی نے ناحق خون کرنے کا سلسلہ جاری کیا۔

ان آیات و روایات سے بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے وسیع اختیارات اور علمی و عملی قوت و صلاحیت سے جس قدر گمراہی، برائی اور فتنہ فساد پھیلائے گا یا اس میں کسی کی مدد کرے گا اسی قدر گناہوں کا انبار اکٹھا کرے گا اور اپنی ہلاکت کا سامان جمع کرے گا۔

لہٰذا اس پر ان لوگوں کو خصوصاً بہت غور کرنے کی ضرورت ہے جنہیں قوم کی سربراہی ملی ہے اور جن کے ہاتھوں میں اقتدار اعلیٰ کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی دینی اور دنیوی خدمات انجام دینے کے وسیع اختیارات ہیں مگر وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

نیز وہ لوگ جو مسلمانوں کی ضروریات و مصالح پر اپنے شخصی مفادات کو مقدم کرتے ہیں اور اپنے اقتدار و کرسی کی حفاظت میں لگ کر اجتماعی اور قومی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں، بلکہ بعض ظالم تو اس قدر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ اعدائے اسلام کی خوشامد میں ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جو ان کی رعیت کے لئے دینی و دنیوی نقصان کا باعث ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض بے دین اپنے اسلامی ملک میں شرعی قوانین کی جگہ یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹ کے وضع کردہ قوانین نافذ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اس طرح خود بھی گمراہ اور تباہ ہوتے ہیں اور خلق خدا کو گمراہی اور تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں۔

دُعا کیجئے: ☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

مقام نیاز

عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن ھٰذہ الآیة " والذین یؤتون ماآتوا و قلوبھم وجلة" اھم الذین یشربون الخمر و یسرقون . قال لا یابنت الصدیق و لکنھم الذین یصومون و یصلون و یتصدقون و ھم یخافون ان لا یقبل منھم اولٰئک یسارعون فی الخیرات . (المشکوٰۃ عن الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت شریفہ والذین یؤتون............(ترجمہ: اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں) کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے (بدکاری کرتے کمافی روایۃ) اور چوری کرتے ہیں (اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کے حضور کیسے پیش ہوں گے اور وہاں جا کر کیا منہ دکھائیں گے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں صدیق کی بیٹی ایسا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے اور صدقے دیتے ہیں اور پھر بھی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا عمل نامقبول نہ ہو جائے ایسے ہی لوگ نیکیوں میں دوڑنے والے ہیں۔''

یعنی نیکیوں کی طرف سبقت کرنے اور اس میں مسارعت کرنے والے حقیقت میں وہی ہیں جو سب کچھ کر کے بھی اپنے معبود کی عظمت و جلال کے سامنے اپنے آپ کو نالائق و ناکارہ اور اپنے اعمال اس مقدس بارگاہ میں پیش ہونے کے لائق نہیں سمجھتے اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد نہ ہو جائیں اور اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح بھی اپنے پروردگار کی رضا و خوشنودی حاصل کر لیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

یعنی باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے اس سے ڈرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ جل شانہ کے یہاں ان نیکیوں کا کیا حشر ہو۔ قبول ہوتی ہیں یا نہیں یہ حق تعالیٰ شانہ کی غایت عظمت اور علو مرتبہ (کے احساس) کی وجہ سے ہے۔ جو شخص جتنا اونچے مرتبے کا ہوتا ہے اتنا ہی اس کا خوف غالب ہوتا ہے۔ بالخصوص اس شخص کے لئے جس کے دل میں واقعی عظمت ہو، نیز وہ اس سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ اس کے خرچ میں نیت بھی ہماری خالص ہے یا نہیں۔ بسا اوقات نفس اور شیطان کے مکر کی وجہ سے آدمی کسی چیز کو نیکی سمجھتا رہتا ہے اور وہ نیکی نہیں ہوتی، جیسا کہ سورہ کہف میں ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ (کہف ۱۰۴)

''آپ کہہ دیجئے کہ ہم تم کو ایسے آدمی بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا میں گئی گزری ہو گئیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مومن نیکیاں کر کے ڈرتا ہے اور منافق برائیاں کر کے بے خوف ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۳۰)

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

علمائے آخرت کی پہچان

(۱) اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا اس کے کمینہ پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہو جانے کا، اس کو احساس ہو آخرت کی عظمت اس کا ہمیشہ رہنا اور اس کی عمدگی کا احساس ہو۔

(۲) اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو کہ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ (بقرہ ۴۴)

''کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (صف ۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ہی ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

(۳) ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں، نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں، ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن میں صرف دنیا کمانا مقصود ہو، حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے، دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

(۴) کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے۔ ان چیزوں میں جتنی کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا۔

(۵) سلاطین اور حکام سے دور رہے کہ ان سے اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔

(۶) فتویٰ صادر کر دینے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے۔

(۷) باطنی علوم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو، اپنی اصلاح باطن اور اصلاح قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔

(۸) اس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اس کو ہو، یقین ہی اصل راس المال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو، ان کا اتباع کرو تا کہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو، اس کو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند سورج کے وجود کا، وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک پاک ذات ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادے کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ یقین پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکل، رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔ نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اس کے مقدر میں ہے وہ اس کو بہر حال مل کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں وہ کسی حال بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا، حرص و طمع جاتی رہے گی، جو چیز میسر نہ ہوگی اس پر رنج نہ ہوگا۔ نیز اس کو

اس کا یقین ہو کہ اللہ جل شانہ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے) اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اس کو پوری رغبت ہو گی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہو گا۔

(۹) اس کی ہر حرکت و سکون سے اللہ جل شانہ کا خوف ٹپکتا ہو اس کی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اس کے لباس سے اس کی عادات سے بولنے سے اس کے چپ رہنے سے حتی کہ ہر حرکت و سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو، اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد تازہ ہوتی ہو، سکون، وقار، مسکنت، تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو، بے ہودہ گوئی، لغو کلامی، تکلف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں ۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں فلاں عمل کرنا ضروری ہے، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے، اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات ہوں تا کہ لوگ اس کو محقق سمجھیں۔ حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

(۱۱) اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں ان کا قائل نہ بن جائے۔ اصلی اتباع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں، ان پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

(۱۲) بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچتا ہو، کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں، بلکہ اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کیا معمول رہا ہے اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنہوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اس نے سمجھا ہے اور جو اس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی (نجات پانے والا) ہے دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا، اسی کا طالب ہے۔ دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دنیا نہ کماوے اس سے خفا ہوتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے، اس کے لئے ان شاء اللہ بہت بڑا اجر ہے۔ (فضائل صدقات ص ۳۶۵ باختصار)

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ آمین

اب ہے کس کا انتظار؟

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما ينتظر احدكم الا غنى مطغيا او فقرا منسيا او مرضا مفسدا او هرماً مفندا او موتا مجهزا اوالدجال فالدجال شرغائب ينتظر اوا لساعة والساعة ادهى و امر. (مشکوۃ/عن الترمذی و النسائی)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم تو بس اسی کے منتظر ہو کہ ایسی تونگری ہو جو سرکش بنادے یا ایسی ناداری ہو جو سب کچھ بھلادے یا ایسی بیماری ہو جو سب کچھ بگاڑ دے یا ایسا بڑھاپا ہو جو عقل گم کردے یا ایسی موت ہو جو کفن دفن کا سامان کردے، یا دجال اور دجال تو بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت اور قیامت تو سب سے بڑی آفت اور نہایت کڑوی چیز ہے۔''

حدیث پاک میں دنیاوی تفکرات میں الجھ کر فکر آخرت اور قیامت کے ہولناک دن سے غافل ہوجانے پر تنبیہ ہے اگر ہم اپنی زندگی اور اس کی مصروفیات اعمال و افکار کا جائزہ لیں تو دولت و اقتدار کی امنگ فقر و فاقہ کا خوف حالات کا تغیر بیماری اور بڑھاپا یہی ہماری زندگی کا محور اور یہی ہماری فکر کا مرکز ہے اور گویا ہم ان الجھنوں سے نکل کر آخرت کی تیاری میں لگنے اور توبہ و انابت والی زندگی اپنانے کے لئے کسی خاص وقت اور خاص موقع کے منتظر ہیں۔

ایک جگہ نافرمانوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا. فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰاهُمْ۔ (محمد ۱۸)

''یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے سو اس کی علامتیں تو آچکیں تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔''

یعنی قرآن کی نصیحتیں، گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ و وعیدہ سب سن چکے اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہ ہی کہ قیامت کی گھڑی ان کے سر پر اچانک کھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں اور جب خود قیامت آکھڑی ہوگی اس وقت ان کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بیکار ہے۔ کیونکہ اس پر نجات نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر عثمانی۔محمد)

ایک جگہ غفلت شعار انسان کو یوں تنبیہ کی گئی ہے:

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ۔ (قیامہ ۵۔۶)

''بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے، پوچھتا ہے کہ کب ہوگا دن قیامت کا۔''

یعنی آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے، اگر کہیں قیامت کا اقرار کرلیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہوسکے گی، اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، جس سے عیش منغض (ومکدر) ہو اور لذت میں خلل نہ پڑے۔ (تفسیر عثمانی۔القیامۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت میں پڑے رہنے والوں سے محفوظ فرمائے اور آخرت کی تیاریوں میں لگے رہنے والوں میں شامل فرمائے، آمین۔

کرلو جو کچھ کرسکو

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمنا و یمسی مؤمنا کافرا، او یمسی مؤمناً و یصبح کافراً . یبیع دینه بعرض من الدنیا . (مسلم / الایمان)

ترجمہ: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال (صالحہ) میں جلدی کرلو قبل اس کے کہ (تمہیں ایسے فتنے آگھیریں جو اندھیری رات کی ٹکڑیوں کے مانند ہوں کہ (اس میں مبتلا ہوکر) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہو رہے گا اور تھوڑی سی دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ ڈالے گا۔''

انسان کو عمل کرنے اور دیندار بننے کا جو موقع ملا ہوا ہے چاہئے کہ اسے غنیمت جانے نہ معلوم کہ کس وقت کون سی آفت آپڑے کن فتنوں میں الجھ جائے، کس بلائے ناگہانی میں گرفتار ہو جائے کہ عمل کرنے کے سارے مواقع ہاتھ سے جاتے رہیں۔ یا توفیق الٰہی سے محرومی ہوجائے۔ (والعیاذ باللہ)

خصوصاً آج کے اس پُرفتن دور میں کہ ہر طرف فتنوں کا دور دورہ ہے۔ روز بروز نت نئے فتنوں کا سامنا ہے۔ ایمان میں خلل ڈالنے والے اعتقاد میں شکوک وشبہات پیدا کردینے والے، اعمال وعبادات سے بے رغبت کرنے اور دل پھیر دینے والے، دین میں تحریف وتبدیل کی حوصلہ افزائی کرنے والے، اخلاق و معاشرات اور معیشت کو تباہ و برباد کردینے والے ملک میں خلفشار اور انتشار اور ظلم وتشدد برپا کرنے والے فتنوں کی یلغار ہے۔

کتنے مسلم ممالک ارتدادی اور الحادی فتنوں کی لپیٹ میں ہیں جہاں دشمنان دین اپنے تمام وسائل اور اعوان وانصار کے ساتھ اپنی شیطانی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور انہیں بیرونی بین الاقوامی طاقتوں کی پشت پناہی اور اندرونی منافق صفت لوگوں کا تحفظ حاصل ہے اور ان فتنوں کے شکار خصوصا غریب طبقے کے لوگ یا وہ نوتعلیم یافتہ طبقہ ہے جو اپنے دین سے ناواقف اور اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔

اسلامی تہذیب وتمدن اور اخلاق و شرافت کو زندہ درگور کرنے کے لئے تشبہ بالاغیار کا فتنہ ہر طرف ایک وبا کی طرح پھیلتا چلا جارہا ہے اور اس میں روز ناموں ہفت روزہ اور ماہناموں اور نت نئے افسانوں، ناولوں کا جو کردار ہے وہ سبھی کو معلوم ہے اور فلمی دنیا کی تباہ کاریاں اس پر مستزاد ہیں جو آگ پر تیل سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جارہی ہیں۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کا عالمگیر فتنہ

اور اب تو دشمنان دین ایک نئی شیطانی ایجاد کے ذریعہ اسلامی اقدار کو مس کرنے اور مسلمانوں کی ظاہری و باطنی، روحانی وجسمانی اور عملی واعتقادی تمام ملکات اور صلاحیات کو مفلوج کر کے رکھ دینے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ اس نئی ایجاد مجمع الخبائث، ام الفتن کا نام انٹرنیٹ ہے جس کے شیطانی جالے پورے عالم کے اردگرد اپنے تانے بانے بننے میں مصروف ہیں اور ابھی اس کے مضرات اور نقصانات سے قطع نظر اس کے مفید پہلو کو سامنے لاکر اس کی افادیت کا پرچار کیا جارہا ہے جیسا کہ ٹی وی کی ایجاد کے وقت اس کی برائیوں پر پردہ ڈال کر اس کی ان اچھائیوں کو خوب اچھالا گیا تھا اور ان عارضی اور وقتی فوائد کو خوب اجاگر کیا گیا تھا جو عوام کی سطحی نگاہوں میں نہایت اہم مفید اور خوش کن نتائج کے حامل تھے، لیکن کچھ ہی

دنوں بعد جب سب کے دلوں سے اس کی حقارت نکل گئی اور اس کے خلاف نفرت و بے زاری کا زور کم ہو گیا اور جب ٹی وی، ٹی بی کی وبا کی طرح آناً فاناً تمام معاشرے میں بری طرح پھیل کر لوگوں کی روحانی، ایمانی، اخلاقی اقدار پر اپنے مہلک اثرات دکھلانے لگا اس وقت لوگوں کو اندازہ ہوا کہ یہ ٹی وی کیا بلا ہے اور اب تو یہ ایک کینسر کی طرح تمام معاشرے پر ایسا چھا چکا ہے کہ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ ہر شخص اس کی برائیوں اور خرابیوں کا اعتراف کرنے اور اس سے نفرت کرنے کے باوجود اسے اپنے گھر میں رکھنے کو اپنی مجبوری خیال کرتا ہے اور اب شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جس کے کل افراد اس کے اثر سے بالکلیہ محفوظ ہوں اور اس کے ذریعے برائیوں کا جو طوفان عالم اسلام پر اُمڈتا چلا آ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی پروگراموں پر غور کریں تو کھلی آنکھوں نظر آئے گا کہ یہ دونوں چیزیں یقینی طور سے خمر (شراب) اور میسر (جوئے) سے زیادہ برائیوں اور تباہ کاریوں کا مجموعہ ہیں اور یہ تو خمر ومیسر انصاب والازلام کیا کفر و شرک، الحاد و زندقہ، سحر و شعوذہ، (نظر بندی اور دھوکہ دہی) تشبہ بالاغیار (چال ڈھال پہننے اوڑھنے اور زندگی کے ہر طور وطریق میں کفار اور فاسق و فاجر لوگوں کی نقالی) بے ایمانی و بے حیائی، بداخلاقی و بد اطواری، قتل و غارت اور فساد فی الارض۔ غرض یہ کہ دنیا بھر کی خرابیوں اور فتنہ انگیزیوں کی تعلیم و تربیت ترویج و اشاعت اور اس کی طرف ترغیب و دعوت میں شیطان کا ایسا دلچسپ کارگر سہل الحصول اور آزمودہ ہتھیار ہیں جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے ذریعے، بچہ، جوان، بوڑھا اور مرد وعورت اپنے گھر بیٹھے ہی وہ سب کچھ سیکھ سکتے ہیں اور ان باتوں میں شرکت کر سکتے ہیں جو دنیا کے برے سے برے ماحول میں کی جاتی ہیں اور یہ شیطانی بلا، معذور تو کیا بستر مرگ پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا شخص کا بھی پیچھا نہیں چھوڑتی چنانچہ دنیا والے دیکھ رہے ہیں کہ اب مسلم ممالک میں بھی شفا خانوں کے ہر کمرے میں اس کا وجود نامسعود اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے غفلت کا ذریعہ بنا ہوا ہے اور مؤمن کے آخری لمحات میں بھی اغوائے شیطانی کا پورا انتظام شیاطین الجن والانس نے کر رکھا ہے۔ **اعاذ نا اللہ من سوء الفتن ما ظهر منها وما بطن۔**

اور یہ منحوس شے ایک مومن کے لئے اس لحاظ سے بھی نہایت خطرناک اور تباہ کن ہے کہ اس کا زہریلا اثر براہ راست قبول حق کے وسائل اور قویٰ (کان، آنکھ اور قلب) پر پڑتا ہے۔ جس سے شیطانی اثرات انسان کے رگ وپے میں رچ بس کر انسانی کانشنس (قوت ملکیہ جو اسے بھلائی کی طرف متوجہ کرتی ہے کو مفلوج و معطل کر دیتے ہیں)

چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، اگر توبہ کر لی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائے گا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہے گا تا آنکہ قلب بالکل سیاہ ہو جائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ ایسے لوگ اپنی حالت بدلنے اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنے سے بالکل غافل و بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔** (بقرہ ۱۸)

''بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو اب یہ رجوع نہ ہوں گے۔'' کہ ان کے حواس حق کو دیکھنے، سننے سمجھنے کے قابل نہ رہے۔'' ایسے لوگوں کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (اعراف ۱۷۹)

''ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ۔ وہی غافل لوگ ہیں''۔

ایک فکر آخرت رکھنے والے کو یقیناً ان خطرناک نتائج تک پہنچا دینے والی چیزوں سے بہت زیادہ بچنے بچانے کی ضرورت ہے۔ کفار و مشرکین اور دشمنان دین کی فتنہ سامانیاں انہی خفیہ کارروائیوں تک ہی محدود نہیں وہ تو اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی فکر میں ہیں بوسینیا، ہرزگوونیا۔ کوسوفا میں مسلمانوں کا قتل عام زیادہ دنوں کی بات نہیں اور آج بھی مقدونیہ، چیچنیا، فلسطین اور دنیا کے کتنے ہی علاقوں میں یہ ظالم و سفاک لوگ اپنی شیطنت کا مظاہرہ کررہے ہیں۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (بروج۔۸)

''اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے جو زبردست اور تعریفوں والا ہے۔

یعنی ان لوگوں کا قصور اور جرم یہی ہے کہ وہ اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اور کفار و مشرکین اور ان اخوان الشیاطین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے اور آئندہ بھی یہ لوگ اپنی کمینی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں۔ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ (بقرہ۔۲۱۷) '' اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں''

ان حالات میں عملی زندگی سے دوری یقیناً ایک مومن کے لئے بہت ہی قابل فکر ہے اور ان حالات کے ساتھ قرب قیامت کی نشانیوں کا ظہور مستقل ایسی چیز ہے جو ایک مؤمن کو دنیا جہان کی فکر سے ہٹا کر اپنی فکر میں مشغول کردینے اور آخرت کی تیاری میں لگا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قیامت کی بعض نشانیوں کا ذکر کردیا جائے۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیت المال میں بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کا حکم دیا۔ وہ بیت المال کی لکڑیوں سے پانی گرم کرلایا۔ آپ کو معلوم ہوا تو ایک درہم کی لکڑیاں منگوا کر اس کے عوض بیت المال میں داخل کرادیں۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو جب تک آپ کے پاس لوگ بیٹھے رہتے اور خلافت کے معاملے میں مشورہ ہوتا رہتا۔ اس وقت تک بیت المال کا چراغ جلاتے رہتے تھے اور جب لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو بیت المال کا چراغ گل کرکے اپنا چراغ جلا لیتے تھے۔

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب اپنی بیوی کا خرچ کم کردیا تو انہوں نے شکایت کی، آپ نے فرمایا مجھے اتنا مقدور نہیں ہے کہ تم کو وہی خرچ دے سکوں جو پہلے دیتا تھا۔ رہا بیت المال کا مال تو اس میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ایک دیہات کے مسلمان کا حق۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

قرب قیامت کی بعض علامات

مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی، علامہ برزنجیؒ کے حوالے سے اپنے رسالے علامات قیامت میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو۔ دنیاوی اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہی شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو، لیڈر بہت اور امانت دار کم ہوں گے۔ قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق رذیل ترین اور فاسق ہوں گے۔ بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے، پولیس کی کثرت ہوگی (جو ظالموں کی پشت پناہی کرے گی) بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے، لڑکے حکومت کرنے لگے گے، تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی مگر کساد بازاری ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ ناپ تول میں کمی کی جائے گی، لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لئے حاصل کی جائے گی۔ قرآن کو گانے بجانے کا آلہ بنالیا جائے گا۔ ریاء شہرت اور مالی منفعت کے لئے گا گا کر قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور فقہاء کی قلت ہوگی۔ علماء کو قتل کیا جائے گا اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے۔ اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔

امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھا جائے گا، اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کئے جائیں گے۔ بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی، مسجدوں میں شوروشغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی، سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا، (حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ سلام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے، خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو) طلاقوں کی کثرت ہوگی، نیک لوگ چھپتے پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا، لوگ فخر اور ریاء کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔

شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔ سود، جوا، گانے باجے کے آلات، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی۔ دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی۔ ناگہانی اور اچانک اموات کی کثرت ہوگی، لوگ موٹی موٹی گدیوں پر سواری کر کے مسجدوں کے دروازوں تک آئیں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر (لباس باریک اور چست ہونے کے باعث) وہ ننگی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے۔ مومن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا۔ مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

ان کے علاوہ اور بہت سی علامات ہیں ان سب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دور میں دی تھی کہ ان کا تصور بھی مشکل تھا مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں، کوئی علامت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے، جب یہ سب علامات اپنی انتہاء کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامت کا سلسلہ شروع ہو جائے

گا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر فتنے کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچادے۔ (علامات قیامت ص ۱۳۷، ۱۳۹)

الغرض ان حالات اور ایسے ماحول میں جس آدمی کو ہر وقت کسی فتنے میں مبتلا ہو کر دین سے دور ہو جانے، ایمان سے محروم ہو جانے اور گمراہی میں پڑ جانے کا خطرہ ہے ہر انسان کو اپنی قیمتی پونجی ''دین وایمان'' کی بقاء اور تحفظ کا فکر کرنا ضروری ہے اور عمل کا جو بھی موقع میسر ہے اسے اخروی زندگی بنانے میں لگانا ہی عقلمندی اور دوراندیشی ہے، کیا پتہ آگے موقع ملے نہ ملے۔

شیطان کا یہ دھوکہ فی الحال تو دنیا کے مزے اڑالو پھر توبہ کر کے نیک بن جانا اسی کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کے لئے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آجائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل نیکی سے ضرور کرے گا اور توبہ کی توفیق ضرور پائے گا؟ اس چیزوں کی خبر تو اسی علیم وخبیر کو ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ لقمٰن)

نیز ایک جگہ وقت کو غنیمت جاننے کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے: وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ (زمر ۵۵)

''اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تمہیں اس کا خیال بھی نہ ہو۔''

یعنی قرآنی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کرلو ورنہ معائنہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی، عذاب الٰہی اس طرح ایک دم آدبائے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہاں سے آگیا۔ (تفسیر عثمانی۔ زمر)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ ولید بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے بڑھ کر کسی شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں پایا، آپ کی بیوی فرماتی تھیں کہ زمانہ خلافت میں آپ کی یہ حالت رہی کہ باہر سے آکر سجدہ میں سر رکھ دیتے اور روتے روتے اسی حالت میں سوجاتے۔ آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے۔ (تاریخ الخلفاء)

۲۔ عمر بن مہاجرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دل سیب کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک چچازاد بھائی نے آپ کی خدمت میں ہدیۂ ایک سیب بھیج دیا۔ آپ نے اس کو لے لیا اور اس کی خوشبو کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس صاحب نے یہ بھیجا ہے ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو میرا سلام پہنچا کر کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ پہنچ گیا جسے ہم نے بہت پسند کیا۔ (اب ہم اس کو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیج رہے ہیں) یہ سُن کر غلام نے کہا امیر المومنین اس کے لینے میں کیا مضائقہ ہے؟ آپ کے چچازاد بھائی نے بھیجا ہے اور ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے۔ (کیونکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ صرف ہدیہ کی نیت سے دیا کرتے تھے اور ہم کو اس نیت سے دیتے ہیں کہ ہم سے کچھ کام نکالیں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے: یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

قیامت کی گھڑی سر پہ کھڑی

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل ھذہ الدنیا مثل ثوب شقّ من اولہ الی آخرہ فبقی معلقا بخیط فی آخر فیوشک ذلک الخیط ان ینقطع . (المشکوٰۃ عن البیہقی فی الشعب)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس دنیا کی (بقیہ عمر کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک کپڑا ایک سرے سے دوسرے سرے تک چاک کر دیا گیا ہو، بس ایک دھاگہ پر لٹکا ہوا ہو پس وہ آخری دھاگہ بھی (ٹوٹ کر) علیحدہ ہونے ہی والا ہے''

اس دنیا کے فنا ہونے کا وقت قریب آ چکا ہے، قیامت میں اب کوئی زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا، اس رو بہ زوال دنیا کے بنانے اور اس کی ترقی کی فکر میں لگ کر اگلی زندگی کی کامیابیوں سے غافل ہو جانا بڑی نادانی ہے۔

ایک مومن کے شایان شان نہیں کہ وہ اس دن سے بے فکر رہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَانَاصِرٍ۔ (طارق ۹۔۱۰)

''جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی۔ پھر انسان کو نہ تو خود مدافعت کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔''

یعنی اس روز انسان کے تمام عقائد وخیالات اور نیت وعزم جو دل میں پوشیدہ تھی دنیا میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا اسی طرح وہ اعمال و افعال جو اس نے چھپ کر کئے دنیا میں کسی کو ان کی خبر نہیں، محشر میں سب کا امتحان لیا جائے گا، یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انسان کے ہر مخفی راز کو کھول دے گا۔ ہر اچھے برے عقیدے اور عمل کی علامت انسان کے چہرے پر بازینت ہو کر یا ظلمت وسیاہی کی صورت میں ظاہر کر دی جائے گی۔ (معارف القرآن نقلا عن القرطبی)

قرآن کریم نے غفلت شعار لوگوں کو بار بار ان کی حالت زار کا حوالہ دے کر اس دن کی تیاری سے بے فکر ہونے پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ لَا ھِیَۃً قُلُوْبُھُمْ۔ (انبیاء ۱۔۲)

''لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں اعراض کئے ہوئے ہیں (اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے (بجائے اس کے کہ ان کو تنبیہ ہوتی) یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں ان کے دل (اصلاً ادھر) متوجہ نہیں ہوتے۔''

یعنی حساب کتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ سخت غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں، کوئی تیاری قیامت کی جواب دہی کے لئے نہیں کرتے اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹلا دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن

میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین دنیا درست ہو جاتی لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔ (تفسیر عثمانی۔انبیاء)

اس تنبیہ میں مومن و کافر سبھی داخل ہیں کہ دنیا کی خواہشات میں مشغول ہوکر اس حساب کے دن کو نہ بھلائیں کیونکہ اس کو بھلا دینا ہی ساری خرابیوں اور گناہوں کی بنیاد ہے۔ (معارف القرآن)

فقیہ ابو اللیث نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اس مدت زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں اس وقت (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں:

(۱) دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں)۔

(۲) حق تعالیٰ شانہ کی طرف جتنی تمہیں احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اس کا محتاج ہے)۔

(۳) آخرت کے لئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں۔)

(۴) جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا۔ (ظاہر ہے کہ جب کوئی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اس کو مقدمہ خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)۔

(۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)۔

(۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے اور سی آئی ڈی کے عملے کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے)۔ (فضائل صدقات)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمانہ خلافت میں اپنی بیوی سے فرمایا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ ہو تو دو تا کہ انگور خرید لائیں۔ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں ہے میں کہاں سے دوں؟ آپ امیر المومنین ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالیں؟ دل میں انگور کی تمنا لے جانا اس سے بہتر ہے کہ (بیت المال کے پیسے سے انگور کھا کر جس میں ہر مسلمان کا مال ہے) کل دوزخ کی زنجیروں میں جکڑا جاؤں۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پُرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

میدان حشر کا منظر

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول یحشر الناس یوم القیامة حفاة عراة غرلا قلت یا رسول اللّٰہ النسآء والرجال جمیعا ینظر بعضهم الی بعض قال صلی اللّٰہ علیه وسلم الامر اشد من انْ ینظر بعضهم الی بعض . (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے روز لوگ ایسی حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ننگے پیر، ننگے بدن، ختنہ کے بغیر ہوں گے (جس طرح پیدائش ہوئی تھی اسی طرح دوبارہ اٹھیں گے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت مرد سب ساتھ ہوں گے تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ موقع اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں۔''

حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ سن کر کہ تمام لوگ لباس کے بغیر حشر میں جمع ہوں گے فرمایا ہائے کس قدر رسوائی کا عالم ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ (اپنی اپنی فکر میں) مشغول ہوں گے، میں نے پوچھا کیا چیز انہیں مشغول کئے ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال ناموں کی تقسیم جس میں چیونٹی (کے سر) اور رائی کے برابر بھی اعمال ہوں گے۔ (ترغیب عن الطبرانی)

وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا. یُّبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمَئِذٍ ۢبِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِیْهِ وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْیْهِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ کَلَّا ۔ (معارج ۱۰۔۱۵)

''اور (اس روز) کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجود یہ کہ ایک دوسرے کو دکھائی بھی دیئے جائیں گے (یعنی ایک دوسرے کا حال دیکھے گا مگر کچھ مدد و حمایت نہ کر سکے گا) مجرم (یعنی کافر) اس روز اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ (فدیہ میں دیدینا) اس کو (عذاب سے) بچالے (لیکن) یہ ہرگز نہ ہوگا۔''

ایک جگہ حق تعالیٰ شانہ نے مومنین صادقین کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۔ (نور ۳۷)

''وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کر کے رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے (یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی، صحابہؓ کی یہی شان تھی) ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں (یعنی باوجود اطاعت و عبادت کے ان کی خشیت کا یہ حال ہے)

آگے ان کے انجام بخیر ہونے کے متعلق یہ خوشخبری سنائی گئی۔"

لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَ هُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

"انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا ایسے ہی لوگوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے۔"

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْمَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(انبیاء ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳)

"اور جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے (اور اس کا ظہور ان کے اعمال وافعال میں ہوا) وہ لوگ اس سے (اس قدر) دور رکھے جائیں گے کہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (قیامت میں زندہ ہونے اور محشر کے ہولناک مناظر دیکھنے کا حال) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

یہ اکرام کا معاملہ اور بشارت ان کے لئے زیادہ خوشی و مسرت کا سبب ہو جائے گا اور اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے ہول اور خوف سے کوئی مستثنیٰ نہیں سب کو پیش آئے گا تو چونکہ نیک بندوں کے لئے اس کا زمانہ بہت قلیل ہوگا اس لئے وہ کالعدم ہے۔ (تفسیر عثمانی۔نور)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوسلام حبشیؒ نے بواسطہ ثوبان رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض کوثر اتنا بڑا ہے جتنا عدن سے لے کر عمان البلقا (عمان البلقا ایک شہر ہے جو عدن سے بہت زیادہ دور ہے۔۱۲) تک کا فاصلہ ہے اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ جو کوئی اس میں ایک بار پانی پی لے گا کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ سب سے پہلے اس پر وہ مہاجر فقراء آئیں گے جن کے (دنیا میں) بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے تھے جن کے نکاح میں عمدہ عورتیں نہیں دی جاتی تھیں اور جن کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بہت متفکر ہوئے اور فرمایا (بھلا میں حوضِ کوثر پر کیسے جا سکوں گا حالانکہ) میرے نکاح میں شہزادی فاطمہ عبدالملک کی بیٹی ہے اور میرے لئے ہر محفل اور ہر مجلس میں جانے کو دروازے کھولے جاتے ہیں لہٰذا اب تو یہی کروں گا کہ جب تک بال نہ بکھر جایا کریں گے سر نہ دھویا کروں گا اور جب تک میرے بدن کا کپڑا میلا نہ ہو جایا کرے گا اسے دھویا نہ کروں گا۔ (الترغیب والترہیب)

دُعا کیجئے

☆ یا اِلٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

جنت کی نعمتیں

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالىٰ اعددت لعبادی الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر . و اقروا ان شئتم : فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ" (بخاری و مسلم)

ترجمہ : "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فلا تعلم نفس ...... الآية (ترجمہ) "سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے۔"

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سچے بندوں کے لئے جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں قرآن و حدیث ان کے تذکروں سے لبریز ہیں جا بجا مختلف عنوانات سے اس کی خوشخبری دی گئی ہے اور مختلف پیرائے میں مژدے سنائے گئے ہیں چنانچہ اپنے مولیٰ پر جان و مال قربان کر دینے والے بندوں کو ایک جگہ خوشخبری سنائی جاتی ہے:

شہداء کے لئے خوشخبری

"اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا، توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ، سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔"

"اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال کو جو فی الحقیقت اسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے مبیع (خریدی جانے والی شے) قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کی کیفیات کا ظہور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم "مشتری" ہوتے۔

تلطف و نوازش کی حد ہو گئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا جیسا کہ "بالجنة" کے بجائے "بان لهم الجنة" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در ہمت نیاید آں دہد

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں۔ صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستے میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں، دینے سے بخل نہ کریں، خواہ وہ لیں یا نہ لیں، اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا۔ "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ

اللّٰہ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ''یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے۔

ممکن ہے کسی کو وسوسہ گزرتا ہو کہ معاملہ تو بے شک بہت سود مند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملتا اس کا جواب دیا وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآن یعنی زر ثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول راست باز اور وعدے کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجے پختہ اور بہتر ہوگا۔ پھر مؤمنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کون سا موقع ہوگا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بنے۔ سچ فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہ ''یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔''

حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرے میں محشور فرمائے۔ آمین۔ (تفسیر عثمانی۔ توبہ)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ سنو! یہ کیسی نفع کی تجارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن کے لئے کھول دی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں مال بخشا ہے تم اس میں سے تھوڑا سا خرچ کر کے جنت کما لو۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدینؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ محلّہ والے آگ بجھانے کو دوڑے۔ بڑا شور و غل ہوا مگر آپ نماز ہی پڑھتے رہے۔ فراغت کے بعد جب لوگوں نے پورا حال عرض کیا تو فرمایا۔ ''آخرت کی آگ کی فکر نے مجھے دنیا کی آگ سے غافل رکھا''۔

۲۔ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدینؒ کو گالی دی۔ آپ نے اس سے فرمایا اے بھائی میرے اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ (یعنی پل صراط) اگر میں اس سے گزر گیا تو تیرا برا کہنے کی مجھے پروا نہیں ہے اور اگر میں اس سے نہ گزرا اور دوزخ میں گر گیا تو جس قدر مجھے برا کہا ہے اس سے زیادہ برا ہوں۔

۳۔ علی بن معبدؒ نے (جو محدث تھے) بیان فرمایا کہ میں کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک تحریر لکھی جس کے خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ اس مکان کی کچی دیوار تھی مجھے خیال آیا کہ ذرا سی مٹی اس دیوار سے کھرچ کر اس تحریر پر ڈال دوں۔ پھر خیال آیا کہ کرائے کا مکان ہے رہنا تو درست ہے مگر مٹی تحریر پر ڈالنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے لہذا میں نے ذرا سی مٹی کھرچ کر تحریر پر ڈال دی۔ رات کو خواب دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ ''کل قیامت کے روز اس کہنے کا پتہ چلے گا کہ ذرا سی مٹی لینے میں کیا حرج ہے۔''

دُعا کیجئے

یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

حضور ﷺ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جامع وصیت

عن معاذ رضی اللّٰه عنه قال اخذ بیدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰه و صدق الحدیث. و وفاء العهد و اداء الامانة و ترک الخیانة. ورحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقه فی القرآن وحب الاٰخرة والجزع من الحساب و قصر الامل و حسن العمال و انهاک ان تشتم مسلما و اتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰه عند کل شجر و حجر واحدث لکل ذنب توبة. السر بالسر والعلانیة بالعلانیة .(رواه البیهقی فی الزهد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ’’حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔‘‘

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے چند اہم نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

پہلی نصیحت اللہ سے ڈرنا یعنی تقویٰ اختیار کرنا

تقویٰ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی پکڑ اور آخرت کے عذاب اور مؤاخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی گزارے۔

دوسری نصیحت بولنے میں سچائی اختیار کرنا

یعنی زبان سے غلط اور خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے اور سچ بولا جائے اور صدق وصداقت کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جس میں زبان کے ساتھ دل کی سچائی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہو۔

حدیث نمبر 3 کے تحت یہ بیان کیا جا چکا کہ ’’دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا فریب نہ ہو اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو اور ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو، جن بندوں کا یہ حال ہے وہی قرآن (وحدیث) کی اصطلاح میں ’’صادق‘‘ ہیں اور اگر اس صفت میں کامل ہوں تو ’’صدیق‘‘ ہیں۔

تیسری نصیحت وفائے عہد

عہد کا پورا کرنا بھی دراصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے مگر قرآن وحدیث میں اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ (مائدہ) ''ایمان والو! تمہارے جو معاہدے اور جو معاملے ہیں ان کو پورا کرو۔''

لفظ عہد ان تمام معاملات و معاہدات کو شامل ہے جن کا زبان سے التزام کیا جائے یعنی اس کی ذمہ داری لی جائے خواہ اس پر قسم کھائے یا نہ کھائے، خواہ وہ کسی کام کے کرنے سے متعلق ہو یا نہ کرنے سے متعلق ہو۔ کسی سے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے مگر اس کے توڑنے پر کوئی کفارہ مقرر نہیں، بلکہ آخرت کا عذاب ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کی پشت پر ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا جو میدان حشر میں اس کی رسوائی کا سبب بنے گا۔ (معارف القرآن۔ ۳۹۵/۵)

چوتھی اور پانچویں نصیحت

ادائے امانت اور ترک خیانت

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''امانت بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص شکل ہے۔ اردو محاورہ میں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھا جاتا ہے کہ کسی نے جو چیز کسی کے پاس رکھ دی ہو اس میں کوئی خیانت اور کوئی بددیانتی نہ کی جائے اور اس شخص کے مطالبہ پر یوں ہی وہ جوں کی توں واپس کر دی جائے اور یہ بھی بلاشبہ ایک اخلاقی نیکی ہے لیکن عربی زبان اور خاص قرآنی محاورہ میں امانت کا مفہوم اس سے بھی بہت زیادہ وسیع ہے اور تمام حقوق وفرائض کا دیانت داری کے ساتھ ادا کرنا اور ہر قابل لحاظ بات کا لحاظ رکھنا اس میں داخل ہے۔''

یتیم پر رحم کھانا

چھٹی نصیحت یتیم پر رحم کھانا ہے۔ یتیم پر رحم کھانے، اس پر شفقت کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے اور ایسا کرنے والے کے لئے بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا عزیز ہو یا کوئی غیر ہو۔ جنت میں اس طرح (ساتھ) ہوں گے پھر آپ نے شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان ذرا سا فرق رکھا۔ (مشکوٰۃ)

نیز قرآن پاک میں بھی جا بجا یتیموں کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی سے پیش آنے کی تاکید و ترغیب آئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (فجر ۱۷)

''ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی کچھ قدر (اور خاطر) نہیں کرتے۔''

اس میں اصل بتلانا تو یہ ہے کہ یتیم کے حقوق ادا نہیں کرتے اس پر ضروری خرچ نہیں کرتے، لیکن اسکی تعبیر اکرام کے عنوان سے کی گئی، جس میں اشارہ ہے کہ عقل و انسانیت کا اور اللہ نے جو مال تمہیں دیا ہے اس کے شکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم یتیم کو فقط یہی نہیں کہ اس کا حق دو اور اس پر خرچ کرو بلکہ واجب ہے کہ اس کا اکرام کرو، اپنے بچے کے مقابلے میں اس کو ذلیل اور حقیر نہ جانو۔

(معارف القرآن۔ ۷۴۲/۸)

جب یہ مطالبہ کفار سے ہے تو ظاہر ہے کہ مؤمنین جو مکارم اخلاق سے متصف ہیں انہیں اس بات کا خیال رکھنا کس قدر ضروری ہے۔ بقیہ آئندہ درس میں

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

پڑوسی کا خیال

عن معاذ رضی اللّٰہ عنه قال اخذ بیدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰہ و صدق الحدیث. و وفاء العهد واداء الامانة و ترک الخیانة. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقه فی القرآن وحب الاٰخرة والجزع من الحساب و قصر الامل و حسن العمال و انهاک ان تشتم مسلما و اتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰہ عند کل شجر و حجر واحدث لکل ذنب توبة. السر بالسر والعلانیة بالعلانیة. (رواہ البیهقی فی الزهد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

ساتویں نصیحت پڑوسی کا خیال رکھنا۔ قرآن وسنت میں اس کے متعلق بھی بڑی تاکید آئی ہے۔ بخاری میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ: ''خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔''

غصہ پی جانا یعنی حلم و درگزر سے کام لینا

آٹھویں نصیحت ''غصہ پی جانا'' صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''زور آوری یہ نہیں کہ آدمی کسی کو پچھاڑ دے بلکہ زور آور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔''

مسند احمد میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ: ''خدا کے نزدیک بندے کا کوئی گھونٹ ایسا پسندیدہ نہیں جیسا کہ وہ گھونٹ ہے جو محض اللہ کے لئے غصے کو پینے کے وقت لیا جائے۔''

حسنِ تکلم (نرم گفتاری)

نویں نصیحت کلام میں نرمی اختیار کرنا۔ بول چال میں خوش روئی، لطافت، مہربانی جیسی صفات پیدا کرنا محبوب و مطلوب

ہے۔ اس کے خلاف بے رخی ترش روئی روکھا پن اور خواہ مخواہ رعب ودبدبہ کا مظاہرہ کرنا مذموم ومعیوب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اچھائی میں سے کسی شے کو چھوٹا (اور معمولی) مت سمجھا کرو اگرچہ تم اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (مسلم)

سلام کو رواج دینا

دسویں نصیحت ''سلام دعا کرنا'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کامل مومن نہ بن جاؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرلو تو تمہاری آپس میں محبت قائم ہو جائے گی وہ یہ کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ یعنی ہر مسلمان کے لئے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ (مسلم)

حق پرست حاکم کی اطاعت

گیارہویں نصیحت امام عادل (یعنی وہ مسلمان بادشاہ جو رعایا پروری میں عدل وانصاف پر قائم ہو اُس) کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کے خلاف فتنہ اور بغاوت نہ کرنا۔

بارہویں نصیحت ''قرآن کریم میں تفقُّہ حاصل کرنا''

یعنی آیات قرآنی اور ارشادات ربانی کے فہم وتدبر کی کوشش کرنا اس کے اسرار ومعانی تک پہنچنے کی جستجو رکھنا اس کی تلاوت کی کثرت رکھنا۔

آخرت کی محبت

تیرھویں نصیحت ''آخرت کو محبوب رکھنا'' جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حصول کے لئے اپنی ساری توانائی خرچ کی جائے۔

آج دنیا سے محبت رکھنے والا دنیاوی منفعت اور اونچی تعلیم، اچھی ملازمت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دیتا ہے اور آئندہ کی محتمل کامیابی (کہ موت و حیات کا کیا ٹھکانا) اور خیالی روشن مستقبل (کہ رزق میں وسعت وتنگی بھی قسمت کے تابع ہے) کا تصور لئے ہر صعوبت برداشت کرتا چلا جاتا ہے اور یہ سب کچھ محض اس حیات فانی اور اس کی عارضی خوشحالی کے لئے ہے۔

حساب آخرت کا ڈر

چودھویں نصیحت ''حساب سے ڈرتے رہنا'' مومنین کاملین کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے ان کا ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا ہے: وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۔ (رعد آیت ۲۱) ''اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔''

امیدوں کا کم کرنا

پندرہویں نصیحت ''امیدوں کا کم کرنا'' ہے۔ حدیث نمبر 13 میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

حسنِ عمل یا عمل صالح

سولہویں نصیحت حسنِ عمل یا بالفاظ دیگر اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرنا حق تعالیٰ شانہ نے انسانی زندگی کا مقصد حُسنِ عمل ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ (ملک ۔۲)

جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔

یعنی موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی

جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے سے اچھے۔

بدزبانی اور گالم گلوچ سے اجتناب

سترھویں نصیحت ''کسی مسلمان کو سب وشتم نہ کرنا'' کسی مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی ایذا کا سبب بننا بہت بڑا گناہ ہے، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (ترمذی ونسائی)

نیز ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم)

سچی گواہی اور حق کی طرف داری

اٹھارہویں اور انیسویں نصیحت ''جھوٹے کو سچا یا سچے کو جھوٹا نہ ٹھہرانا''، یعنی آدمی کو ہمیشہ حق بات کہنی چاہئے اور حق کا ساتھ دینا چاہئے۔

حکومت کے خلاف بغاوت سے احتراز

بیسویں اور اکیسویں نصیحت کسی عادل بادشاہ کی نافرمانی نہ کرنا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا، ابھی گیارہویں نصیحت میں اطاعت امام کا حکم ارشاد ہوا تھا، یہاں بطور تاکید اس کے منفی پہلو کو سامنے لایا گیا، امام عادل (اور رعایا پرور اسلامی حکومت) کی مخالفت اور اس کے خلاف بغاوت وغیرہ سے جس قدر فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بقیہ آئندہ درس میں

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت میمون بن مہرانؒ ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا جماعت کی نماز مجھ عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

۲- حضرت سری سقطیؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جرجانیؒ کو دیکھا کہ روٹی کھانا چھوڑ رکھا ہے اور صرف ستو گھول کر پی لیتے ہیں چالیس سال سے ان کا یہی طرز عمل ہے۔ میں نے سوال کیا آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ فرمایا ''اس وجہ سے میں نے لقمہ چبانے اور ستو پی لینے کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ہر لقمہ پر ستر ستر مرتبہ سبحان اللہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی آخرت کا کیوں خرچ کروں۔

اسی کے قریب قریب حضرت داؤد طائیؒ کا قصہ نقل کیا ہے کہ روٹی کو پانی میں بھگو کر کھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جتنا وقت لقمہ چبانے میں خرچ ہوتا ہے اتنی دیر میں پچاس آیات پڑھ لیتا ہوں اس لئے اپنا وقت لقمہ چبانے میں خرچ نہیں کرنا چاہتا۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

ذکر اللہ کی تاکید

عن معاذ رضی اللہ عنہ قال اخذ بیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللہ و صدق الحدیث. و وفاء العھد و اداء الامانۃ و ترک الخیانۃ. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقہ فی القرآن وحب الأخرۃ والجزع من الحساب و قصر الامل وحسن العمال وانھاک ان تشتم مسلما واتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللہ عند کل شجر وحجر واحدث لکل ذنب توبۃ. السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ. (رواہ البیہقی فی الزھد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو دوبارہ مخاطب کر کے دو اہم نصیحتیں فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ ہر درخت اور ہر پتھر کے قریب اللہ کا ذکر کرو۔ یعنی ہر لمحہ اور ہر جگہ ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے اعمال و فرائض و واجبات تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی مختصر جامع بات بتلا دیں کہ میں اس کو مضبوطی سے اختیار کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہئے''۔ (ابن کثیر عن احمد)

توبہ کی تاکید

دوسری اہم نصیحت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے لئے نئے سرے سے توبہ کرو، پہلے جتنی مرتبہ توبہ کی ہے اس کا ثواب اور برکات اور اس کے ذریعے گذشتہ گناہوں کی معافی کا فائدہ جو حاصل ہو چکا ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن جب بھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لے، توبہ میں دیر نہ لگائے، یہ نہ سمجھے کہ پھر توبہ کرلیں گے پھر کا پتہ کیا ہے۔ اس لئے جیسے ہی

گناہ ہو توبہ کی تجدید کرو، یعنی نئے سرے سے پھر توبہ کرو، نفس اور شیطان کہیں گے کہ پھر توبہ کر لینا۔ ان کی بات نہ مانے۔

توبہ قبول کرنیوالے کی شان رحمت ومغفرت

بہت سے گنہگار ایسے ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اپنی بخشش سے اور اپنی توبہ قبول ہونے سے مایوس ہونے کی بناء پر توبہ نہیں کرتے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی شان رحمت و بخشش سے ناواقف اور انجام ہونا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انہوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا جو قہر و غضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور جس کے پاس گنہگار اور خطا کار بندوں کے لئے بس لعنت ہی لعنت ہے اور غضب ہی غضب ہے اور عذاب ہی عذاب ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے، انہوں اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور اپنی جہالت سے انہوں نے سمجھا کہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطا کاروں اور گنہگاروں پر وہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کر سکتا، اس لئے اللہ کی طرف سے تو وہ بالکل ناامید ہو گئے اور شیطان نے ان کے کان میں پھونکا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے اور ان میں اللہ کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے اور انہیں راضی کرنا اللہ کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے اور ان سے تعلق جوڑنے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچا جا سکتا ہے۔

بس اسی کو انہوں نے آسان سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے ناامید ہو کر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی تعظیم و عبادت اور ان کے نام کی نذر و نیاز اس امید پر کرنے لگے۔ کہ ان کی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور ان کی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھی ان کا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے انتہا وسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔

اسی لئے قرآن مجید میں جو اس دنیا کے لئے آخری ہدایت نامہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمت و رافت اور بخشش و غفاریت اور مخلوق کے ساتھ اس کی عنایت و محبت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو غفورٌ الرَّحِیم، رَءُ وْفٌ الرَّحِیْمٌ، تَوَّابُ الرَّحِیْمٌ، خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ، اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، کی صفت سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ''بسم اللہ'' جو قرآن مجید کا سرنامہ ہے اس میں صفت کی رحمت ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفت ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے۔ فرمایا گیا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' اس اجمالی بیان کے بعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر بھی ڈال لیجئے۔

ایک جگہ یہ فرمانے کے بعد کہ قیامت کے دن ہر شخص کے

اچھے برے اعمال کا انجام اس کے سامنے آنے والا ہے اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجہ عمل سے سخت ہراساں ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

''وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ''

(آل عمران ۳۰)

''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے (مؤاخذہ) سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔''

گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مؤاخذے سے اور قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کا تقاضا ہے، جس طرح کہ مشفق ماں باپ اپنی اولاد کو برے کاموں کی بدانجامی سے ڈراتے ہیں اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے برے عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَرَبُّکَ الۡغَنِیُّ ذُوا الرَّحۡمَۃِ اِنۡ یَّشَا یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِکُمۡ مَّا یَشَآءُ۔ (انعام ۱۳۳)

''اور تمہارا پروردگار سب سے بے نیاز ہے (اسے کسی کی پرواہ نہیں اور کسی سے اس کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہاں) رحمت اور مہربانی اس کی خاص صفت (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے) کہ تم اپنی بدکاریوں کے باوجود زندہ ہو ورنہ اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر کے تمہارے بعد جسے چاہے تمہاری جگہ دنیا میں آباد کرے۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا: کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ۔ (انعام ۱۲۱)

''اللہ تعالیٰ نے لازم کرلی ہے اپنے پر رحمت اور مہربانی (اس لئے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا بلکہ اس نے پوری زندگی سب کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جو چاہے معافی مانگ کے اور اپنے کو درست کر کے عذاب سے بچ سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کے لئے) تم سب کو قیامت کے دن جوڑے گا (اور اس دن ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ مل جائے گا۔ یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔''

سبحان اللہ اس آیت کا پہلا جملہ'' کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ '' اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے اوپر لازم اور مقرر کرلیا ہے۔ ہم بندوں کے لئے کتنے اطمینان اور کیسی امیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے ایسے رحمت والے پروردگار سے ناامیدی اگر کفر نہیں تو کیا ہے؟

اسی سورۂ انعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے:

وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ اَنَّہٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡکُمۡ سُوۡٓءًۢ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ وَ اَصۡلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (انعام ۵۴)

''اور جب تمہارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اے پیغمبر! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام (اور انہیں خوشخبری سناؤ کہ) تمہارے پروردگار نے اپنے پر رحمت و مہربانی کو لازم کرلیا ہے (اس لئے تمہیں مطمئن رہنا چاہئے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی برا عمل کیا پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی تو بلاشبہ تمہارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم رہے جو اپنے پیغمبر رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ: ''اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو اور نہ بھاگو اس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو توبہ کرلو اور اپنی حالت ٹھیک کرلو، میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں۔''

ایک جگہ فرمایا: وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ (شوریٰ ۲۵)

''اور وہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خطا کاروں سے درگزر کرتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سب کو پوری طرح جانتا ہے۔''

اور سورہ نسآء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطا کار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذَانِ یَاْتِیَانِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّاباً رَّحِیْماً۔ (نسآء ۱۶)

''اور جو تم میں سے اس بدفعلی کا ارتکاب کریں تو ان کو سزا دو، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہو جائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے لیکن اگر وہ اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کرلیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے۔ کیونکہ انہوں نے دراصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کردینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اور اسی سورۂ نساء میں آگے ایک جگہ فرمایا ہے اور ہر قسم کے گنہگاروں اور خطا کاروں کو مژدہ سنایا ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْماً۔ (نسآء ۱۱۰)

''اور جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کرکے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ (پچھتائے اور) اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پاوے گا وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا، بڑا شفیق و مہربان۔''

اور سورہ زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطا کار بندوں ہی کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انہیں پکارا گیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیاہ کار اور عمر بھر کا سخت پاپی بھی اگر دل کے کانوں سے ان کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے در رحمت کی طرف دوڑ پڑے، اپنے رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطا کار بندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ. (زمر ۵۳، ۵۴)

اے میرے وہ بندو! جنہوں نے گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور اب بھی رجوع ہو جاؤ اور رخ کرلو اپنے اس غفور رحیم پروردگار کی طرف اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اس کے کہ تمہارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمہیں آ پکڑے اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے اور کوئی تم کو بچا نہ سکے۔'' (قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ص ۳۹، ۴۵ بتغیر)

مولانا عثمانی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ ''یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہے سب گناہ معاف کرسکتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ مایوس کیوں ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کردی گئی ہے کہ کفر و شرک کا جرم بدوں توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔'' (تفسیر عثمانی۔ زمر)

اس بارگاہ عفو و کرم کی طرف سے تو غضب کے ماروں (یہود) اور پرلے درجے کے گمراہوں (نصاریٰ) کو بھی اپنی سرکشی و گمراہی سے باز آ کر کریم آقا کے جوار رحمت میں پناہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (مائدہ۷۴)

''کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ (جب کوئی توبہ کرتا ہے تو) بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔''

یہ اسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے ایسے باغی اور گستاخ مجرم (یہود و نصاریٰ) بھی جب شرمندہ ہو کر اور اصلاح کا عزم کر کے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف کر دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ مائدہ)

نیز اس کی شان کریمی ملاحظہ ہو:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ۔ (بروج۱۰)

''بیشک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اولیاء اللہ یعنی اس کے مقرب بندوں کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا، مگر حق تعالیٰ شانہ اس پر بھی انہیں توبہ اور مغفرت کی دعوت دے رہے ہیں۔ (ابن کثیر۴/۴۳۰)

مزید آگے ارشاد ہے: وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ (بروج۱۴)

''اور وہی ہے بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا''

یعنی اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں، وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے، ان کے عیب چھپاتا ہے اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ بروج)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں ودود کو غفور کے ساتھ ذکر کرنے میں ایک لطیف سرّ ہے وہ یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ گنہگار لوگ جب سچی توبہ کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہی نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے، بلکہ وہ انہیں اپنا محبوب بھی بنالیتا ہے اور بعض لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہ لوگ بخشے تو جائیں گے مگر اپنے مولا کی محبت سے محروم رہ جائیں گے، ایسا ہرگز نہیں، حق تعالیٰ شانہ تو اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کی سواری کہ جس پر اس کا سارا سامان کھانا پانی ہو اور وہ کسی ویرانے میں کھو جائے اور وہ بھوکا پیاسا کسی درخت کے سائے میں لیٹ کر موت کا انتظار کر رہا ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے سامنے آ موجود ہو اور وہ اس کی لگام تھام لے، تو

جس قدر یہ شخص اپنی سواری مل جانے پر خوش ہوتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ شانہ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں تمام تعریفیں اور اسی سے ہیں نیک تمنائیں کیا ہی عظیم الشان اس کی مہربانیاں ہیں اور کتنی زیادہ اس کی عنایتیں اور کس قدر بے نہایت اس کے احسانات ہیں اور کس قدر وسیع اس کا فضل وکرم ہے۔ (تفسیر سعدی۔ سورہ بروج)

سبحان اللّٰہِ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

رب ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ ایک مرتبہ ساری رات سورۂ یٰسین کی آیت **وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ** پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز مجرموں کو حکم ہوگا کہ آج تم نیکوں سے الگ ہو جاؤ تمہارا مقام اور ہے اور نیکوں کا مقام اور ہے درحقیقت اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے۔ کیونکہ ہم میں سے یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔

۲۔ حضرت امام زین العابدین بہت بڑے عابد وزاہد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اور روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔ سفر وحضر میں کبھی آپ کی تہجد کا ناغہ نہیں ہوا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے فکر کرتے ہیں مگر ہمیشہ رہنے والے گھر کا ایک کو فکر نہیں۔ جب وضو کرنے لگتے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا اور نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن لرزنے لگتا تھا کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا ''تمہیں خبر نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔''

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اہل ایمان کو توبہ کی خصوصی ہدایت

عن معاذ رضی اللّٰہ عنہ قال اخذ بیدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰہ و صدق الحدیث. و وفاء العھد و اداء الامانۃ و ترک الخیانۃ. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقہ فی القرآن وحب الأخرۃ والجزع من الحساب و قصر الامل وحسن العمال وانھاک ان تشتم مسلما واتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰہ عند کل شجر وحجر واحدث لکل ذنب توبۃ. السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ. (رواہ البیھقی فی الزھد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے تمام مومن بندوں کو خصوصی خطاب فرما کر توبہ کی تاکید فرمائی ہے اور اس پر فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعاً اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (نور ۳۱)

''اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔''

یعنی پہلے جو حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ (تفسیر عثمانی۔نور)

''یعنی (دونوں جہان کی) کامیابی کا دارومدار سچی توبہ پر ہے۔ اور توبہ نام ہے ہر اس چیز کو ظاہراً و باطناً چھوڑ دینے کا جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مذموم ہے اور ہر اس چیز کے ظاہراً و باطناً اختیار کر لینے کا جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر مومن توبہ کا محتاج ہے (کوئی بھی اس سے مستثنیٰ اور مستغنی نہیں) کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا یہ خطاب کل اہل ایمان سے ہے۔

نیز "توبوا الی اللّٰہ" سے اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ کے اندر صفت "اخلاص" ہونی چاہیے کہ توبہ محض اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے ہو۔ کوئی اور غرض فاسد مثلاً دنیاوی آفات اور لوگوں کے شر سے بچنے یا کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہ ہو اور نہ ریا وسُمعہ وغیرہ اس میں شامل ہو۔ (تفسیر سعدی۔ سورہ نور)

نیز ایک جگہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے مومن بندوں کو سچی پکی توبہ کے لئے اس طرح پکارا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ . نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (تحریم ۸)

"اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو (یعنی دل میں گناہ پر کامل ندامت ہو اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا پختہ قصد ہو اس میں تمام احکام دین فرائض وواجبات بھی داخل ہو گئے کہ ان کا چھوڑنا گناہ ہے اور تمام محرمات ومکروہات بھی آ گئے کہ ان کا کرنا گناہ ہے) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن اللہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور جو مسلمان (ایمان اور دین کی رو سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (اور وہ) یوں دعا کرتے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھئے (بجھنے نہ دیجئے، جیسے منافقین کی نسبت سورہ حدید میں بیان ہوا کہ روشنی بجھ جائے گی اور وہ اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے، آپ تو ہر چیز پر قادر ہیں (حق تعالیٰ شانہ ان کی دعا قبول فرمائیں گے اور نبی کا تو کہنا کیا ان کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کیا جائے گا۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہ انہیں نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ فضل وشرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا)۔"

توبہ نصوح کسے کہتے ہیں

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "توبہ نصوح" یہ ہے کہ آدمی اپنے گذشتہ عمل پر نادم ہو اور پھر اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ وعزم رکھتا ہو۔

اور کلبی نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں نادم ہو اور اپنے بدن اور اعضاء کو آئندہ گناہوں سے روکے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا کہ توبہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جن میں چھ چیزیں جمع ہوں۔

(۱) گذشتہ برے عمل پر ندامت۔

(۲) جو فرائض وواجبات اللہ تعالیٰ کے چھوٹے ہیں ان کی قضا۔

(۳) کسی کا مال ظلماً لیا تھا تو اس کی واپسی۔

(۴) کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچائی تھی تو اس سے معافی۔

(۵) آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم وارادہ۔

(۶) یہ کہ جس طرح اس نے نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا ہے اب وہ طاعت کرتے ہوئے دیکھے۔

(معارف القرآن ۵۰۶/۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "توبہ نصوح" صاف دل کی توبہ یہ ہے کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے، اگر توبہ کے بعد ان ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ (تفسیر عثمانی۔ تحریم)

اور مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں ''توبہ نصوح'' بندے کی اپنے سارے گناہوں سے ایسی کامل توبہ ہے جو وہ سچے دل سے اپنے مولا سے اس کی رضا اور تقرب کے حصول کے لئے ایک عہد و پیمان کے طور پر کرتا ہے اور اس پر جما رہتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی توبہ نصوح کی توفیق نصیب فرما اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

دعائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا فرماتے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بخاری) ''اے ہمارے رب ہمیں دونوں جہاں میں بھلائی نصیب فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا''۔ کبھی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (احمد) ''الٰہی ہمارا حساب آسان فرما۔''

آخری دعاء جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھی وہ یہ تھی **اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلی** ''الٰہی! میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' (بخاری)

غور کی بات ہے کہ اللہ کے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگتے رہے، آخرت میں حسابِ یسیر کی درخواست کرتے رہے۔ اور وقتِ رحلت بھی آپ کی زبان مبارک پر '' **اللھم اغفرلی** '' ہے۔ اس طرح ہمارے آقا، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ عملی تعلیم دی کہ دنیا میں رہنے اور یہاں سے چلتے چلاتے بھی ایک مومن کو کیا فکر لاحق ہونی چاہئے، اللہ کا محبوب بھی ہمہ وقت اپنے مولا کی رحمت کا طلب گار، ہر لمحہ اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہوا اس کی رضا کا خواستگار ہے۔ ایک ہم ہیں کہ سراپا گنہگار، ہر لمحہ غفلت کا شکار ہوتے ہوئے بھی آخرت کی فکر سے مطمئن! یہ اللہ تعالیٰ سے نیک امیدی نہیں! بلکہ یہ شیطانی دھوکہ اور نفسانی فریب ہے زبان رسالت میں اسے احمقانہ فعل اور نکما پن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ '' **وَالعاجز من اتبع نفسه هواها و تمنى على الله** '' ہمیں چاہئے کہ ہم اس زندگی میں آخرت کے لئے اسی طرح محنت اور فکر کے ساتھ لگیں جیسا کہ انبیاء اور صحابہؓ اور اولیاءؒ و صالحینؒ لگے اور آج بھی ان کے متبعین اسی راہ پر گامزن ہیں۔ اور اس کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات سے اللہ تعالیٰ سے مقبولیت اور رضا کے طالب رہیں پھر نیک امیدیں رکھیں توان شاء اللہ

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ۔ (بنی اسرائیل)

''وعدہ الٰہی کے مطابق یہ کوشش بار آور ہوگی یہی طریقہ ہے عقلمندوں اور اسوۂ حسنہ اختیار کرنے والوں کا۔''

اے اللہ! محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے خلیل و حبیب علیہما الصلوۃ والسلام کی تمام دعاؤں میں شامل فرما اور ان کے اسوہ اور نمونے پر چلنا اور ان کی ملت پر قائم رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما اور انہیں کے زیر لوا ہمیں محشور فرما، آمین۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث - 5

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرنگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت.................رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت......................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان　　مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.........انارکلی........لاہور　　یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار.......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور　　ادارۃ الانور........نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور　　مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ...........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن.......بنک موڑ.......فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD

(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی چار جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجرعظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرماگئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل قرآن وفضائل رمضان کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ اور فضائل اعمال کے مستند ہونے میں ان شاء اللہ شک کی گنجائش نہیں۔

اس جلد میں فضائل قرآن وفضائل رمضان کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تاکہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کرسکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں، مساجد، اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۶ بعنوان فضائل ذکر اور جلد نمبر ۷ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث

کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔ فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ادارہ کی مطبوعہ کتاب ''تحفہ رمضان'' کی اشاعت پر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ نے ایک گراں قدر مقدمہ تحریر فرمایا جو گویا رمضان کے جملہ امور صالحہ کی طرف راغب کرنیوالا ہے زیرنظر درس حدیث کے موضوع کی مناسبت سے حضرت کا یہ مقدمہ یہاں دیا جا رہا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو قرآن اور رمضان جیسی نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ماہ رمضان نہایت مبارک مہینہ ہے جس کے دن میں روزہ فرض اور اس کی راتوں میں تراویح مسنون ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جس میں شب بیداری کا ثواب ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور اہل اسلام کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے یہ سب اسباب رحمت اور مغفرت ہیں۔ جود خداوندی کا بحر کرم جوش میں ہے اور ہر روز ملائکہ کے ذریعہ منادی کرائی جاتی ہے کہ اے طالب! خیر سامنے آ اور متوجہ ہو اے طالب شر! بس کر گناہوں سے تائب ہو کر طاعت اور نیکی کی زندگی کو اختیار کر۔

رمضان المبارک زندگی میں انقلاب لانے، دلوں کا رخ مولائے کریم کی طرف پھیرنے، دوزخ سے آزادی حاصل کرنے اور جنت کو فضل خداوندی سے حاصل کرنے کا انتہائی اہم وقت ہے۔ ممکن ہے کہ تیری زندگی کا یہ آخری رمضان ہو ..... موت کے بعد کروڑوں حسرتوں اور آرزوؤں کے باوجود ایک سجدہ بھی کرنا چاہو گے یا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا چاہو گے ..... تو یہ ثواب حاصل نہ ہو سکے گا۔ ایسا بازار پھر نصیب نہ ہوگا۔

ایک شاعر کہتے ہیں:

باز کے یابی ایں چنیں بازار را
کہ بہ یک گل میخری گلزار را

اس رمضان المبارک میں اللہ پاک کی رضائے عالی کے حصول کے لئے خوب محنت کی جانی چاہئے۔

۱- پورے ذوق وشوق سے روزے اور تراویح کا اہتمام کیا جائے ان عبادات کا حکم ہمارے فائدے کیلئے دیا گیا ہے تاکہ ہم رحمت خداوندی کے خزینوں سے حصہ پاسکیں یہ عبادات مشروع نہ کی جاتیں تو یہ مبارک اوقات غفلت میں گزر جاتے۔ اب غفلت بھی ہو تب بھی محرومی نہ ہوگی۔

۲- مسجد میں تکبیر اولی کیساتھ نماز باجماعت کی پابندی کا عزم کیا جائے کہ کوئی نماز فوت ہوگی نہ جماعت چھوٹے گی۔ گھروں میں افطاری کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

۳- کلمہ طیبہ کے ذکر درود شریف اور توبہ استغفار کی کثرت کی جائے۔ کوئی وقت ذکر وغیرہ سے خالی نہ گزرے۔

۴- تلاوت قرآن پاک کا خصوصی اہتمام، نوافل میں بھی اور دیکھ کر بھی قیام نماز میں تلاوت سے ایک لفظ پر سو نیکی اور نماز میں بیٹھ کر پڑھنے سے ہر حرف پر پچاس نیکی کا ثواب ملتا ہے دس پندرہ پارے بلکہ پورا قرآن پاک یومیہ ختم کرنے والے بھی بہت سے لوگ اس وقت بھی موجود ہیں۔

۵- روزے کا ایک مقصد حصول تقویٰ (گناہوں سے بچنا) ہے اگر گناہوں کو نہیں چھوڑا تو روزہ رکھنا گویا بے جان

ہے۔حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔

۶-نظر کو گناہ سے بچانا ہے۔زبان کی حفاظت کرنی ہے ہاتھ پاؤں حتی کہ دل و دماغ کے گناہوں سے بھی روزے کو پاک اور محفوظ رکھنا ہے۔جیسے کھانے پینے سے روزہ رکھ چھوڑا ہے کہ نہ کھائیں گے نہ پئیں گے اسی طرح گناہوں سے بھی روزہ رکھا جائے۔کہ روزہ رکھ لیا ہے گناہ نہیں کریں گے۔کھانا پینا افطاری کے بعد حلال ہو جاتا ہے لیکن گناہ افطاری کے بعد بھی حلال نہیں۔نہ رمضان میں، نہ غیر رمضان میں، بلکہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو سوچنا چاہئے کہ جب عارضی و وقتی حرام کو حکم خداوندی کی وجہ سے چھوڑا ہے تو دائمی حرام کو بطریق اولی بحکم خداوندی چھوڑ دینا ضروری ہے۔

۷-مغفرت و رحمت خداوندی کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس ماہ مبارک میں مولا کریم اپنے بندوں کی مسابقت دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کا حکم فرماتے ہیں: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ.

۸-بازار اور گھریلو کاموں سے جس قدر جلدی ہو سکے فراغت حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد کے لئے فارغ کر لینے چاہئیں دس دن کے اعتکاف کے علاوہ جتنا وقت بھی مل سکے مسجد میں گزاریں۔

۹-ماہ مبارک اگر اہل اللہ کی صحبت اور خدمت میں گزارنے کا اہتمام کرلای جائے جیسے کہ ہمارے اکابر کا معمول تھا۔تو امید ہے کہ اوپر والے سب نمبرات پر عمل کرنے کا راستہ نکل آئے گا اور سب پر عمل آسان ہو جائے گا۔

۱۰-اپنے ملازمین کیلئے کام میں سہولت کرنا بھی مطلوب ہے۔

۱۱-اپنے پڑوسیوں نیز غرباء و مساکین کی خدمت اور دلداری بھی اس ماہ مبارک کا خصوصی عمل ہے۔حدیث پاک میں وارد ہے کہ ماہ مبارک میں حضور پاک ﷺ کا جود وسخا بہت بڑھ جاتا تھا۔آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

افطاری میں غریبوں کو شریک کیجئے اور مالی تعاون بھی کیجئے تاکہ وہ اطمینان سے رمضان المبارک گزار سکیں اور آپ ان کی دعاؤں کے مستحق بنیں اس ماہ مبارک میں جیسے جود و سخائے خداوندی اور اس کی رحمت اپنے بندوں پر بارش کی طرح برستی ہے اسی طرح اھل اللہ کے قلوب میں دعوت الی اللہ اور شفقت علی الخلق کے جذبات موجزن ہوتے ہیں شوق الی اللہ اور خوف خدا کے ملے جلے خیالات کا ان کے سینوں میں تلاطم ہوتا ہے......سنت نبویہ کی اتباع میں ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ خدا سے کٹی ہوئی مخلوق کا رشتہ عبودیت دوبارہ جوڑ دیا جائے۔فساق وفجار اور سرکشوں کو اپنے مولی کریم کے دربار کی حاضری دوبارہ نصیب ہو جائے۔شیطان کے چنگل سے نکل کر یہ اللہ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔

۱۲-اسلام کی سربلندی علماء و مدارس دینیہ کی حفاظت مظلوم مسلمانوں کی حمایت و نصرت کی خوب خوب دعائیں کی جائیں رمضان المبارک کے فضائل اور اس کے حقوق و اعمال کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیشہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام نے اپنے نورانی مواعظ سے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کے دعائیہ کلمات

دنیا دارالاسباب ہے لیکن ایک مسلمان کیلئے اسباب سے بالاتر ایک نعمت خداوندی موجود ہے جسے مختصر لفظ میں ''دُعا'' کہا جاتا ہے عزم و یقین سے مانگی جانیوالی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں ہاں ان کی قبولیت کے مراتب ہماری محدود عقل سے ماوراء ہیں جن میں ہزارہا حکم خداوندی مخفی ہیں۔ دعا ایک مسلمان کیلئے دنیا و آخرت کی مشکلات کے حل کیلئے مضبوط ہتھیار ہے ذیل میں رمضان المبارک کی مناسبت سے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کے الہامی دعائیہ کلمات دیئے جارہے ہیں۔ جن کا ورد صرف رمضان ہی کے ساتھ مختص نہیں اس لئے ان کلمات کو پوری زندگی حرز جاں بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہمیں صرف اپنا محتاج رکھیں غیر کی ہر قسم کی احتیاج سے محفوظ رکھیں۔

یا اللہ: رمضان المبارک آرہا ہے، آپ کی ہزاروں رحمتوں اور نعمتوں کے ساتھ آرہا ہے جنت کی نشانیوں کے ساتھ آرہا ہے آپ کا وعدہ ہے کہ تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

یا اللہ رمضان المبارک کی جتنی رحمتیں ہیں، جتنے انعامات و احسانات ہیں، جتنے انوار و تجلیات ہیں ہم سب کو ان کے حاصل کرنے کی استعداد و صلاحیت عطا فرمادیجئے، کسی چیز سے ہمیں محروم نہ فرمائیے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات و طاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے اتباع کی توفیق فرمائیے، یا اللہ لغزشوں سے نفس و شیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے یا اللہ مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں، رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورِدِ رحمت بنا لیجئے۔ یا اللہ! یہ رمضان آپ کا مہینہ ہے اور آپ اس کا اجر خود عطا فرمائیں گے یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کا وفادار، سچا امتی بنا دیجئے، یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں، یا اللہ! ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کرسکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶)

ہم پر جو شامت اعمال طاری ہے ہم سے اس کا تحمل نہ ہوسکے گا دنیا میں نہ آخرت میں وَاعْفُ عَنَّا ہمیں معاف فرمادیجئے وَاغْفِرْ لَنَا ہماری مغفرت فرمادیجئے۔ وَارْحَمْنَا ہم پر رحم فرمائیے اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولا ہیں ہم کو اپنا بنا لیجئے۔ آپ قادر مطلق ہیں جس کو چاہیں بنا سکتے ہیں یا اللہ! ہم آپ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور آپ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں ہماری دعائیں قبول فرما لیجئے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں، یا اللہ! اس ماہ مبارک کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔ یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیاں سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔ ہمیں اس ماہ مبارک میں اپنی رحمتوں کا مورد بنا دیجئے اپنی مغفرت کا مورد بنا دیجئے۔ اور عذابِ نار سے نجات بھی عطا فرمائیے۔

یا اللہ ! آپ نے توفیق دی ہے اور آپ چاہتے بھی یہی ہیں کہ آپ کے بندے آپ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں۔ عجز و نیاز کا اظہار کریں، اقرار جرم کریں، یا اللہ! ہم سب اقرار جرم کر رہے ہیں، ہم مجرم ہیں، ہم سے اب تک بڑی نالائقیاں سرزد ہوئیں، ہمارے اندر شیطانیت تھی، ابلیسیت تھی جس میں ہم مبتلا رہے لیکن اب ہم اس ماہ مبارک میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں ہمیں پاک صاف کر کے داخل کر لیجئے اس کے ایک ایک لمحہ میں جو آپ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس کا ہم کو مورد بنا دیجئے، مستحق بنا دیجئے اور دائماً دائماً اس پر یا اللہ ! ہماری حیات کو قائم رکھئے ہم کو بھٹکنے اور بے راہ رو ہونے سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے، تمام عالم اسلام پر، سارے پاکستان میں ہر جگہ، ہمارے والدین پر اعزا و اقرباء پر ہمارے دوست احباب پر سب پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمایئے۔

یا اللہ ! آپ کے محبوب نبی کریم ﷺ کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں، ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے یا اللہ ! ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے، اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔ یا اللہ! آپ ایک عاجز بندے کی دعا قبول فرما کر سارے عالم اسلام پر اپنی رحمت فرمائیں ہم پر بھی رحمت فرمائیں، ہمارے اہل و عیال پر بھی رحم فرمایئے، ہمارے عزیز و اقارب پر بھی رحم فرمایئے، یا اللہ! جو بیمار ہیں ان کو شفاء عاجلہ و کاملہ عطا فرمایئے جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانی رفع فرما دیجئے۔ یا اللہ ! جن کے ایمانوں میں ضعف ہے ان کے ایمانوں میں قوت پیدا فرما دیجئے ہم کو کسی خیر سے محروم نہ فرمایئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمایئے۔ یا اللہ یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے، یا اللہ! یہاں کے علماء صلحا کو توفیق دیجئے کہ آپ کے دین کی اشاعت کرتے رہیں، یا اللہ! جو لوگ صاحب اختیار ہیں جن کو آپ نے اپنی مخلوق کا امین و پاسبان بنایا ہے ان کو حوصلہ دیجئے، فہم دیجئے، صلاحیت دیجئے، ان کی اعانت و نصرت فرمایئے اور ان کے ذریعے پاکستان کو صحیح معنی میں مملکت اسلامیہ بنا دیجئے اور نفاذ شریعت کا اتمام فرما دیجئے۔

یا اللہ! اس مملکتِ اسلامیہ کو گمراہی سے، ذلت سے، رسوائی سے اور بدنامی سے بچا لیجئے۔ یا اللہ! اس ملک میں کوئی ایسا مردِ مجاہد پیدا فرما دیجئے جو اس ملک کی کایا پلٹ دے فسق و فجور کو مٹا دے۔ احکام شرعیہ کا نفاذ کر دے۔ اور اسلامی فضا ملک میں پھیلا دے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے، ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے، تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے، غیرت پیدا فرما دیجئے یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے، یا اللہ! اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

یا اللہ! اس ماہِ مبارک میں ہر شر سے بچا لیجئے، نفس و شیطان کی شرارتوں سے، گمراہیوں سے، ضلالتوں سے بچا لیجئے، یا اللہ! اپنی رحمتوں کے دروازے ہم پر کھول دیجئے اپنے انعامات و احسانات کے دروازوں کو کھول دیجئے، یا اللہ! ہم میں ہر ایک کو اپنی رحمت کا مورد بنا لیجئے، ہم تمام عمر کے گناہوں سے ندامت قلب کے ساتھ توبۃ النصوح کرتے ہیں معاف فرما دیجئے، تمام عمر کے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ سب کو پاک صاف کر دیجئے۔ ہم کو بھی پاک صاف کر دیجئے، یا اللہ! ہم سے راضی ہو جایئے اور ہم کو راضی کر دیجئے، ہمارے استعداد ناقص ہیں تو اس کو درست کر دیجئے ہماری صلاحیتیں بگڑی ہوئی ہیں تو ان کو ٹھیک فرما دیجئے، ہمارے ایمانوں میں تازگی عطا فرمایئے۔ ہمارے اسلام میں قوت عطا فرما دیجئے اور کسی خیر سے ہم کو محروم نہ فرمایئے آمین یا رب العالمین

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

منتخب

فضائل قرآن
فضائل نماز

تلاوتِ قرآن کے آداب

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب

کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے۔ محبوب و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔ جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر تحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے، اس کے ساتھ جو شیفتگی و فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے وہ قواعد و ضوابط سے بالاتر ہے۔

ع محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اس وقت اگر جمال حقیقی اور انعامات غیر متناعی کا تصور ہو تو موجزن ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی وہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے۔ اس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربے سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہو سکتی ہے۔ کلام الٰہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کیلئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر جاری ہو جاتا تھا۔

هٰذَا كَلَامُ رَبِّیْ، هٰذَا كَلَامُ رَبِّیْ

(یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے)

یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آداب تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بن کر نہیں، چاکر بن کر نہیں، بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک، محسن و منعم کا کلام پڑھے صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قراءت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا اور جو اپنے کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہوگا۔

مسواک اور وضو کے بعد کسی یک سوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ روبہ قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اُس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وعزاسمہ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبر و تفکر کے ساتھ آیات وعد و رحمت پر دُعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیات تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔

پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آ جاوے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے اور پھر اس کے بعد آعوذ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے۔

ظاہری آداب

(۱) غایت احترام سے باوضو روبہ قبلہ بیٹھے۔

(۲) پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل وتجوید سے پڑھے۔

(۳) رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ (۵) اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔

(۶) خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب

(۱) کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔

(۲) حق سبحانہٗ وتقدس کی علوشان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔

(۳) دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے۔

(۴) معانی کا تدبر کرے اور لذت کیساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو عزت وحکمت والا ہے

سعید بن جبیر نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ.

او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ

(۵) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو اُن کے تابع بنادے۔ مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے۔ دل سرورِ محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے۔

(۶) کانوں کو اس درجہ متوجہ بنادے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرمارہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

حفظ قرآن کا حکم

مسئلہ: اتنے قران شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے۔ اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گناہ گار ہیں بلکہ زرکشیؒ سے ملاعلی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہوتا سب گناہ گار ہیں اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے۔ وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جارہا ہے۔ اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھنچتا ہے' اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں قرآن کریم کے تمام ظاہری و باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائیے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن کی نعمت عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب سے بہتر شخص

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کم من تعلم القرآن و علمہٗ

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری شریف)

تشریح: اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت اُس شخص کے لئے جو کلام پاک سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں یہ روایت او کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے دونوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اُس کی بقاء واشاعت پر ہی دین کا مدار ہے۔ اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اُس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے۔ تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کرلیا اُس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔ سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچّوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اُس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

تلاوت پر انعام خداوندی

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اُس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں' اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر یعنی جس شخص کو قرآنِ پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا' میں دُعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آ سکتا ہو تو یقیناً اس کا حصّہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقعہ پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

دو، تین یا چار آیات سیکھنے کا اجر

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازارِ بطحان یا عقیق میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا۔ دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح کا چار کا چار سے افضل ہے اور اُنکے برابر اُونٹوں سے افضل ہے۔

صُفّہ: مسجد نبوی میں ایک خاص مُعیّن چبوترہ کا نام ہے جو فقراءِ مہاجرین کی نشست گاہ تھی۔ اصحابِ صُفّہؓ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک نام گنوائے ہیں۔ اور مستقل رسالہ اُن کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے۔ بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں۔ جہاں اُونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے نزدیک اُونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی۔ بالخصوص وُہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو۔ بغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کر لے یا کسی کا مال چُرا لے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نفی فرما دی کہ بالکل بلا مشقت اور بدوں کسی گناہ کے حاصل کر لینا جس قدر پسندیدہ ہے۔ اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے چند آیات کا حاصل کر لینا اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک دو اُونٹ در کنار، ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی کو مل جاوے تو کیا، آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جُدا کر دے گی۔ لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کے لئے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔ دُنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرما دیجئے اس کی اس کو مسرت ہوگی بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالے کر دیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس آ کر لے لوں گا کہ اس صورت میں بجز اس پر بارِ امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ حقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اس کو ضائع کر رہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔

اونٹوں سے افضل ہونے کا مطلب:

حدیث کا اخیر جملہ اور اُن کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ تین مَطالب کا محتمل ہے اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمایا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرما دیا کہ جس قدر آیات کوئی شخص حاصل کرے گا اس کے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اُونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا اس لئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکورہ ہو چکا۔ دُوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہُوا کرتی ہیں۔ کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اُونٹ کا گرویدہ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرما دیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان انہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کیے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے۔ اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعے سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑا سے ہُوا۔ بعض علماء نے اسی

مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں کہ ایک آیت کا اَجر ایک اونٹ یا دو اُونٹ کا مقابلہ کرسکتا ہے یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہوجانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے اُن سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اوّل تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زائد سے زائد جو نفع مال تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دو ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقت اُٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کے لئے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑدیں جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہیں۔'' درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کی خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کردیتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے حفاظ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب آپ یہ سوچ لیں کہ آپ کے سینہ میں اللہ کا کلام ہے تو پھر آپ میں جو کم درجہ کی باتیں ہیں، کوئی بھی گناہ، کوئی بھی گراوٹ کی بات، کوئی بھی سوقیانہ اور اوچھی حرکت، جیسے مال کی محبت، عہدہ کی محبت اور تراویح کا تھوڑا تھوڑا معاوضہ لینا یہ ساری چیزیں آپ کی نظر سے ایسی گرجائیں کہ اگر آپ اپنی حیثیت پہچان لیں، جس طرح سے وہ شخص جس نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نہیں جانتا کہ تم نے کب امانت رکھوائی؟ پھر اقرار کرلیا کہ ہاں! ہاں! تم نے امانت رکھوائی تھی اور پھر دے دیا، اسی طرح سے آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے تو پھر کبھی کسی گناہ کی طرف، کبھی کسی ادنیٰ کام کی طرف، کبھی کسی پست خیالی کی طرف آپ کا ذہن نہیں جاسکتا۔

اے حفاظ قرآن!
تمہارے سینہ میں علم اعظم ہے

بس آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے سینہ میں کیا ہے۔

؎ برخود نظر کشاز تہی دامنی مرنج
در سینہ تو ماہ تمامے نہادہ اند

شاعر نے تو چاند کو خطاب کر کے کہا، کہ ہلال جب باریک ہوتا ہے تو بے چارہ حقیر معلوم ہوتا ہے تب اپنے اوپر اپنے مستقبل پرنظر ڈالو اپنی تہی دامنی پر رنج نہ کرو کہ تو خالی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمارے سینوں کو قرآن مجید سے منور فرمادیجئے اور قرآن مجید کے انوار و برکات سے ہمارے گھروں، محلوں، شہروں اور ملکوں کو منور فرمادیجئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قرآن کے ماہر اور اٹکنے والے کا اجر

عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الماهر بالقران

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور۔ جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اُٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

تشریح: قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خُوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنیوالے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنیوالا اور پہنچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں اُن کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قراءت کا دوسرا اُس کی اس مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کے لئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ملا علی قاریؒ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کی یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

دو شخص جن پر حسد جائز ہے

ابن عمرؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو حق سُبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی بُرائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اس لئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا و آرزو ہوتی ہے عام ہے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالا جماع حرام ہے اس لئے علماء نے اس لفظِ حسد کو مجازاً غِبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی اُمور میں مباح ہے اور دینی اُمور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

قرآن پڑھنے والوں کی مثالیں

ابوموسیٰؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اس کی مثال ترنج کی سی ہے اس کی خُوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ اور جو مومن، قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خُوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا' اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خُوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پُھول کی سی ہے کہ خوشبو عُمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث میں غیر محسوس شے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آجاوے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو' اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں۔ مثلاً ترنج ہی کو لے لیجئے مُنہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے' معدہ کو صاف کرتا ہے' ہضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ منافع ایسے ہیں کہ قراءت قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا' باطن کا صاف کرنا' روحانیت میں قوت پیدا کرنا۔ یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جاسکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلامِ پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے بعض اطبا سے میں نے سُنا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں۔ ۱۔ مسواک اور ۲۔ روزہ اور ۳۔ تلاوت کلام اللہ شریف کی۔

ابوداؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہم نشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو تو کہیں گئی نہیں اور بدتر ہمنشیں کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دُھواں تو کہیں گیا ہی نہیں' نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیے۔ کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

عزت وذلت کی بنیاد

حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں' عمل کرتے ہیں' حق تعالیٰ شانہٗ اُن کو دنیا و آخرت میں' رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہٗ و تقدس اُن کو ذلیل کرتے ہیں کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا' حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں' اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلامِ پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم

تک اس پر لعنت' کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اُوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے اسی طرح پڑھتا ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ. اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ کا ناظم جنگلات

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبد الحارثؓ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا۔ اُن سے ایک دفعہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اِبنِ اَبزیٰ رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابن ابزیٰ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

سلوک کا آخری درجہ

سلوک کا آخری درجہ قرآن ہے' اور نوافل میں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے جب سالک تمام مقامات طے کر لیتا ہے جو ذکر سے طے ہوتے ہیں اس کے بعد جو آخری درجہ ہے قرب الٰہی کا وہ کلام الٰہی کی کثرت تلاوت سے حاصل ہوتا ہے حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی فرماتے ہیں کہ جو قرب قراءت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے' اس قرب کو کوئی نہیں پہنچ سکتا' اور یہ قرب استحضار سے' عظمت سے اور ثواب کے یقین سے حاصل ہوتا ہے' پڑھتے جایئے اور یقین کرتے جایئے کہ ثواب مل رہا ہے' ہر حرف پر دس نیکیاں مل رہی ہیں' اس کا شوق آپ کے دل میں زیادہ ہونا چاہئے' جتنا زیادہ پڑھیں گے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی' بس بھائیو! اگر اپنے اندر یہ صفت پیدا کر لیں تو قرآن مجید کی تلاوت میں روح پیدا ہو جائے۔

قرآن کو بطور پیشہ پڑھنا گناہ ہے

اور اگر اس کو پیشہ بنائیں تو اس سے بہت اچھا ہے کہ دنیا کو آدمی ذریعہ بنائے کسب معاش کا' قیامت کے دن وہ لوگ جو حلال روزی حاصل کرتے تھے اور جائز طریقوں سے کاروبار کرتے تھے ان دنیا دار قاریوں' حافظ اور عالموں سے بدرجہا آگے ہوں گے' جنہوں دین کو ذریعہ بنا لیا تھا اپنا پیٹ بھرنے کا اور دنیا کمانے کا تاجروں میں بکثرت اولیاء اللہ نکلے ہیں جو سمجھتے تھے ہم دنیا دار ہیں صرف بچوں کے پالنے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے ایک دھندہ کیا ہے اور اس میں ذکر کرتے تھے نماز پڑھتے تھے' ڈرتے رہتے تھے' استغفار کرتے رہتے تھے' وہ کئی عالموں اور حافظوں سے بڑھ کر نکلیں گے۔

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن مجید کو ہماری دنیا و آخرت کا راہنما اور مونس فرما دیجئے اور ہمیں قدم قدم پر اس کی راہنمائی حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمایئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قرآن، امانت اور صلہ رحمی کا مرتبہ

عن عبد الرحمٰن رضی الله عنه بن عوف عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ثلث تحت العرش یوم القیٰمة القران یحاج العباد له ظهر وبطن والامانة والرحم تنادی الامن وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہونگی ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملادے اور جس نے مجھ کو توڑا، اللہ اپنی رحمت سے اُس کو جدا کردے۔ ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قُرب ہے یعنی حق سبحانہ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہونگی۔

قرآن کریم کا جھگڑا

تشریح: کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا، اُن کی طرف سے دربار حق سبحانہ میں جھگڑیگا اور شفاعت کریگا، ان کے درجے بلند کرائیگا۔ ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہ الٰہی میں عرض کریگا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہ، کرامت کا تاج مرحمت فرمادیں گے۔ پھر وہ زیادتی کی درخواست کریگا تو حق تعالیٰ شانہ اکرام کا پُورا جوڑا مرحمت فرمادیں گے پھر وہ درخواست کریگا کہ یااللہ آپ اس شخص سے راضی ہوجائیں تو حق سبحانہ و تقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادیں گے۔ اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کرسکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے اُن سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے۔ موت بہرحال آنے والی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآنِ پاک کے معانی میں غور وفکر کرو کہ اس میں اوّلین وآخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے

جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اُردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔

تفسیر قرآن سے محروم لوگ

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اوّل وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مُصر نہ ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ **اللھم احفظنا منھم.**

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے حفاظ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو یہ دولت قرآن عطا فرمائی ہے تو اس میں روح بھی خشیت بھی اور تقویٰ بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور یہ بات بغیر صحبت کے اور بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی، قرآن مجید کے یاد کرنے میں آپ نے جتنی محنت کی ہے اب اس یاد میں جان ڈالنے اور موزونیت پیدا کرنے کے لئے بھی آپ کو محنت کرنی چاہئے اگر آپ نے قرآن مجید کے یاد کرنے میں دو برس لگائے تو سچی بات یہ ہے کہ اس میں چار برس لگائیے، اس لئے کہ وہ تو الفاظ ہیں جس کو کافر و مومن سب پڑھ سکتے ہیں اور بے شک کافر کو یاد ہونا مشکل ہے، لیکن یاد ہوتا ہے اب بھی مصر و شام میں کتنے غیر مسلم ایسے ہیں جن کو قرآن مجید یاد ہے۔ المنجد کا مصنف جو عیسائی تھا وہ حافظ تھا، تو معانی قرآن علوم قرآن اور قرآن مجید کو دل میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اخلاق کو صحیح کرنے کے لئے آپ کو وقت لگانے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا جا رہا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سفر میں قرآن مجید میں جو بات حاصل ہوتی ہے اور سمجھ میں آتی ہے وہ گھر پر نہیں آتی، تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دوسروں کو مخاطب کیا کہ دیکھو مولانا کیا کہہ رہے ہیں؟ یہی سچی بات ہے۔ میدان جہاد میں جن لوگوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا۔ اور خدمت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا اور محنت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا، ان کی سمجھ تو ہمارے یہاں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو قرآن مجید کی تعظیم کرنے کی، اس پر عمل کرنے کی، اور اس کا لطف لینے کی اور اس سے قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن مجید کو ہماری دنیا و آخرت کا راہنما اور مونس فرما دیجئے اور ہمیں قدم قدم پر اس کی راہنمائی حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمایئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حافظ قرآن کا درجہ

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند اخر اٰیۃ تقرأ ھا (رواہ احمد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے، جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

تشریح: صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاریؒ نے بڑی تفصیل سے اُس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں۔ اوّل اس وجہ سے کہ صاحب قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

(یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے۔ اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے۔ اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل قرآن کیا ہے

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور پر پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تا کہ طا کی جگہ تا اور ضاد کو جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تا کہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہوجاوے تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زبر، زیر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔ چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تا کہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہوجاوے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطبا نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے، تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت و عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل

کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلامِ پاک کا فہم وتدبّر۔ حضرت ام المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے۔ یعنی زیرُ زبر وغیرہ کو پُورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے القارعة اور اذازلزلت پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورہ بقرہ اور ال عمران پڑھوں۔

قرآنی آیات اور جنت کے درجات

شراح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اس لئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہٰذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اُتنے ہی درجے اُوپر اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اُوپر کے درجے میں ہوگا۔

ملا علیؒ قاری نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قراء آیات کی بقدر ترقی کریں گے اور علامہ دانیؒ سے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں۔ ۲۰۴۔۱۴۔۱۹۔۲۵۔۳۶

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں، پس قاری سے کہا جاوے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پُورا کرلے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصّہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اس کی بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قراءت ہوگی۔ بندہ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔ فان کان صوابا فمن الله وان کان خطاءً فمنی ومن الشیطٰن والله ورسوله منه بریئان. اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیث بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل۔ بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اسکے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ملا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دُنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھُول جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرمادیں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرادیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کردیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہُوا اور اس میں محنت ومشقت برداشت کرتا ہوا مرجائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

؎ اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تُو کسی قابل ہوتا

ایک حرف پر دس نیکیاں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزائے عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوتِ کلامِ پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) (جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادی کہ الٓمٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر الٓم کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔

الٓمٓ پر نوے نیکیاں

اس میں اختلاف ہے کہ الٓم سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے۔ یا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ مراد ہے۔ اگر سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورۂ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمٓ ہے وہ نو حروف ہیں اس لئے اس کا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقیؒ کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب، س، م، یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصائح برائے حفاظ قرآن

حافظ قرآن کے لئے لائق و مناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنا شعار بنالے کہ لوگ انہی باتوں کے ذریعہ اس کو پہچاننے لگیں۔ اولؔ اسکی رات کی عبادت کے ذریعہ، جبکہ لوگ سورہے ہوں۔ دومؔ اس کے دن کے (روزہ) ذریعہ جبکہ لوگ بے روزہ ہوں گے۔ سومؔ اس کے رنج وفکر آخرت کے ذریعہ جبکہ لوگ خوش ہو رہے ہوں گے۔ چہارمؔ اس کے رونے کے ذریعہ جبکہ لوگ ہنس رہے ہوں گے۔ پنجمؔ اس کی خاموشی کے ذریعہ جبکہ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوئے ہوں گے۔ ششمؔ اس کی تواضع و نیاز مندی کے ذریعہ، جبکہ لوگ تکبر میں مبتلا ہوں۔ اور حافظ قرآن کے لئے لائق ہے۔ کہ رونے والا، غمگین، حکیم، بردبار، جاننے والا، پرسکون و باسکینت رہے اور حافظ قرآن کے لئے لائق نہیں کہ سخت دل اور غافل اور شور مچانے والا اور چلانے والا اور تیز مزاج ہو۔ (ابونعیم)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں تلاوت قرآن کی دولت نصیب فرمائیے اور اپنے فضل سے ان پر درج بالا نیکیاں ثمرات وبرکات مرتب فرما کر ہمیں دنیا وآخرت میں سرخرو فرمائیے۔ امین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قرآن کے حافظ وعامل کے والدین کا اعزاز

عن معاذ الجهنی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قراء القرآن وعمل بمافیه البس والداه تاجا یوم القیمة ضوئه احسن من ضوءِ الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا. (رواه احمد وابو داوٗد وصححه الحاکم)

ترجمہ: معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

تشریح: یعنی قرآنِ پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہوا گر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو یعنی آفتاب اتنی دُور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاوے گا۔ اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کرلیا جاوے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدر جہاز یادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اس سے انس والفت زیادہ ہوتی ہے اسلئے آفتاب کی دُوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدّل بہ انس ہوجاوے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اُٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کردیا جائے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکمؒ نے بریدہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اسکو ایک تاج پہنایا جاویگا جو نُور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے ۲ دو جوڑے پہنائے جاویں گے کہ تمام دُنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچّے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

حضرت انسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سِکھلا وے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جاوے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا۔ باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچوں کو قرآن سے محروم رکھنے کا وبال

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں

اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سُن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی وحافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے ملانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں۔یادرکھیں کہ اس سے آپ اسکو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اُوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں حدیث کا ارشاد ہے۔

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (الحدیث) ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیے۔بالجملہ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے' اپنی جواب دہی سے سبک دوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے' جس قدر نیک اعمال کرے گا' دُعا واستغفار آپ کے لئے کرے گا' آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گا۔لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا' جس قدر بداطواریاں' فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامہ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں' دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں۔

آگ سے حفاظت

عقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کو کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں۔بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے۔جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاء کے معجزے اُن کے زمانے کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنم۔اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں ڈالا بھی جاویگا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔ ایک روایت میں **مامسته النار** کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اسکو چھوئے گی بھی نہیں۔ابو امامہؓ کی روایت جس کو شرح السُنۃ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ' اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلامِ پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے۔جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دینا چاہیے۔اس لئے کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کیے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں تلاوت قرآن کی دولت نصیب فرمائیے اور اپنے فضل سے ان پر درج بالا نیکیاں ثمرات وبرکات مرتب فرما کر ہمیں دنیا وآخرت میں سرخرو فرمائیے۔امین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قاری قرآن کوسفارش کا حق

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القران فاستظھرہ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد وجبت لہ النار (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہ اسکو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمادیں گے جن کیلئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

تشریح: دخولِ جنت ویسے تو ہر مومن کے لئے ان شاء اللہ ہے ہی، اگر چہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق و فجار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں۔ اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الآیۃ (نبی اور مسلمانوں کیلئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں، سب ہی حافظ ہیں۔ اللھم زدفزد۔

تہجد میں قرآن پڑھنے والا

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اس کو پڑھو۔ اسلئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اسکو پڑھتا رہتا ہے اسکی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اسکی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اسکی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی، اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوروبرکات سے معمور رہتا ہے اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے، اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے، لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

قرآن کریم سے خالی دل

عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصّہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزل ویران گھر کے ہے۔

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وُہ یہ کہ خانہ خالی را دیو مے گیرد۔ اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلّط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اسکے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں۔ شیاطین اُس میں گھس جاتے ہیں۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوت قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

تلاوت کی افضلیت

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح وتکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے۔ اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے۔ جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوتِ کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو ۱۰۰ نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس ۵۰ نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سُنے اس کیلئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

نماز میں تین آیات کا پڑھنا

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں۔ ہم نے عرض کیا کہ بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے۔ وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے اس لئے تشبیہہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لئے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں۔ نماز اور تلاوت۔ ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اُونٹنی اور اس کا حمل۔ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ رمضان المبارک کی برکت سے ہمیں تلاوت قرآن و دیگر نوافل بالخصوص تہجد کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائیے اور قرآن کریم کو ہمارے دلوں کی راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہماری اصلاح کا ذریعہ بنائیے۔ اے اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیے اور قرآن کو ہمارے حق میں ایسا سفارشی بنائیے جس کی شفاعت ہمارے حق میں مقبول ہو آمین یارب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

دیکھ کر قرآن کریم پڑھنے کا اجر

عن عثمان بن عبدالله بن اوس الثقفي رضي الله عنه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قراء ة الرجل القران في غير المصحف الف درجة وقراء ته في المصحف تضعف على ذلك الى الفي درجة (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

تشریح: حافظِ قرآن کے متعدّد فضائل پہلے گذر چکے ہیں۔ اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبّر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا اُس کو چھونا وغیرہ وغیرہ' اس درجہ سے یہ افضل ہوا۔ چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماً نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیثِ بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے' قرآن پاک پر نظر رہتی ہے' قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے۔ رِیا سے دُور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نووی نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ بعض کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبّر اور فکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبّر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے۔ عمروؒ بن میمون نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے اور بقدر سو ۱۰۰ آیات کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدؒ نے حدیثِ مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کر دیتے تھے۔

دلوں کی صفائی

عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہ' کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے اور کلامِ پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جسقدر وہ دُھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم

ہوگا اور جسقدر صاف اور شفّاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا ۔ اسی لئے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دُور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضت و مجاہدات اذکار واشتغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑجاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہوجاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کرلیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے اللهم احفظنا منه.

اسی کی طرف کلام پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے۔ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (بیشک اُنکے قلوب پرزنگ جمادیا ان کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں۔ ایک بولنے والا۔ دُوسرا خاموش' بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش' موت کی یاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سرآنکھوں پر۔ مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے' نصیحت کی ضرورت سمجھے۔ جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو' ترقی کی راہ میں مانع ہو' وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کرے گی کیا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات بھر اس میں غور وتدبّر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زیر وزبر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے' اس میں غور وتدبّر نہیں ہے۔

امت محمدیہ کا فخر

حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کیلئے کوئی شرافت وافتخار ہُوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

یعنی لوگ اپنے آباؤ واجداد سے' خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ میری امّت کے لئے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے' اس کے یاد کرنے سے' اس کے پڑھانے سے' اس پر عمل کرنے سے غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے' آقا کا فرمان ہے' دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ نیز دُنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے۔ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کیلئے ان میں کا ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً اس کی حُسنِ تالیف' حُسنِ سیاق' الفاظ کا تناسب' کلام کا ارتباط' گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع' لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں جیسے کہ یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنّا نہ کرسکنا' نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا' پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو۔ مجنون بنادینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو' دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اُکتائے تو بیس دفعہ سے اُکتا جائے گا' بیس سے نہ سہی چالیس سے اُکتا وے گا' بہر حال اُکتاویگا' پھر اُکتاویگا۔ مگر کلامِ پاک کا رکوع یاد کیجئے' دو سو مرتبہ پڑھئے' چار سو مرتبہ پڑھئے' عمر بھر پڑھتے رہیئے' کبھی نہ اُکتاویگا۔ اگر کوئی عارض پیش آجاوے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہوجانے والا۔ جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذّت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ' یہ اُمور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں

ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے۔ پھر جبکہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اس کے بعد ایک لحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے' ہماری شرافت' ہمارا افتخار اُونچی اُونچی ڈگریوں سے' بڑے بڑے القاب سے' دنیوی جاہ وجلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع سے ہے فالی اللہ المشتکی.

اصلاحِ قلب کا نسخہ

حکیم السلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''سب سے زیادہ ضروری قلب کو صالح بنانا ہے' اس کے لئے شریعت نے ذکر اللہ کا نسخہ تجویز کیا ہے کہ یادِ خداوندی ہمہ وقت تمہارے سامنے رہے جتنا خدا کی یاد تمہارے سامنے ہوگی اتنا ہی خوف خدا دل میں بیٹھے گا اتنا ہی آدمی جرائم سے بچنے کی کوشش کرے گا اور اگر ذکر کے بجائے جتنی بھی غفلت پیدا ہوگی اتنا ہی معاصی اور گناہوں کی کثرت ہوگی۔ اس لئے بنیادی چیز بتلائی گئی کہ ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾''.

''قرآن کریم دنیا میں بھی انقلاب پیدا کرتا ہے آخرت میں بھی قرآن دنیا میں تو دل کے اندر بجائے کفر و معصیت کے ایمان کی حلاوت پیدا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم سے بچا کے جنت میں پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی انقلاب لاتا ہے اور آخرت میں بھی انقلاب لائے گا اور عالم برزخ میں قبر کے اندر بھی انقلاب لائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ قرآن اخذ کیا۔ ان کے دل بدل گئے روح بدل گئے' جذبات بدل گئے' پھر جہاں بھی یہ حضرات پہنچے وہاں بھی انقلاب برپا کر دیا' قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے پھر تخت الٹ دینا تو یہ ہے کہ ملک فتح کر لیا قیصر کا ملک فتح ہوگیا۔ رومی ماتحت بن گئے' کسریٰ کا ملک فتح ہوگیا ایران پر حکومت قائم ہوگئی یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر بڑی بات یہ ہے کہ جہاں بھی صحابہ کرامؓ پہنچے ملک بدل دیا' تہذیب بدل دی' مذہب بدل دیا' زبان بدل دی' ساری چیزوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی''۔

''دنیا کے بہت سارے طبقات (مثلاً کاشتکار' تاجر اور سیاسی اور حکومت کا آدمی) کو دعویٰ ہے کہ دنیا کو ہم نے سنبھال رکھا ہے لیکن حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سارے غلط کہتے ہو دنیا کو سنبھالنے والا تو ہمارا نام لینے والا ہے۔ جو ہماری یاد میں مصروف ہے اس نے دنیا کو سنبھال رکھا ہے نہ کہ تاجر' کاشتکار' زمیندار اور سیاسی آدمی۔ ہم نے اور ہمارے نام لینے والوں نے سنبھال رکھا ہے''۔ (جواہر حکمت)

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے جو اجر و ثواب ہم نے ابھی پڑھا ہے ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری و عامل بنایئے اور رمضان کی برکت سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دنیامیں نوراور آخرت کا ذخیرہ

عن ابی ذررضی الله عنه قال قلت یارسول الله اوصنی قال علیک بتقوی الله فانه رأس الامرکله قلت یارسول الله زدنی قال علیک بتلاوة القران فانه نورلک فی الارض وذخرلک فی السماءِ (رواه ابن حبان فی صحیحه فی حدیث طویل)

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام اُمور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نُور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تشریح: تقویٰ حقیقتاً تمام اُمور کی جڑ ہے۔ جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا)

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ ابونعیمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کیجاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی۔ یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابن حبانؒ وغیرہ سے ملا علیؒ قاری نے مفصّل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے۔ اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اُوپر گذر چکا مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

اُمت محمدیہ کو وصیت

حضرت ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سو ۱۰۰ صحائف اور چار کتابیں۔ پچاس (۵۰) صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں، توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً او متسلّط و مغرور بادشاہ میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے۔ میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔ **واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها وبین الله حجاب** کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لئے

کہ اس کے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصّوں پر منقسم کرے۔ ایک حصّہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصّہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے بُرے اور ایک حصّہ کو کسبِ حلال میں خرچ کرے عقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگرانی کرے، اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہیگا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا، عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے۔ پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اوّل تقویٰ کی وصیت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام اُمور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہُوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر، کہ اس سے دِل مرجاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہُوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری اُمّت کیلئے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی اُمتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں) میں نے اور اضافہ چاہا، تو ارشاد فرمایا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ۔ ان کو دوست بنا، ان کے پاس بیٹھا کر، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیُوب پر اطلاع کی کوشش مت کر، کہ تُو ان میں خود مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کیلئے کافی ہے کہ تُو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کی برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز اُمور سے بچنے کی برابر تقوی نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

دعا کیجئے: اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے جو اجر ہم نے ابھی پڑھے ہیں ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری و عامل بنائیے اور رمضان کی برکت سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے آمین یارب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اجتماعی تلاوت کی برکت

عن ابی ذررضی الله عنه قال قلت یارسول الله اوصنی قال علیک بتقوی الله فانه رأس الامر کله قلت یارسول الله زدنی قال علیک بتلاوة القران فانه نورلک فی الارض وذخرلک فی السماءِ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام اُمور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نُور رہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تشریح: ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلام پاک اور اس کا دَور نہیں کرتی مگر اُن پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ اُن کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی۔ جو بہت سی انواعِ اکرام کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کردے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں۔ بالخصوص آخری فضیلت' آقا کے دربار میں ذکرِ محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے' جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کرسکتی۔

سکینہ کا نزول

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہُوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جسکا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سدی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبریؒ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ طمانیت مراد ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے' تو کسی نے ملائکہ سے۔ بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔ حافظؒ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے۔ نوویؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ هُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ. ایک جگہ ارشاد ہے۔ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء میں نقل کیا ہے کہ ابنِ ثوبانؒ نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے۔ اُنہوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر

ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آ گیا۔ خیال ہُوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں، کبھی رات میں مرجاؤں اور وُہ ذمّہ پر باقی رہ جائیں۔ میں دُعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے۔ اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہُوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں۔ لیکن اُن کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہوجاوے اور اسی جانب توجہ کامل ہوجاوے۔

فرشتوں کا ڈھانک لینا

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیرؓ کا مفصل قصّہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے۔ ملائکہ اژدہام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابیؓ کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہُوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کیوجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصّل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه۔ (جس شخص کو اس کے بُرے اعمال رحمت سے دُور کریں اس کا عالی نسب ہونا' اُونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ وُہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیز گار ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔

تلاوت والے گھر میں برکات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جب گھر میں قرآن شریف پڑھا جائے تو اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شیاطین دور بھاگ جاتے ہیں اور اپنے رہنے والوں کے لئے وہ گھر فراخ اور کشادہ ہوجاتا ہے۔ اس میں خیر و بھلائی زیادہ ہو جاتی ہے اور شر وفساد کم ہوجاتا ہے۔ جب گھر میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے تو اس میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں اور فرشتے اس مکان سے دور بھاگ جاتے ہیں اور اپنے رہنے والوں کے لئے وہ گھر تنگ و چھوٹا ہوجاتا ہے۔ اس میں خیر و برکت کم ہو جاتی ہے شر وفساد زیادہ ہوجاتا ہے۔ (محمد بن نصر)

خوشحالی کا حقیقی مستحق

اعمش حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ایک عورت کا گذر ہوا تو اس نے کہا کہ خوشحالی ومبارکبادی ہو اس پیٹ کے لئے جس نے آپ کو اٹھایا اور اس پستان کے لئے جس سے آپ نے دودھ پیا۔ اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ بلکہ خوشحالی ومبارکبادی ہو اس شخص کے لئے جس نے قرآن پڑھا اور پھر اس پر عمل بھی کیا۔ (حلیۃ الاولیاء)

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے اجر سے ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری وعامل بنایئے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے آمین یا رب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قرب الٰہی حاصل کرنے کا نسخہ

عن ابی ذر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم لا ترجعون الی الله بشیء افضل مما خرج منه یعنی القراٰن. (رواه الحاکم وصححه ابوداؤد)

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

تشریح: متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے۔

قرب حاصل ہونے کی تشریح

اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوت کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نوراللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہ وتقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ا۔ اوّل تصور جس کو عُرف شرع میں تفکر وتدبّر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ سے۔ ۲۔ دوسرا ذکر لسانی اور ۳۔ تیسرا تلاوتِ کلامِ پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اس لئے دراصل طریقے دو ہی ہیں۔ اوّل ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت۔ سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جاویگا جو ذکر کا حاصل ہے تو مُدرِکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔ (حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے یعنی جب کہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہوجاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اسلئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرب حاصل کرلے تو یہ ممکن نہیں۔ اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اس کا علم، محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں دوسرے یہ کہ ذکر کرنے والے کے مدرِکہ میں تجلی اور اس کے پُر کردینے کی قدرت ہو۔ جس کو عرف میں دُنُو اور تدلّی، نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لئے طریق بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہوسکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے، جس میں

ارشاد ہے۔ من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعاًالحدیث (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں' اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں' یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں) یہ سب تشبیہات سمجھانے کیلئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرّا ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف ان کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضا یہی ہے پس جب کہ یاد کرنیوالوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں اسلئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فسّاق وفجّار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیاء کے اشعار سے اُن کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت تکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرتِ مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفسِ زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں' ان کے اختلافِ اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اسلئے کلام الٰہی کے تکرارِ ورد سے اس کے متکلم کے اثرات کا پیدا ہونا اور اُن سے طبعاً مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہُوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتی' قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اسی لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہوں' اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں' ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گزشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت اُن کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے' ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے' ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس کو سب کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار سمجھا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے اجر سے ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری و عامل بنائیے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے آمین یارب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خوش الحان قاری

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

ما اذن الله لشیء ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

تشریح: گذشتہ درس میں معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔

پڑھنے والوں میں انبیاء علیہم السلام چونکہ آدابِ تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں اس لئے اُن کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حسنِ آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہے جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

فضالۃ ابن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے

کہ حق تعالیٰ شانہ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دین دار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔

خوش الحانی کیا ہے:

البتہ کلامِ پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کی آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہ گار ہے۔ مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اُس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گذرتے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اُس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ لئے اور علامہ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اُوپر گذر چکا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو' عشق بازوں اور یہود ونصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو' عنقریب ایک قوم آنیوالی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا اُن کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اُس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جل وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت وطاقت کے موافق اس کا مکلّف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلامِ پاک پڑھے اور کما حقہٗ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اُوپر لے جاتا ہے۔

قرآن مجید کے حقوق

عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو! قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اسکی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اسکو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کیلئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امُور ارشاد فرمائے ہیں:۔

۱- قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اوّل یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا' اس کی طرف پاؤں پھیلانا' اس کی طرف سے پشت کرنا' اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دُوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلامِ پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔

۲- اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے' خود کلامِ پاک میں بھی اس کی طرف توجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وُہ وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیے۔

۳- اور اسکی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں۔ لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حُب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حب اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے آقا کا حکم ہے کہ قرآن کو پھیلاؤ۔ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچّے بجائے قرآنِ پاک کے پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اس پر غصّہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اسلئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے مُسلّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن

پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے۔اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں۔مگر اُن کی کوتاہی سے آپ بچّوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹادیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اسکا وبال آپ کی گردن پر رہے۔ یہ حُمی دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔عدالت عالیہ میں اپنے اس جواب کواسلئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹادیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے۔ بنئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ۴،۳ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہومگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔

۴-خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا۔

۵-اوراس کے معنی میں غور کرو۔تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے۔حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی۔ تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے' الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے'ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کردیا ہے۔بعض اہم امُور کا بار بار تکرار کیا ہے تا کہ تو اس پر غور کرے اور تو بے پرواہی سے اڑا دیتا ہے۔کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہُوں اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن اِدھر متوجہ ہوجاتا ہے۔کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تُو اشارہ سے اُس کو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تُجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اھ۔

۶- اوراس کا بدلہ دُنیا میں نہ چاہو۔یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لوُ کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔دُنیا میں اگراس کا معاوضہ لے لیا جاویگا۔تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہوجاوے۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ جب میری امت دینارودرہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی' اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہوجائے گی۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں قرآن کریم کے تمام ظاہری و باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمایئے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن کی نعمت عطا فرمایئے اوراس کی برکتیں حاصل کرنے والا بنادیجئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تلاوت قرآن کی مقدار

عن واثلة رضی اللہ عنه رفعه اعطیت مکان التوراة السبع واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل المثانی وفضلت بالمفصل (الاحمد والکبیر)

ترجمہ: واثلہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طُوَل ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

تشریح: کلامِ پاک کی اوّل سات سورتیں طول کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں اس کے بعد کی بیس سورتیں مثانی۔ اس کے بعد ختم قرآن تک مفصّل۔ یہ مشہور قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طول میں داخل ہیں یا مئین میں اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصّل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں اُن سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصل اس کلامِ پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلسِ قرآن

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہُوا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پُورا بدن ڈھانپ لیں۔ بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر قاری چُپ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سُن رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اُن میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تا کہ سب کے برابر رہیں، کسی کے قریب کسی سے دُور نہ ہوں۔ اس کے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مژدہ ہو، قیامت کے دن نُورِ کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہوگے اور یہ آدھا دن پانسو برس کی برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے۔ مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کُھلنے سے بھی حجاب معلوم ہُوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی اوّل تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہُوئی لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہُوا اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہوگئے۔

قیامت کا دن: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کیلئے تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ.

اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غداً کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کیلئے وارد ہوا ہے

فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اور خواص مومنین کے لئے حسبِ حیثیت کم معلوم ہوگا۔ چنانچہ وارد ہُوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا۔

قرآن کا سننا: قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بیحد ہیں۔ اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہُوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہُوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض، اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہُوا ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے۔ جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو۔ اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو، وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو، حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

قرآن کا پڑھنا اور سننا

ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سُنے اس کے لئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تو خود نازل ہی ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہُوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد اُنہوں نے سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہؓ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سُنتے رہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن شریف سُنا تو تعریف فرمائی۔

آہستہ اور اُونچی تلاوت

عقبہؓ بن عامر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

خفیہ اور اعلانیہ عمل کی حکمت

صدقہ بعض اوقات اعلانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے، جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقی نے کتاب الشعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے) حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل اعلانیہ کے عمل سے ستر حصہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پُکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز، دوسرے کے ساتھ خلط ہوجائے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سُنا تو اس کو منع کرادیا۔ پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کئے گئے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قرآن......مقبول سفارشی

عن جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم القراٰن شافع مشفع وماحل مصدق من جعله امامه قاده الی الجنة ومن جعله خلف ظهره ساقطه الی النار. (رواه ابن حبان)

ترجمہ: جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآنِ پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

تشریح: قرآن مجید جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اسکو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے' اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہوسکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پرواہی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلامِ پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

قرآن اور روزے کی سفارش

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جُدا رہنا چاہیے اگر چہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا۔ لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا۔

حفظ قرآن کا تقاضا: نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ
ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور اولیاء کا قرآن کریم کے ساتھ تعلق

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانیؒ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ اور اسی طرح ابوحرۃ بھی۔ ابوشیخ ہنانی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے' اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا۔ صالح بن کیسانؒ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذانؒ صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمدؒ بن نصر نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں۔ بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں' اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے۔ جیسا کہ خود امام شافعی صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسودؒ اور صالح بن کیسانؒ سعید بن جبیرؒ اور ایک جماعت کا تھا۔ بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا۔ چنانچہ سلیم بن عترؒ جو بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیر ان کو بنایا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ نوویؒ کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے۔ وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔

ختم قرآن کی مدت

ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں' پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم کرنیوالا تدبّر نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزمؒ وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے۔ مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے۔ تو دوسرے دن اس کی قضا کرلے۔ غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحبِ مجمع نے ایک حدیث نقل کی ہے' جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات

میں ختم کیا اُس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلامِ مجید ختم کرلے کہ صحابہؓ کا معمول عامۃ یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کرکے پنجشنبہ کے روز ختم کرلے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو۔ تو تمام دن اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دُعا کا میسر ہو۔

سب سے بڑا سفارشی

سعیدؓ بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اسکو شفیع بنادے نہ کہ فریق مخالف اور مدعی۔

قبر میں قرآن کی مدد

بزار کی روایت کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے۔ جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے۔ جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ شخص اس کو علیٰحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے۔ میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو۔ میں اس وقت اس سے جُدا نہیں ہوسکتا کہ جنت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہوکر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہوجاتے ہیں تو یہ ملا اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے اجر سے ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری و عامل بنائیے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

علوم نبوت کے حامل اور ان کے اخلاق

عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قرأ القرآن فقد استدرج النبوة بین جنبیه غیر انه لا یوحیٰ الیه لا ینبغی لصاحب القرآن ان یجد مع من وجد ولا یجهل مع من جهل وفی جوفه کلام الله. (رواه الحاکم وقال صحیح الاسناد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حامل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

تشریح: چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوگیا۔ اس لئے وحی تو اب آ نہیں سکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہٗ وتقدس کا پاک کلام ہے اس لئے علمِ نبوت ہونے میں کیا تامل ہے' اور جب کوئی شخص علمِ نبوت سے نوازا جائے تو نہایت ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے اس کے لئے مناسب نہیں کہ لہوولعب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہوجاوے یا بے کار لوگوں میں داخل ہوجاوے۔

تین شخص جو قیامت میں بے خوف ہوں گے

ابنِ عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں۔ جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا' نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا۔ اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو۔ وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی' اس کی دہشت' اس کا خوف' اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بےفکری نصیب ہوجاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہے پھر اس کے ساتھ اگر تفریح وتنعّم' بھی نصیب ہوجاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسّر ہو اور بربادی وخسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بے کار اور اضاعتِ وقت سمجھتے ہیں۔ معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا۔ یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

قرآن کریم کی ایک آیت سیکھنے کا اجر

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو۱۰۰ رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالِم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

غافلین کی فہرست سے نجات

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاوے گا جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

حسن بصریؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا جو دوسو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچسو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

فتنوں سے نجات کا نسخہ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اُن سے خلاصی کی کیا صورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلامِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروجِ دجال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہُوا ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے، کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعے میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے۔ اسی جانب میں اللہ کی کلام کو اس کا محافظ پاوے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کردے گا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں قرآن کریم کے تمام ظاہری و باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائیے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن کی نعمت عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہر بیماری سے شفاء

عن عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داءٍ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: عبدالملک بن عمیرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورت فاتحہ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

سب سے افضل سورۃ

تشریح: سورت فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے' کہ ایک صحابیؓ نماز پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انہوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

(اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم۔

پورے قرآن کا خلاصہ

بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آ گیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں آ گیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آ گیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آ گیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آ گیا یعنی وحدانیت کے نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں تمام مقاصد دنیوی اور دینی آ گئے۔

بے مثال سورۃ

ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی۔ نہ تورات میں' نہ انجیل میں' نہ زبور میں' نہ بقیہ قرآن پاک میں۔

سورۃ فاتحہ کا عمل

مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی' ظاہری ہو یا باطنی' لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے۔ صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزیدؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کا

ارادہ سے لیٹے اور سورۃ فاتحہ اور قل ھواللہ احد پڑھ کر اپنے اُوپر دم کرلے' موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی ۔۱۔ سورہ فاتحہ ۔۲۔ آیۃ الکرسی ۔۳۔ بقرہ کی آخری آیات۔ ۴۔ سورہ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورہ فاتحہ کو پڑھا اُس نے گویا تورات' انجیل' زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ اوّل جبکہ اس پر لعنت ہوئی ' دوسرے جبکہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ تیسرے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ چوتھے جبکہ سورہ فاتحہ ناز ل ہوئی۔ شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی۔ شعبی نے کہا اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو۔ اس نے پوچھا اساس القرآن کیا ہے۔ شعبیؒ نے کہا سورہ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمال مجرّب میں لکھا ہے کہ سورہ فاتحہ اسمِ اعظم ہے ہر مطلب کے لئے پڑھنی چاہیے اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمدللہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا اور اگر کسی مریض یا جادو کئے ہوئے کے لئے ضرورت ہوتو پانی پر دم کر کے اس کو پلاوے۔ دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستر بار پڑھے اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہوجاوے۔ اوّل مہینے میں اگر مطلب پورا ہوجاوے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کرے نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک و زعفران سے لکھ کر اور دھوکر پلانا چالیس روز تک امراض مزمنہ (پرانی بیماریوں) کیلئے مُجرب ہے نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد' پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مُجرب ہے۔ یہ سب مضمون مظاہر حق سے مختصر طور سے نقل کیا گیا۔

دونوروں کی بشارت

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دونوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ' دوسرا خاتمہ سورہ بقرہ یعنی سورہ بقرہ کا اخیر رکوع۔ ان کو نُور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

دعا کیجئے: اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے جواجر ہم نے ابھی پڑھے ہیں ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری وعامل بنایئے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے آمین یارب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سورۂ یٰسین اور سورۂ واقعہ کے فضائل و فوائد

عن عبدالملک بن عمیر رضی اللّٰہ عنہ مرسلا قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داءٍ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: عبدالملک بن عمیرؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورت فاتحہ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ جو شخص سورہ یٰسین کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

احادیث میں سورہ یٰسین کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے۔ قرآن شریف کا دل سورہ یٰسن ہے جو شخص سورہ یٰسن پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسن کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اُس امت کے لئے جن پر یہ قرآن اتارا جائے گا اور خوشحالی ہے۔ اُن دلوں کیلئے جو اُس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لئے جو اسکو تلاوت کرینگی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یٰسن کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے۔ اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورۃ کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰسین کا نام توراۃ میں منعمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کیلئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا و آخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے اور آخرت کے ہول کو دور کرتی ہے۔ اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مؤمنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورہ یٰسین میرے ہر امتی کے دل میں ہو ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورہ یٰسین کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسن کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مقریؒ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورہ یٰسن پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورہ یٰسن اور والصّٰفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دُعا کی اس کی دعا پُوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے۔)

سورہ واقعہ کے فضائل و فوائد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ، جو شخص سورہ حدید اور سورہ واقعہ اور سورہ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سورہ ملک کے فضائل و برکات

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان سورة فی القراٰن ثلثون اية شفعت لرجل حتٰی غفرله وهی تبارک الذی بیده الملک. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسکی مغفرت کرادے وہ سورت تبارک الذی ہے۔

تشریح: سورہ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سوۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذّی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اُس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے، کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر بُرائیاں دور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادت لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذافی المظاہر)

ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورہ تبارک الذّی پڑھتے ہُوئے سُنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورہ تبارک الذّی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدانؒ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گناہ گار تھا اور سورہ سجدہ پڑھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ اس سورت نے اپنے پَر اُس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا اُس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہوگیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدانؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹادے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پَر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذّی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدانؒ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذابِ قبر کوئی معمولی چیز نہیں۔ ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت وجہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں (جمع الفوائد)

مسلسل تلاوت

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حال مرتحل۔ لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب القرآن ہے جو اوّل سے چلے حتی کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اوّل پر پہنچے جہاں ٹھرے پھر آگے چل دے۔

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنیوالے کو یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سرِ نو شروع کرلے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنز العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی " **الخاتم المُفتّح**"، ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنیوالا۔ یعنی ایک قران ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالبًا وہ عادت ماخوذ ہے، جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُونَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ شرح احیا میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب **قل اعوذ برب الناس** پڑھا کرتے تو سورہ بقرہ سے **مفلحون** تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دُعا فرماتے تھے۔

قرآن کریم کی حفاظت کرو

ابوموسی اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اُونٹ کے اپنی رسیوں سے۔ یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسی سے نکل جاوے تو بھاگ جاویگا۔ اسی طرح کلامِ پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاویگا۔ اور

اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالٰی شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورہ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ کہ ہم نے کلامِ پاک کو حفظ کرنے کیلئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحبِ جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس چیز کو حق تعالٰی شانہٗ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعت وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل شانہٗ نے اس لطف واحسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جاوے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ بالجملہ یہ محض حق تعالٰی شانہٗ کا لطف وانعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے۔

قرآن بھلانے پر وعید

قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمّت کے گناہ پیش کئے گئے۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے۔ **اقرأوا ان شئتم** قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا جو شخص ہمارے ذکر

سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کردیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اُٹھائیں گے۔ وہ عرض کریگا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کردیا' ارشاد ہوگا۔ اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تونے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاویگا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

سورۃ ملک کے نام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: سورۃ ملک کا دوسرا نام منجیہ، یعنی نجات دینے والی تو عذاب قبر سے بھی نجات دیتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو روکتی ہے، دائیں طرف سے آتا ہے تو روکتی ہے اور اوپر نیچے سے غرض چہار طرف سے یہ روکتی ہے، تو نجات دے دیتی ہے بندے کو عذاب قبر سے، تنگی سے نجات دی، ظلمت سے نجات دی، عذاب سے نجات دی، اس واسطے اس کا نام منجیہ بھی ہے۔

سورۃ الملک کی تلاوت پر نیکیاں

آشوب چشم پر تین روز تک تین بار روزانہ دم کرنے سے آرام ہو جائے۔ جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ سورۃ ملک کے کل حروف 1313 ہیں۔ قرآن وحدیث کے قانون کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔ لہٰذا

ایک دفعہ پڑھنے پر نیکیاں	13130x=10x1313
مہینہ بھر کی کل نیکیاں	393900=30x13130
سال بھر میں کل نیکیاں	47,26,800=12x393900

سینتالیس لاکھ چھبیس ہزار آٹھ سو

سورۃ یٰسین کی تلاوت پر نیکیاں

سورۃ یٰسین کے کل حروف 3000 ہیں۔ قرآن وحدیث کے قانون کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔ لہٰذا

ایک دفعہ روزانہ پڑھنے پر نیکیاں	30000=10x3000
مہینہ بھر کی کل نیکیاں	90,00000=30x3,0000
سال بھر میں کل نیکیاں	2,28,00000=12x90,00000

دو کروڑ اٹھائیس لاکھ

دعا کیجئے: اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے جو اجر ہم نے ابھی پڑھے ہیں ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری وعامل بنایئے اور رمضان کی برکت سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے اور قرآن کے بھلانے پر جو وعید ہم نے پڑھی اور سنی ہے اس کے پیش نظر ہمیں صبح وشام اس کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمایئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانے پر وعید

عن بريدة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ القراٰن يتاكل به الناس جاءَ يوم القيمٰة ووجهه عظيم ليس عليه لحم (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تا کہ اس کی وجہ سے کھائے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا۔ کہ اُس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

تشریح: یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں اُن کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی وعربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنیوالی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے۔ ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جب کہ اس میں اخلاص نہ ہو محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائے گا۔ عمران بن حصین کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا یہ دیکھ کر انہوں نے اِنا للہ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعہ سے دنیا کماوے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جاویگا۔ مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہُوا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی .الاية (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ اُن کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) اُبی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اُس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادۃ بن الصامتؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کرلے۔

یہاں پہنچ کر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ اپنے منصب اور اپنی ذمّہ داری کا لحاظ کیجئے۔ جو لوگ آپ کی بدنیتیوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں اسکے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جوابدہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اشاعت کرنیوالے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ

ہیں۔ جنکی بداطواریاں اور بدنیتیاں دُنیا کو مجبور کررہی ہیں کہ وہ قرآنِ پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماءؒ نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اُسی کو مقصود بنالیں بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم وقرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

فضائل قرآن ذکر کرنے کا مقصد

قرآنِ پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کے ساتھ محبت پیدا کرنا ہے۔ اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لئے لازم وملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دُنیا میں آدمی کی خِلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خِلقت آدمی کے لئے

ابر و باد و مہ خورشید و فلک درکارند
تاتونانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں بادل وہوا' چاند' سورج' آسمان وزمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول' ہے تاکہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرماں بردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی دیر کے لئے کردیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا' ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا' اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند' سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جائیں اور اُن کی فرماں برداری بھی تیری اطاعت اور فرماں برداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت وفرماں برداری کے لئے بہترین مُعین محبت ہے۔ ان المحب لمن یحب مطیع جب کسی شخص سے محبت ہوجاتی ہے عشق وفریفتگی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کی اطاعت وفرماں برداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت وطبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔ کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات وجمال کا مشاہدہ ہے۔ حواس ظاہرہ سے ہو یا حواسِ باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہوجاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے۔

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ کان میں آواز پڑجانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں اس کے جوہر' اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں۔ کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں۔

کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑجاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں' اضافہ ہو قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے' تو

آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جاوے گی لیکن اس کے خط وخال سراپا اور رفتار و گفتار کے تصوّر سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لحہ اضافہ ہوگا۔

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے
اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی۔ جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے اسی طرح کسی قابل عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا تتبع کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی۔ اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال وحُسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال اُن کے علاوہ نہیں ہے، یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال وکمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت، ان ہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کون سی چیز ہوگی۔

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جاوے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو۔

برکت قرآن

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''قرآن کریم دنیا میں بھی انقلاب پیدا کرتا ہے آخرت میں بھی قرآن دنیا میں تو دل کے اندر بجائے کفر ومعصیت کے ایمان کی حلاوت پیدا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم سے بچا کے جنت میں پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی انقلاب لاتا ہے اور آخرت میں بھی انقلاب لائے گا اور عالم برزخ میں قبر کے اندر بھی انقلاب لائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ قرآن اخذ کیا۔ ان کے دل بدل گئے روح بدل گئے، جذبات بدل گئے، پھر جہاں بھی یہ حضرات پہنچے وہاں بھی انقلاب برپا کر دیا، قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے پھر تخت الٹ دینا تو یہ ہے کہ ملک فتح کرلیا قیصر کا ملک فتح ہوگیا۔ رومی ماتحت بن گئے، کسریٰ کا ملک فتح ہوگیا ایران پر حکومت قائم ہوگئی یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر بڑی بات یہ ہے کہ جہاں بھی صحابہ کرامؓ پہنچے ملک بدل دیا، تہذیب بدل دی، مذہب بدل دیا، زبان بدل دی، ساری چیزوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی''۔

دعا کیجئے

اے اللہ قرآن کریم کی تلاوت کے اجر سے ہمیں بھی ان کے حاصل کرنیوالا اور قرآن کا قاری وعامل بنایئے اور رمضان کی برکت سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے آمین یارب العالمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فوائد احادیث

گذشتہ احادیث کوغور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جسکی طرف احادیث گذشتہ میں متوجہ نہ کردیا ہواور انواعِ محبت وافتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا' کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت وبرتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلادی گئی ہو۔ مثلاً کُلی اور اجمالی بہترائی جو دُنیا بھر کی چیزوں کوشامل ہے ہر جمال وکمال اس میں داخل ہے۔

۱- سب سے پہلی حدیث نے کلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلادی۔ محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسبابِ غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے۔ قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں اس سے افضل ہے۔ اس کے بعد بالعموم جو اسبابِ تعلق ومحبت ہوتے ہیں۔ جزئیات وتمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلادی گئی۔ اگر کسی کوثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جل شانہ' کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا۔

۲- اگر کسی کو ذاتی فضیلت' ذاتی جوہر' ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہ' نے بتلادیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے' جتنی خالق کومخلوق پر' آقا کو بندوں پر' مالک کو مملوک پر۔

۳- اگر کوئی مال ومتاع حشم وخدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کردیا۔

۴- اگر کوئی صوفی منش تقدس وتقویٰ کا بھوکا ہے اس کے لئے سرگرداں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلافِ اطاعت نہیں گذار سکتے۔

۵- اگر کوئی شخص دوہرا حصّہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی رائے دوراؤں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۶- اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے' دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہوگیا ہو' اس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہوسکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے۔

۷- اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہے۔ اس پر جان دیتا ہے پھل کے بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے۔

۸- اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے۔ مٹھائی بغیر اس کا گزر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے اگر کوئی شخص عزت ووقار کا دلدادہ ہے' ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث

۹- اگر کوئی شخص معین ومددگار چاہتا ہے ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین' ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔

۱۰- اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کرلینا دنیا بھر کی لذّات سے اعراض کو کافی ہے تو بطنِ قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔

۱۱- اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے۔ محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے عمر کھپاتا ہے' تو بطنِ

قرآن شریف ان اسرارِ مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے۔ جن کی انتہا نہیں۔ اگر کوئی شخص اُونچے مکان بنانے پر مر رہا ہے۔ ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔

۱۲- اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس۱۰ نیکیاں دلاتا ہے۔

۱۳- اگر کوئی تاج وتخت کا بھوکا ہے' اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے۔ جسکی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔

۱۴- اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے آگ ہاتھ پر رکھتا ہے' جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔

۱۵- اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے۔ اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا۔ ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی۔ اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال' ضائع کرتا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے۔ جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔

۱۶- اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے۔ چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے۔

۱۷- اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے۔ حنائے مشکی میں غسل چاہتا ہو تو کلامِ مجید سراپا مشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مشک سے اُس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

۱۸- اگر کوئی جوتہ کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے' ترغیب اس کے لئے کارآمد نہیں' تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔

۱۹- اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا متمنّی ہے کہ جس چیز میں ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قراءت قرآن افضل العبادات ہے اور تصریح سے بتلا دیا کہ نفل نماز' روزہ' تسبیح وتہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔

۲۰- بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرما دیا۔ اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔

۲۱- اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ ورزش کرتے ہیں' روزانہ غسل کرتے ہیں۔ دوڑتے ہیں' علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج وغم' فکر وتشویش' دامن گیر رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ سورہ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے۔

۲۲- لوگوں کو افتخار کے اسباب گذشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے کسی کو اپنی عادتوں پر' کسی کو اپنی ہر دل عزیزی پر۔ کسی کو اپنے حسن تدبیر پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ حقیقتاً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ در حقیقت ہر جمال وکمال کو جامع ہے۔

فوائد احادیث

۲۳- اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں۔ تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے۔ جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔

۲۴- اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے۔

۲۵- اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں۔ دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں تو آپ توسیع تعلقات اُسی کی خاطر کرتے ہیں۔ جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصّہ نہ لگائے تو آپ اُس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ پس آپ کے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے۔

۲۶- اور اگر آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردے گا۔ کسی پیش کار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردے گا یا کسی کی آپ اس لئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کردے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوبِ حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب وآقا کی زبان سے کراتا ہے۔

۲۷- اگر آپ اُس کے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب چیز کیا ہے کہ اس کے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔

۲۸- اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں۔ سلطان کے مُصاحب بننے کے لئے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مصاحِب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

۲۹- تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں' آپ کس قدر قربانیاں کرتے' راحت وآرام' جان ومال نثار کرتے ہیں' لوگوں سے کوشش کراتے ہیں دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں' صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے' حقیقی حاکم وبادشاہ کی مصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصّہ' عمر دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس کے بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالسِ تلاوت اس سے کہیں' زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہیں۔

فوائد احادیث

۳۰-۳۱-اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔

۳۲-اور آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔

۳۳-اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے۔ ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزولیشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بے جا نہ ہوگا اگر میں یہاں پہنچ کر سر برآوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا۔

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملانوں نے اپنے ٹکڑوں کے لئے دھندا کر رکھا ہے گو یہ عامۃً نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہوگا مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اس کو تو غور کیجئے کہ ان خودغرض ملانوں کی ان خودغرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان، بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر واشاعتِ کلامِ پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے۔ اس میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبوی کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا **انھلک وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث** (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہوجاویں گے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہوجاوے) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ

نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے۔ لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جائے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔
اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں۔

۳۴- اگر آپ اس قدر اُونچے مرتبے کے متمنّی ہیں کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی۔

۳۵- اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپ کو صرف کلام اللہ شریف میں ملے گا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سُنے جایئے اور مفت کا ثواب لیجئے۔

۳۶- اگر آپ مختلف الوان کے گرویدہ ہیں۔ ایک نوع سے اُکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف الوان مختلف مضامین حاصل کیجئے۔ کہیں رحمت، کہیں عذاب، کہیں قصّے، کہیں احکام اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔

۳۷- اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوت کلامِ پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔

۳۸- اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں۔ لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار نہ ہوگا۔

۳۹- اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچادے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہوجائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔

۴۰- اگر آپ علومِ انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ اور شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔

۴۱- اگر آپ کا مچلہ ہُوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآنِ پاک مشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو۔

۴۲- اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلامِ پاک سیکھنا، سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔

۴۳-۴۴- اگر دُنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر مخمصہ سے آپ علیٰحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں ان سے مخلصی ہے۔

۴۵- اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورہ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فضائل قرآن سے متعلق احادیث کا خلاصہ

(۱) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورہ یٰسٓ کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔

حدیث (۲) اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورہ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے۔

حدیث (۳) اگر آپ کو عذابِ قبر کا خوف دامن گیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلامِ پاک میں نجات ہے۔

حدیث (۴) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔

حدیث (۵) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھین جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت وخسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جائیے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ وماعلینا الا البلاغ.

اسبابِ محبت

قرآنِ پاک کی خوبیوں پر عام شخص کیا متنبہ ہوسکتا ہے۔ ناقص سمجھ کر موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہم فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اس لئے کہ اسبابِ محبت جن کو اہل فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے' پانچ چیز میں منحصر ہے۔ ۱۔ اوّل اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں حوادث امن ہے اس لئے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہے۔ ۲۔ دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کی جاسکتی ہے کہ کلام صفتِ الٰہی ہے اور مالک اور مملوک' آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں ۳۔ تیسرے جمال' ۴۔ چوتھے کمال' ۵۔ پانچویں احسان۔

قرآن کریم محبت الٰہی کا افضل ترین سبب ہے

ان ہر سہ امُور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال وکمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے' اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہنچیں گے عزّت' افتخار' شوق وسکون' جمال وکمال' اکرام واحسان' لذت وراحت' مال ومتاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبت کے اسباب میں ہوسکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل ارشاد نہ فرمایا ہو البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ لیچی کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے۔ پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کریگا اور کامیاب نہ بھی ہوسکا تو اس پردہ کے اُوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔ اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہُوں وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح قرآنِ پاک کے ان فضائل ومناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جائیں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی گناہ سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلام پاک کو ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق پائے گا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معنی مجھ پر بھی صادق آتے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حفظِ قرآن کا نبوی نسخہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہُوا ایک مجرب عمل جس کو ترمذی وحاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلادے اس کے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہوسکتا ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصّہ میں اُٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا (یعنی جمعہ کی رات کے آخری حصہ میں) پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ یٰسین شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الٓم سجدہ اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہوجاوے تو اوّل حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد وثنا کر اس کے بعد مجھ پر درود اور سلام بھیج، اس کے بعد انبیاءؑ پر درود بھیج اس کے بعد تمام مومنین کیلئے اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ سے پہلے مرچکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھ۔

فائدہ: دُعا آگے آرہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد وثنا وغیرہ جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے دُوسری روایات سے جن کو شروح۔ حصن اور مناجات مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ مختصر طور پر ایک ایک دُعا نقل کردی جائے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد وصلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں دُعا یہ ہے۔

تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہوُاس کی مرضی کے موافق ہوُاس کے عرش کے وزن کے برابر ہوُاس کے کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو۔ اے اللہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی اے اللہ ہمارے سردار نبی اُمّی اور ہاشمی پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی۔ اے ہمارے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے۔ اے الہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ بے شک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اور وہ یہ ہے۔

اے الہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ اے زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنیوالے اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے۔ اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلامِ پاک مجھے سکھادی اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے۔ اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن۔ اے اللہ اے رحمٰن میں تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دُور کردے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی۔ مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر' ان شاءاللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیت دُعا نہ چوکے گی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہوں گے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

قرآن کریم کا ادب اور اس کا صلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنویؒ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا' پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا' جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا۔ جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق پر قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا۔ میں نے خیال کیا یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے' سونا نہ چاہیے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوادوں اور خود یہاں آرام کروں پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کروں' اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا اور تمام رات جاگتا رہا میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اس کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔ (دلیل العارفین مجلس پنجم ص ۲۲)

دعا کیجئے: اے اللہ ہمیں قرآن کریم کی تلاوت اور اُس پر عمل کی توفیق عطا فرمایئے اور اُس کے تمام ظاہری و باطنی آداب کو بجالاتے ہوئے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قرآن سے متعلق چہل احادیث مبارکہ

عن سلمان رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاربعین حدیثا التی قال من حفظها من اُمتی دخل الجنة قلت وماهی یارسول اللہ قال ان تؤمن باللہ والیوم الاخر والملئكة والكتب والنبیین والبعث بعد الموت والقدر خیره وشره من اللہ تعالی.

ترجمہ: سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس ۴۰ حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جوان کو یاد کرلے جنت میں داخل ہوگا' وہ کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر

(۲) اور آخرت کے دن پر

(۳) اور فرشتوں کے وجود پر

(۴) اور پہلی کتابوں پر

(۵) اور تمام انبیاء پر

(۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر

(۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(۸) اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں

(۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کر کے نماز کو قائم کرے کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب ومستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نیا وضو ہر نماز کے لئے کرے۔ اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سنن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے **ان تسویة الصفوف من اقامة الصلوة** یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے' یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے

(۱۰) زکوٰۃ ادا کرے

(۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے

(۱۲) اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے چونکہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے اس لئے اس کو ذکر فرمادیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے

(۱۳) بارہ رکعات سنت مؤکدہ روزانہ ادا کرے اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آئی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت' ظہر سے قبل چار' ظہر کے بعد دو رکعت' مغرب کے بعد دو رکعت' عشاء کے بعد دو رکعت

(۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے چونکہ وہ واجب ہے اور اس کا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اس لئے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا۔

(۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے

(۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے

(۱۷) اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں (۱۸) اور شراب نہ پئے

(۱۹) زنا نہ کرے

(۲۰) جھوٹی قسم نہ کھاوے

(۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے

(۲۲) خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے

(۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے

(۲۴) عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو)

(۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے

(۲۶) لہو ولعب میں مشغول نہ ہو

(۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو

(۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھنگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں۔

(۲۹) کسی کا مذاق مت اُڑا

(۳۰) نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر

(۳۱) اور ہر حال میں اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں پر اسکا شکر کر

(۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر

(۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو

(۳۴) اعزہ سے قطع تعلق مت کر

(۳۵) بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر

(۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر

(۳۷) سبحان اللہ الحمد للہ لاَ اِلٰہَ الاَّ اللہ' اللہ اکبر' ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر

(۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ

(۳۹) اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو تکلیف و راحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی۔ اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا۔

(۴۰) اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ۔

سلمانؓ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کر لے اس کو کیا اجر ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ و تقدس اس کا انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرماویں گے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ ہماری سیئات سے درگذر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمالیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

قرآن کے ذریعہ کھانے والا فاسق فاجر ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چند سالوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوں گے جو نماز ضائع کریں گے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ یہ لوگ عنقریب جہنم کی وادی غیّ میں داخل ہوں گے پھر ایسے نالائق لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اترے گا اور اس وقت تین طرح کے لوگ قرآن پڑھیں گے مومن منافق و فاجر۔ راوی حدیث بشیر خولانی کہتے ہیں۔ میں نے ولید بن قیس سے پوچھا ان تینوں کی تشریح کیا ہے؟ کہا منافق تو کافر ہے اور فاسق و فاجر وہ ہے جو قرآن کے ذریعہ کھائے گا اور مومن وہ ہے جو قرآن پر عملاً اور اعتقاداً ایمان لائے گا۔ (مسند احمد وغیرہ)

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں قرآن کریم کی تلاوت اور اُس پر عمل کی توفیق عطا فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ استقبالیہ

عن سلمان رضی الله عنه قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اخریوم من شعبان فقال یایها الناس قد اظلکم شهر عظیم مبارک شهر فیه لیلة خیر من الف شهر.......الخ

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اُوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر ۷۰ فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسّی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کر دے اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اسکی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو۔ اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اسکو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ (ابن خزیمہ)

تشریح: اس حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں اوّل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اسکا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تا کہ رمضان المبارک کا ایک سیکنڈ بھی غفلت سے نہ گذر جائے۔ پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ سب سے اوّل شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے۔

تراویح کی اہمیت

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے ہے پھر جن روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سُنت کیا۔ اُن سے مراد تاکید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اس کے سنّت ہونے پر متفق ہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ ماثبت بالسنۃ میں بعض کتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام اُن سے مقاتلہ

کرے۔ اس جگہ خاص طور پر ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں۔ تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنت ہے اور پورے رمضان شریف کی تراویح مستقل سنت ہے۔ پس اس صورت میں ایک سنّت پر عمل ہُوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا کسی اور وجہ سے ایک جگہ تراویح پڑھنی مشکل ہو۔ ان کیلئے مناسب ہے کہ اوّل قرآن شریف چند روز میں سن لیں تا کہ قرآن شریف ناقص نہ رہے' پھر جہاں وقت ملا اور موقعہ ہوا وہاں تراویح پڑھ لی کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔

رمضان میں نفلی عبادات کی تاکید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اس کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کس قدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانے کے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز فوت ہوگئی اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے گویا سحر کھانے کا شکر یہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہلِ اصول نے اداء ناقص فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کو تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدونِ جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ فرض تو ساقط ہوجاتا ہے مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار' کی نذر ہوجاتی ہے اور رکعتِ اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی' تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا۔ یہ تین تو اکثر ہیں۔ ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا۔ اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور اوّابین کا کیسے اہتمام ہوسکتا ہے جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت' پھر نوافل کی گنجائش کہاں لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں۔ ع ''تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں'' کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے۔ اگلے سبق میں چند باہمت حضرات کے معمولات آرہے ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی صحت وقوت نصیب فرمائے اور رمضان المبارک کی جملہ انوار و برکات سے مستفید فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اس ماہ مبارک کی قدر کرنے اور تمام گناہوں کو چھوڑتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیے۔ اور ہم سب کو دنیا و آخرت کی خیر و برکت عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رمضان المبارک میں اکابر کے معمولات

عن سلمان رضی اللہ عنه قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی اخریوم من شعبان فقال یاایها الناس قد اظلکم شهر عظیم مبارک شهر فیه لیلة خیر من الف شهر...الخ...(ابن خزیمه)

تشریح: حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا گیا' کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سنانا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی۔ اس کے بعد آپ حسبِ اختلافِ موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے۔ اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظِ تلاوت فرماتے اور کبھی اور ادووظائف میں مشغول رہتے۔ اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک ''بذل المجہود'' تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے۔ عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ ''بذل المجہود'' (عربی شرح ابی داؤد) ختم ہونے کے بعد صبح کا کچھ حصّہ تلاوت اور کچھ کتب بینی میں' بذل المجہود اور وفاء الوفاء زیادہ تر اس وقت زیرِ نظر رہتی تھی۔ یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیّر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا' البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا' ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے اُن کا اتباع تو ہر شخص سے ہونا بھی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا معمول

حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے۔

شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے معمولات

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارہ نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضرِ خدمت ہو جایا کریں۔

بزرگوں کے تذکرہ کا مقصد

بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہہ دیا جائے بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمّت کے موافق اُن کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے۔ جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں' کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مر مٹنے کی کوشش کرلیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند

ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کردیں تو کیا دقت ہے آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر' نہ اوقات کے تغیّر میں ان کو ایسی پابندی کی کہ اس کو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کرسکیں اور تاجروں کے لئے تو اس میں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا وقت تھوڑا سا کم کردیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلام الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے۔

رمضان اور قرآن کا تعلق

اس وجہ سے عموماً اللہ جل شانہ' کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسبِ موقع تھوڑا تھوڑا' تئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہُوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اس ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ٦ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلام الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے قرآنِ پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استحباب نکالا ہے۔ بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہوسکے' کرے اور جو تلاوت سے بچے۔ اس کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں اُن کی کثرت کا حکم فرمایا۔ ۱۔ کلمہ طیبہ ۲۔ اور استغفار اور ۳۔ جنت کے حصول اور ۴۔ دوزخ سے بچنے کی دُعا۔ اسلئے جتنا وقت بھی مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا دقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا مُنہ باقی رہے۔

؎ میں گو رہا رہین ستمہائے روزگار
لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

دعا کیجئے

یا اللہ اکابر کے ان ہمت افزا معمولات پڑھنے اور سننے کے بعد کچھ ہمت و توفیق کا حصہ ہمیں بھی نصیب فرمایئے اور ہمیں رمضان المبارک کے خیر و برکات سے اپنے دامن کو بھرنے کی توفیق عطا فرمایئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رمضان المبارک کی چھ خصوصیتیں

عن سلمان رضی اللہ عنہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخریوم من شعبان فقال یایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم مبارک شھر فیہ لیلۃ خیرمن الف شھر...الخ... (ابن خزیمہ)

تشریح: اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے۔

صبر کا مہینہ

اوّلاً یہ کہ یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہوتو اسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہیے یہ نہیں کہ مار دھاڑ ہوں پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ کھائی گئی تو صبح ہی سے روزہ کا سوگ شروع ہوگیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقت ہوتو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہیے۔ اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت کھانا پینا' راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہوسکتی ہے۔

غمخواری کا مہینہ

پھرارشاد ہے کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے یعنی غرباء مساکین کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرنا۔ اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لئے تیار کی ہیں تو دو چار غرباء کے لئے بھی کم ازکم ہونی چاہئیں۔ ورنہ اصل تو یہ تھا کہ ان کے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی۔ غرض جس قدر بھی ہمّت ہوسکے اپنے افطار وسحر کے کھانے میں غرباء کا حصّہ بھی ضرور لگانا چاہئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُمّت کے لئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جزو کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کے لئے ان کی شاہراہِ عمل کھلی ہوئی ہے۔ ایثار وغمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے۔ سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ابوجہم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو پانی پلادوں گا اور ہاتھ منہ دھودوں گا۔ وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے۔ میں اُن سے پانی کو پوچھا۔ انہوں نے اشارہ سے مانگا اتنے میں برابر سے زخمی نے آہ کی۔ چچا زاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہُوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کردیا۔ انہوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہنچا تو اُن کی روح پرواز کرچکی تھی۔ واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہوچکے تھے تو لوٹ کر چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ اُن کا بھی وصال ہوگیا۔ یہ ہیں تمہارے اَسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دیدی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رضی اللہ عنھم وارضاھم ورزقنا اتباعھم۔ اٰمین۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمّت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اُن میں سے مرجاتا

ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگذر کرتے ہیں اور برائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطاء فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے، حق تعالیٰ شانہ، قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰ برمکی رحمہ اللہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیان رحمہ اللہ سجدے میں اُن کے لئے دُعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی، تو اپنے لطف سے اس کی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں ان سے پوچھا کہ کیا گذری۔ انہوں نے کہا کہ سفیان رحمہ اللہ کی دُعا کی بدولت مغفرت ہوئی۔

افطار: اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اُس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبرئیل علیہ السّلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے حضرت جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں، (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس کے دل میں رقّت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ ایک مشہور محدث ہیں روزانہ پچاس ۵۰ آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے (رُوح البیان)

رحمت، مغفرت اور آگ سے آزادی

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اوّل حصّہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ، کا انعام متوجہ ہوتا ہے اور یہ رحمتِ عامہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے، اسکے بعد جو لوگ اس کا شکرادا کرتے ہیں اُن کے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۔ اور اس کے درمیانی حصّہ سے مغفرت شروع ہوجاتی ہے، اسلئے کہ روزوں کا کچھ حصّہ گذر چکا ہے اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے اور آخری حصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختم رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ رمضان کے تین حصّے کئے گئے، جیسا کہ مضمونِ بالا سے معلوم ہوا۔ تین حصّے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے اُوپر گناہوں کا بوجھ نہیں۔ اُن کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہوجاتی ہے دوسرے وہ لوگ جو معمولی گناہ گار ہیں، ان کے لئے کچھ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت، اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں، ان کیلئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتداء ہی سے رحمت تھی اور اُن کے گناہ بخشے بخشائے تھے اُن کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اُن کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے۔ (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

ماتحتوں پر تخفیف

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اسلئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں، کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقّت ہوگی، البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اسمیں مضائقہ نہیں کہ رمضان کیلئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ورنہ اس کیلئے رمضان بے رمضان برابر، اور اس ظلم و

بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا مُنہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائیں گے (مراد جہنم ہے)۔

چار چیزوں کی کثرت

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ اوّل کلمہ شہادت' احادیث میں اس کو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دُعا بتلا دے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دعا کیا کروں۔ وہاں سے لا الہ الا اللہ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے بندے ہی کہتے ہیں۔ میں تو کوئی دعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ اگر تو ساتوں آسمان اوران کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیئے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیبہ رکھ دیا جاوے تو وہی جھک جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے' آسمان کے دروازے اُس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ کہنے والا کبائر سے بچے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں۔ دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے۔ مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا۔ اسی طرح کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے۔ متعدد احادیث سے اس کی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی کماتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے۔ ایک حدیث قریب آنی والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔

دعا کیجئے

یا اللہ رمضان المبارک کی ان خصوصیات سے ہمیں بھی نوازیئے اور ایمان کامل عقل سلیم عطا فرمایئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رمضان میں اُمّت محمدیہ کیلئے پانچ خصوصیتیں

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطيت امتی خمس خصال فی رمضان لم تعطهن امة قبلهم. خلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسک الخ (رواه احمد)

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں

۱- یہ کہ انکے مُنہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲- یہ کہ ان کیلئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳- جنت ہر روز ان کیلئے آراستہ کیجاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

۴- اسمیں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں

۵- رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے اسلئے مغفرت کی جاتی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شبِ قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے۔''

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس امت کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئیں اور پہلی اُمّت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئیں کاش ہمیں اس نعمت کی قدر رہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

روزہ دار کے منہ کی بو

اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبُو جو بھوک کی حالت میں ہوجاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شراح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو موطا کی شرح میں بندہ مفصّل نقل کر چکا ہے۔ مگر ان میں سے تین قول راجع ہیں۔ اوّل یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں۔ نیز درمنثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لئے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئیگی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بُو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر باب المحبت سے ہے۔ جس کو کسی سے محبت وتعلق ہوتا ہے اس کی بدبُو بھی فریفتہ کے لئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے۔

مقصود روزہ دار کا کمالِ تقرب ہے کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے۔ روزہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اجزی بہ ہے۔ یعنی یہ کہ اس کے بدلے میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اُونچا بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منوّر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو صرف بھُوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر ہو۔

مسئلہ: اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبو والی حدیثوں کی بناء پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بُو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بُو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی۔ حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ و حدیث میں موجود ہیں۔

روزہ داروں کے لئے مچھلیوں کا استغفار

دوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے اس سے مقصود کثرت سے دُعا کرنیوالوں کا بیان ہے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ میرے چچا جان کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیّت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے "جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہٗ اُن کیلئے (دنیا ہی میں) محبوبیت فرمادینگے"۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو، وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبت کرو۔ پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کیلئے زمین پر قبولیت رکھدی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دُعا کرتے ہیں اور گویا بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دُعا کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔

جنت کی تزیین

تیسری خصوصیت جنت کا مزّین ہونا ہے۔ یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کیلئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

دعا کیجئے:

یا اللہ رمضان المبارک کی ان خصوصیات سے ہمیں بھی نوازیئے اور ایمان کامل عقل سلیم عطا فرمائیے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شیاطین کا قید ہونا

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اعطيت امتی خمس خصال فی رمضان لم تعطهن امة قبلهم .خلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسک الخ (رواه احمد)

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں

۱- یہ کہ انکے مُنہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲- یہ کہ ان کیلئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳- جنت ہر روز ان کیلئے آراستہ کیجاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

۴- اسمیں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں

۵- رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے اسلئے مغفرت کی جاتی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے۔''

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضی یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی انتھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ۔ لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں کمی ہو جاتی ہے۔ کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے۔ اور اسی طرح اور گناہوں میں بھی کھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر ان کے سرزد ہونے سے حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں' اسلئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس بناء پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں' تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہیے' اسلئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک اُن کے تلبّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس اُن کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا

6

ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں، رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ سچّی توبہ کر لیتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے اور دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر خیر کی بات اسکے قلب تک نہیں پہنچتی۔ اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلامِ پاک میں كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے قلوب زنگ آلود ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلّف کر لیتے ہیں۔ لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں، اُن کو اگر سؤر کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبعیت کو نفرت ہوتی ہے حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں، تو اسی طرح جب کہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل ان کے ساتھ رنگے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کیلئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقیّد ہو جانا مراد ہو تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقیّد ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔ اور بندہ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اس کو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فسّاق کے حق میں صرف متکبّر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

سب روزہ داروں کی مغفرت

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے۔ چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے۔ اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لیے ہو سکتی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیٰحدہ چیز ہے یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔

مغلوب عقل کے کرشمے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ''انسان کی تین قوتیں ملکیت، بہیمیت اور شیطنت کے باہم ٹکراؤ میں اگر عقل مغلوب ہو جائے یعنی عقل ان مادوں کی خادم بن جائے اور ان کے تقاضوں کو اپنی تدبیر سے پورا کرنے کی نوکر بن جائے تو پھر یہ بہائم سے چار ہاتھ آگے کا بہیمہ اور شیاطین سے درجنوں اوپر کا شیطان بن جاتا ہے جس سے بہائم اور شیطان بھی پناہ مانگتے ہیں''۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں نفس وشیطان کے مکر وفریب سے محفوظ فرمائیے اور تمام نسانی وشیطانی خیالات سے ہمارے دل ودماغ کی حفاظت فرمائیے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تین آدمیوں کی ہلاکت کی دُعا

عن كعب بن عجرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احضروا المنبرفحضرنا فلما ارتقى درجة قال امين فلما ارتقى الدرجة الثانية قال امين فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال امين الخ. (رواه الحاكم)

ترجمہ: کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبریلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہوجیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا' آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے آپکا ذکر مبارک ہو اور وہ دُرود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا اُن میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور' وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔

ایک بددُعا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین

تشریح: اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اوّل تو جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی۔ اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں' ورنہ ہلاکت میں کیا تردّد ہے۔ درمنثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آمین کہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین' جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

وہ شخص جو رمضان میں اپنی بخشش نہ کرا سکا

اوّل وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گذر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ یعنی رمضان المبارک جیسا خیر وبرکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گذر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے۔ پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس طرح گذر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کے لئے اور کون سا وقت ہوگا اور اس کی ہلاکت میں کیا تامل ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام' ہیں' یعنی روزہ' تراویح' ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ پر درود نہ پڑھنے والا

تشریح: دوسرا شخص جس کے لئے بددعا کی گئی وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ دُرود نہ پڑھے' اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سُننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفا کار اور جنت کا راستہ بھولنے والا' حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہونے والا اور بددین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نہ دیکھے۔ محققین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کیلئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ اُن کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کے احسانات اُمت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصاء کرسکے' اسکے علاوہ آپ کے حقوق اُمت پر اسقدر زیادہ ہیں کہ اُن کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے' خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بدنصیبی ہے۔ اسے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے' حق تعالیٰ جل شانہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ نیز ملائکہ کا اسکے لئے دعا کرنا' گناہوں کا معاف ہونا۔ درجات کا بلند ہونا' اُحد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا' شفاعت کا اس کیلئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں۔ نیز اللہ جل شانہ کی رضا' اسکی رحمت' اس کے غصہ سے امان' قیامت کے ہول سے نجات' مرنے سے قبل جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگی معیشت اور فقر دُور ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے' دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے اور بہت سی بشارتیں ہیں جو دُورد شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علماء مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو' ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

بوڑھے والدین کی خدمت نہ کرنے والا

تیسرے وہ شخص جس کے بُوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اسقدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہوجائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ فرمایئے جو کسی وجہ سے محروم ہوئے۔ یا اللہ اپنے فضل سے ہمیں رمضان المبارک کی برکات سے بھرپور نوازیئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رمضان المبارک میں خصوصی رحمت

عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم رمضان شهر برکة یغشاکم الله فیه فینزل الرحمة الخ. (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے' حق تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں' دعا کو قبول کرتے ہیں' تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں' اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

تشریح: تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے' تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں۔ اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کر سکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے۔ خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کر لیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں۔

شب و روز جہنم سے آزادی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

فائدہ: بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت' خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دُعا یہ ہے **اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ** (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دُعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ.** (ترجمہ) اے اللہ تیرے اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ بعض کُتب' میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا منقول ہے۔ **یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْلِیْ**

(ترجمہ) اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما۔ اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دُعا کی تخصیص نہیں اجابتِ دُعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لئے دُعا فرمائیں۔

تین آدمی جن کی دعاء رد نہیں ہوتی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد

نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت' دوسرے عادل بادشاہ کی' تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہ' بادلوں سے اُوپر اٹھالیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کرونگا' گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہوجائے۔

رمضان میں دُعا کی خصوصی مقبولیت

درمنثور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے' جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہوجاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہوجاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ' رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بے تردّد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقل کیا ہوا ہے تو اُس کے پورا ہونے میں کچھ تردّد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کیلئے دُعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیے۔

مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

اللہ جل شانہ کی بارگاہ بھی ایسی بارگاہ ہے کہ اس سے جتنی چیزیں مانگی جائیں اور جتنی دعائیں کی جائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے اور نہ ہی ناراض ہوتے ہیں، بلکہ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

دنیا میں کوئی شخص کتنا بڑا سخی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اس سے صبح کے وقت مانگنے چلا جائے، پھر ایک گھنٹہ کے بعد مانگنے چلا جائے، پھر ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ اس کے گھر پہنچ جائے، تو وہ سخی بھی تنگ آکر اس سے یہ کہہ دے گا کہ تو نے تو میرا پیچھا ہی پکڑ لیا، کسی طرح میری جان چھوڑ۔ لیکن اللہ جل شانہ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ بندے جتنا اس سے مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنا ہی ان سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو اور بڑی سے بڑی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر موقع پر دعائیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم رمضان المبارک میں جو دعائیں مانگیں وہ اپنے فضل وعطا سے قبول فرمائیے اور جو چیزیں ہماری دنیا وآخرت کیلئے بہتر ہوں وہ بغیر مانگے عطا فرمائیے کہ آپ ہماری حاجات سے بخوبی واقف ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قبولیت دُعا کا مطلب

عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم رمضان شهر برکة یغشاکم الله فیه فینزل الرحمة الخ. (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے' حق تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں' دعا کو قبول کرتے ہیں' تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں' اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے۔ یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی' یا اس کے بدلے میں کوئی برائی مصیبت اُس سے ہٹادی جاتی ہے' یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصّہ میں لگا دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بُلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی۔ وہ عرض کریگا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تُو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو' تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دیجائے میں نے اُس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کیلئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دُعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔ غرض دُعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آ رہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں بھی حق تعالیٰ شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے' تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔

خواہ مخواہ بددُعا دینے سے بچو

اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصّے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددُعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ

احمق غصہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مر جاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددعا نہ دیا کرو۔ مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہوجائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اس میں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ۔ اور اے بُرائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کیجائے۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اس کی دُعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

قبولیت دعاء کی شرائط

اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابل لحاظ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کیلئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دُعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ اُن کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دُعا قبول ہوسکتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم اُن پر مسلّط ہوتا اس کے لئے بددُعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلّط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور پر شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اُس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددُعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سُود تک کے جواز کی کوشش جاری ہوں۔ ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہماری دعا قبول فرمایئے اور تمام خیر و برکات سے نوازیئے۔

اے اللہ ہمیں عبادات دعائیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمایئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سحری کھانے والوں پر رحمت

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله وملئکته یصلون علی المتسحرین (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہ اور اُس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

سحری کی فضیلت اور سحری کا وقت

تشریح: کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام واحسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں اُمت کے لئے ثواب کی چیز بنادیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے سترہ ۱۷ اصحابہ رضی اللہ عنہ سے اس کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سوجاتے ہیں اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اس لئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ (مرقاۃ) صاحب کشاف رحمہ اللہ نے اخیر کے چھٹے حصّہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ ۶ حصّوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصّہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اَولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے۔ جماعت میں، اور ثرید میں، اور سحری کھانے میں، اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے، نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے، تیسرے سحری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اُٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری نوش فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے اس کو مت چھوڑنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اس لئے روزہ داروں کو اس ہم خرما وہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط وتفریط ہر چیز میں مُضر ہے اس لئے نہ اتنا کم کھاوے کہ

عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔

سحری کی برکات

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجُوہ سے ہیں' اتباعِ سُنت' اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے' اور ہم لوگ حتی الوسع اُن کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت' عبادت میں دلبستگی کی زیادتی' نیز شدتِ بھوک سے اکثر بد خلقی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کی مدافعت اس وقت کوئی ضرورت مند سائل آجائے تو اس کی اعانت' کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اس کی مدد' یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دُعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دُعا کی توفیق ہوجاتی ہے اُس وقت میں ذکر کی توفیق ہوجاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

سحری کے کھانے کی مقدار

ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صوفیاء کو سحری کھانے میں کلام ہے کہ وہ مقصد روزہ کے خلاف ہے اس لئے کہ مقصد روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہوجائے یہ تو بہتر نہیں۔ اس کے علاوہ حسبِ حیثیت وضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے۔ قولِ فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحری وافطار میں کھانے کی مقدار کم کر لینا ہے مگر حسبِ ضرورت اس میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کے لئے تقلیلِ طعام منافع صوم کے حاصل ہونے کے ساتھ تحصیلِ علم کی مضرت کو شامل ہے اسلئے ان کیلئے بہتر یہ ہے کہ کھانے کی مقدار کم نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تقلیلِ طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہوسکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لے جاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں کھانے کی مقدار میں کمی کرنا ہی مناسب ہے۔

اللہ والوں کا کھانا

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل رحمہ اللہ بن عبداللہ تستری پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنید رحمہ اللہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کیوجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم رمضان المبارک میں جو دعائیں مانگیں وہ اپنے فضل وعطا سے قبول فرمائیے اور جو چیزیں ہماری دنیا وآخرت کیلئے بہتر ہوں وہ بغیر مانگے عطا فرمائیے کہ آپ ہماری حاجات سے بخوبی واقف ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رمضان کے ثمرات سے محروم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع ورب قائم ليس له من قيامه الا السهر (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ اُنکو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

محرومی کے اسباب

تشریح: علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں اوّل یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہوگیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور انکے علاوہ بھی۔ اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہوگیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کردی یا محض ریا اور شہرت کیلئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

روزہ ڈھال ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

ڈھال ہونے کا مطلب

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن شیطان سے حفاظت ہوتی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے۔ دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

روزہ کی ڈھال کو توڑنے والی چیزیں

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی بہت متعدّد روایات میں روزہ میں اس قسم کے اُمور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اسکو قرار دیا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی میری تیری باتیں شروع کردی جائیں۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں۔ مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

روزہ دار کے لئے چھ آداب

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ

روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے۔

(۱) نگاہ کی حفاظت: اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے۔ پھر اجنبی کا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہِ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے خوف کی وجہ سے بچ رہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیاء نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کردے۔

(۲) زبان کی حفاظت: دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے۔ جھوٹ، چغل خوری، لغو، بکواس، غیبت، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے۔ اس لئے روزہ دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر جھگڑا وغیرہ نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اُس سے نہ اُلجھے۔ اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بے وقوف نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابلِ برداشت بن گئی ہیں، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اُن کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہُوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور نے، ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔ اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت، کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں۔ اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بُری حالت ہوتی ہے اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلامِ پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مُردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا

ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں۔ دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہوتو اس پر اظہارِ واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیب کیا چیز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کی پس پُشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعۃً موجود نہ ہوتب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوقبروں پر گذر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذابِ قبر ہورہا ہے، ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سُود کے ستر سے زیادہ باب ہیں، سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سُود کا پینتیس زنا سے زیادہ سخت ہے اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سُود مسلمان کی آبروریزی ہے۔ احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتد بہ روایات کروں اس لئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہے مگر مضمون دوسرا ہے اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بَلا سے محفوظ فرمائیں۔

باقی اعضاء کی حفاظت کا بیان اگلے درس میں آئے گا۔

برکات رمضان

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رمضان کے مہینے میں دن بھر روزہ کے ذریعے جو ممنوعات متروکہ ہیں نفس کو سے مانجھا اور صاف کیا جاتا ہے اور شب کو اس صاف شدہ ظرف پر تلاوت وتراویح سے جو مجموعہ افعال بر ہے قلعی کی جاتی ہے جس سے وہ چمک اٹھتا ہے اور اس میں قرب واتصال اور قبول ووصال کی اس چمک دمک سے انوار خداوندی منعکس ہونے لگتے ہیں گویا نفس انسان رحمان نظر آنے لگتا ہے۔ پس ماہ رمضان جیسے برکا مہینہ ہے ویسے ہی تقویٰ کا بھی مہینہ ہے اور جیسے اس میں اثم سے بچاؤ میسر آتا ہے ویسے ہی اس میں عدوان سے بچاؤ کی توفیق بھی ملتی ہے۔'' (جواہر حکمت)

دعا کیجئے

اے اللہ! رمضان کی برکت سے ہمارے تمام اعضاء ظاہری وباطنی کی حفاظت فرمایئے اور اپنی عافیت کا معاملہ فرمایئے۔ اور ہماری کسی بے ادبی کی وجہ سے ہمیں رمضان کی خیر وبرکات سے محروم نہ فرمایئے۔ یا اللہ اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رمضان کے ثمرات سے محروم

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع ورب قائم لیس له من قیامه الا السهر (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ انکو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

رمضان المبارک میں بعض اعضاء کی حفاظت کا بیان پچھلے درس میں آچکا ہے بعض اعضاء کا بیان اور تفصیل یہ ہے

تشریح: **(۳) کان کی حفاظت**: تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

(۴) تمام اعضاء کی حفاظت: چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے' پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کیوقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔ جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے۔ اُس کا حال اُس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کیلئے دوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کیلئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

(۵) کم کھانا: پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے اسلئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ مقصود روزہ سے قوت شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوت نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کیوقت حفظِ ماتقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے خُوید کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کر لے جو فوت ہوئی۔ حقیقۃً ہم لوگ بجز اسکے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے' بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی کچھ ایسی عادت ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کیلئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوت شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اس کے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کچھ بھوکا بھی رہے۔ بڑا منافع تو یہی ہے جو معلوم ہو چکا یعنی شہوتوں کا توڑنا' یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گذرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اس کے راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ تمام اعضاء کا سیر ہونا نفس کے

بھوکا رہنے پر موقوف ہے، جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر رہتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تشبہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب سحر میں معدہ کو دُودھ جلیبی سے اتنا نہ بھرلے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے فقراء کے ساتھ مشابہت جب ہی ہوسکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بیتابی کا بھی گذرے۔ بشر حافی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا کہ فقراء بہت ہیں اور مجھ میں ان کی ہمدردی کی طاقت نہیں 'اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی ان جیسا ہوجاؤں مشائخ صوفیاء نے عامۃً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہا نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ صاحب مراقی الفلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ متنعم لوگوں کی عادت ہے کہ غرض کو فوت کردیتا ہے۔ علاوہ طحطاوی رحمہ اللہ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہوتا کہ زیادتی ثواب کا سبب ہو اور مساکین وفقراء پر ترس آسکے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے۔ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کیلئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کیلئے رکھے اور ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو پورے رمضان المبارک میں دیکھا گیا کہ افطار وسحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی' دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں اور اس سے بڑھ کر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گذر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر وافطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہوجائیگا حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ جنت کا لطف حاصل ہورہا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سیاہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرماویں تو زہے نصیب۔

(۶) خوف وخشیت: چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا' بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابل قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے یہ مُنہ پر ماردیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآنِ پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اوّلین وہلہ میں فیصلہ ہوگا (ان کے من جملہ) ایک شہید ہوگا جس کو بُلایا جائیگا اور اللہ کے جو انعام دنیا میں اُس پر ہوئے تھے وہ اس کو جتائے جائیں گے وہ ان سب نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا حقِ ادائیگی کی۔ وہ عرض کریگا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے۔ بلکہ قتال اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں' سو کہا جاچکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ ایسے ہی ایک عالِم بلایا جائے گا اس کو بھی

اسی طرح سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جائے گا کہ ان انعامات کے بدلے میں کیا کارگزاری ہے وہ عرض کریگا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ علامہ کہیں' سو کہا جاچکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک دولت مند بلایا جائے گا' اس سے انعاماتِ الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائیگا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں' سو کہا جاچکا۔ اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں اس لئے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہیے اور دُعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابل قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امر آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہی عمل کا کیا ذکر۔

خواص روزہ داروں کی خاص صفت

یہ چھ چیزیں عام صلحاء کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں۔ خواص اور مقربین کیلئے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے حتیٰ کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کیلئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا فرماتے ہیں بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اس لئے کہ یہ اللہ کے وعدہ رزق پر اعتماد کی کمی ہے۔ شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دیدیتے تھے مبادا دل کو اس کی طرف التفات ہوجائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہوجائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں۔ ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہنچے بغیر اسکو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ہر عضو پر روزہ فرض ہے

مفسرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے' پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز' آنکھ کا روزہ' لہوولعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتیٰ کہ نفس کا روزہ حرص وشہوتوں سے بچنا' دل کا روزہ حُبِ دنیا سے خالی رکھنا' روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احتراز اور سرِخاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ان تمام چیزوں پر ہمیں کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمایئے اور رمضان کی خیر و برکات سے نوازیئے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمایئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایک دن روزہ نہ رکھنے کا نقصان

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من افطريوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقضه صوم الدهر كله وان صامه (رواہ احمد)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

روزے کی قضاء اور کفارہ

تشریح: بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بناء پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلاوجہ کھودیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے مگر جمہور فقہا کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ، سے قضا ہوجائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیثِ پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فساق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا۔

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ہے

روزہ ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے سب سے اوّل توحید و رسالت کا اقرار اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن ۱۔نماز ۲۔روزہ ۳۔زکوٰۃ ۴۔حج۔ کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں، لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ ۱۔کلمہ شہادت اور ۲۔نماز اور ۳۔روزہ۔ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے، اس کا خون کردینا حلال ہے۔ علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں، دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے، کارآمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے۔

دین کی کسی بھی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے

بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو۔ یا ہمیں بھوکا مارنے سے

اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے، کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں، جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے اُن کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے اسلئے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا فاسق ہے۔ حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المؤمنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہار نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے بُرا سمجھے۔

گناہوں کا تریاق

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''انسان کی پوری زندگی پر اتباع سنت چھا جائے جب اس کے ایمان میں کمال آ جائے گا اور اس کو مومن کامل کہیں گے لیکن یاد رکھئے اتباع سنت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ کبھی بھی غلطی نہ ہو اور گناہ نہ ہو۔ یہ شان تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ ہم سے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ کرتے بھی ہیں مگر اس کا حل یہ ہے کہ فوراً توبہ کر لیں صدق دل سے توبہ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ التائب من الذنب کمن لاذنب له '' یعنی گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں کیا ٹھکانہ ہے رحمت خداوندی کا

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں ہمت وقوت اور صحت عطا فرمایئے تاکہ ہم رمضان المبارک کے روزے مکمل ادب واحترام کیساتھ بسہولت رکھ سکیں۔ اور بغیر کسی عذر شرعی کے ہم مکمل روزے اور تراویح ادا کرسکیں اور آپ کی رضا والے اعمال کر کے اپنے دامن کو تقویٰ سے آراستہ کرسکیں۔ یا اللہ اپنے فضل کا معاملہ فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شب قدر کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۵ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا ہے اور (شوق بڑھانے کیلئے فرمائے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے) کہ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرائیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اُترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

تراسی برس چار ماہ سے زیادہ کی عبادت کا ثواب

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآنِ پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہوجائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔

شب قدر کی نعمت کا سبب

درمنثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہٗ نے میری اُمت کو مرحمت فرمائی ہے۔ پہلی اُمتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہُوا۔ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اُمتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ کی اُمت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہوجاویں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس کی تلافی کیلئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار

حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ ' حضرت زکریاؑ ' حضرت حزقیلؑ' حضرت یوشعؑ کی اسی ۸۰ اسی ۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی۔اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسّر ہوتا ہے۔

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔البتہ اس رات کی تعیین میں علماء اُمت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے۔تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے۔

سورۃ القدر کی تفسیر

کتبِ احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے، جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآنِ پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اوّل اس سورہ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ۝

بے شک ہم نے قرآنِ پاک کو شب قدر میں اتارا ہے۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی رات میں اُترا ہے۔یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کیلئے کافی تھی کہ قرآنِ پاک جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی چہ جائیکہ اُس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہوگئے ہوں۔آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ؕ۝ آپ کو علم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے؟ یعنی اس رات کو بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں۔ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ۔شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اُس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔

انسان کی عظمت

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔علامہ رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے اس کے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی۔حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اُس قطرہ کو صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جب کہ توفیقِ الٰہی سے تو شب قدر معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کو معذرت کرنے کیلئے اُترتے ہیں۔

روح سے کیا مراد ہے

وَالرُّوۡحُ فِیۡہَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی نازل ہوتے ہیں۔رُوح کے

معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے جو اُوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السّلام مراد ہیں۔ علامہ رازی نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبرئیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے اُن کا ذکر فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو اُمّتِ محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کیلئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اُس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔

شب قدر میں ہونے والے گذشتہ واقعات

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ درمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

سلامتی کی برسات

سَلٰمٌ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے، شر و فساد وغیرہ سے امن ہے۔

پوری رات برکت والی ہے

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصّہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورۂ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہٗ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ اُن میں سے چند احادیث اگلے سبق میں ذکر کی جاتی ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ ان تمام چیزوں پر ہمیں کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائیے اور رمضان کی خیر و برکات سے نوازیئے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمام چھوٹے گناہوں کی معافی

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایماناواحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ.(کذافی الترغیب عن البخاری ومسلم)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو۔اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

قیام اور احتساب کا مطلب

تشریح: کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو۔ بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ نہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جسقدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا۔اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہاک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

عبادت سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں

نیز یہ معلوم ہوجانا بھی ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔اس لئے کہ قرآنِ پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے اُن کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ وبرد مضجعہ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید دووجہ سے مذکور نہیں ہوتی' اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہوجاتا ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اس کو اُس وقت تک چین ہی نہ آوے جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں مثلاً لیلۃ القدر ہی میں جب کوئی شخص بامیدِ ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کیلئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے اس لئے توبہ کا تحقق خود بخود ہوجاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقعہ ہو اپنی بداعمالیوں سے سچّے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہوجاویں اور یاد آجاوے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دُعاؤں میں یاد فرمالیں۔

شب قدر کا محروم ہر خیر سے محروم ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اُوپر ایک مہینہ آیا ہے جسمیں ایک رات ہے جو ہزار

مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

لوگوں کی بے پرواہی کا سبب

حقیقۃً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھودے۔ ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں اگر اسی ۸۰ برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں اور اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جاسکتی ہیں۔

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت

آخر کوئی بات تو تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے۔ انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر اُمت کو دکھلا گئے کہنے والوں کو یہ موقعہ بھی نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص کون کرسکتا ہے اور کس سے ہوسکتی ہے۔ دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دُودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینہ میں

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی عبادت

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گذار دیتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گذار دیتے۔ صرف رات کے اوّل حصّہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔

تابعین وصلحاء رحمہم اللہ کی رات کی عبادتیں

شرح احیاء میں ابوطالب رحمہ اللہ مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اُڑا دی۔ اسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔ سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ صلہ بن اشیم رحمہ اللہ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دُعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرہ اخیر میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور ومعروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی۔ صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث

میں قیلولہ کا ارشاد ہے گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباعِ سنت کا ارادہ ہوتا۔ قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذاردی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ الخ (سورہ قمر رکوع ۳) ابراہیم رحمہ اللہ بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو۔ امام شافعی رحمہ اللہ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کیلئے کچھ مشکل نہیں۔ یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت وقدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتدا کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں، نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدّ راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرے سینے کو غنا سے بھردوں گا اور تیرے فقر کو بند کردونگا ورنہ تیرے سینے کو مشاغل سے بھردونگا اور فقر زائل نہیں ہوگا۔ روزمرّہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

شوال کے چھ روزے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہِ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہوگا۔''

رمضان کا مہینہ اگر انتیس کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تیس روزوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں تو رمضان کے بعد جس نے شوال کے چھ روزے رکھ لئے اس کے چھتیس روزے ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کا کریمانہ قانون یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرماتے ہیں تو چھتیس روزوں کا ثواب تین سو ساٹھ کے برابر ہوگا سال کے دن بھی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں۔

ہر مہینے کے تین روزے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھی نوافل پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ اپنے فضل سے ہمارے صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں کی مغفرت فرمائیے اور رمضان کی برکت سے ہمیں اپنا احتساب ومحاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی عبادت پر فخر اور رحمت

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان لیلة القدر نزل جبرئیلؑ فی کبکبة من الملئکة یصلون علی کل عبدقائم اوقاعد یذکر اللّٰہ عزوجل الخ (رواہ البیہقی)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کیلئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کررہا ہے (اور عبادت میں مشغول ہے) دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اس لئے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کردے کیا بدلہ ہے' وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اُجرت پوری دیدیجائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کردیا پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علوشان کی قسم میرے بلندی مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دُعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کردیئے ہیں اور تمہاری برائیوں' کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہوچکے ہوتے ہیں۔

ہر عبادت گذار کے گھر فرشتے آتے ہیں

تشریح: حضرت جبرئیل کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآنِ پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آرہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر وشاغل کے گھر جاویں اور اُن سے مصافحہ کریں "غالیۃ المواعظ" میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی غنیۃ سے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے متفرق ہوجاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتا یا سور یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے شب قدر کی قدر کرنے اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس عظیم نعمت کی خیر وبرکات سے محروم نہ فرمایئے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان. (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

طاق راتیں کونسی ہیں

تشریح: جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہئے اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں لہٰذا اگر تیس ۳۰ کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہونگی۔ ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا' اس لئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے۔ اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لیکر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گذار دینا اس شخص کے لئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی اُمید رکھتا ہو۔

لیلۃ القدر کی تعیین کا اٹھایا جانا

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرماویں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اُس کی تعیین اٹھالی گئی' کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

جھگڑے کی نحوست

اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں۔ امر اوّل جو سب سے اہم وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بُری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز' روزہ' صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جب کہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پروا کرتے ہیں' نہ اللہ اور اس کے

سچے رسول کے ارشادات کا خیال۔ خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد کیا ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ الایۃ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (بیان القرآن) آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے، ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ براءت میں اللہ کی رحمتِ عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کیلئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس میں لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔

جھگڑے فساد کا سبب

یہ جگہ اُن روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اس لئے لکھدی ہیں کہ ہم لوگوں میں، عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور اُن لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں اُن کی مجالس اُن کے مجامع، اُن کی تقریبات، اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں۔ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا۔ تو اُن کے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مرنے تک اُن سے نہیں بولے اور بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں، قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں، اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔

رضاء بالقضاء

دوسرا امر جو حدیثِ بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شب قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہٗ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے اگر بندہ اپنی بد اعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شاملِ حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنادی جاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمیں اپنی مبارک رات کے انوارات و انعامات سے نوازیئے اور تمام جھگڑوں سے ہماری ہمارے گھر والوں کی حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں محبت سے ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

عن عائشة رضي الله عنه قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الاواخر من رمضان. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

تشریح: علماء نے شب قدر کے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو۔ متعدد راتوں میں' عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہوجاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا۔ تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ ناک تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کرلیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' نے جگا تو دیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہوجاتا' تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سبحانہ' وتقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے' تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا۔ اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسّر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ' ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات' میں معلوم ہوچکا۔ اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اس قدر کوشش کررہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ انکے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں۔ ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسمِ اعظم کو مخفی فرما دیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص مقبولیتِ دُعا کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے' کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو اور اسکے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین ہٹا دی گئی ہو۔

نویں' ساتویں اور پانچویں رات کی تعیین

تیسری بات جو اس حدیثِ پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں' ساتویں' پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اوّل سے شمار کیا جائے تو حدیث کا محمل

۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اسکے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مختلف ہیں، اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کیوجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے۔ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرہ اوّل اور عشرہ آخر میں تلاش کرو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور باتوں میں مشغول ہوگئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اجی یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے۔ آخر کی سات رات میں تلاش کرو بس اس کے بعد اور کچھ نہ پوچھئے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ آج شب قدر ہے میں جلدی سے اُٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ شب تھی۔ بعض روایات میں متعین طور سے ۲۴ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے ابی بن کعب سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے اور اسی طرح بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ شب میں ہوتی ہے۔ ابی کعب ابن رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے اور درمنثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ ائمہ میں سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ دوسرا قول امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے۔ مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ شب میں ہونا اقرب ہے، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے کسی سال کسی رات میں، اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں، کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اس لئے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو

شعبان میں دیکھا ہے ایک مرتبہ ۱۵ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے۔ اس لئے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ رات ہے جس میں احکامِ خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوحِ محفوظ سے اترا ہے' یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآنِ پاک نازل ہوا' اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اُترتے ہیں اور شیاطین دور رہتے ہیں دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں' یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔

ہمیں مسلسل تلاش میں رہنا چاہیے

بہرحال شب قدر ایک ہو یا دو' ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اسکی تلاش میں سعی کرنا چاہیے' نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہیے' اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے' اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہرحال غنیمت باردہ سمجھنا ہی چاہیے کہ اگر تائیدِ ایزدی شاملِ حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں' لیکن اگر میسّر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں' بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضروری ہونا چاہیے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے لیکن اس کے باوجود کتنے ہمّت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں' دین کے لئے مرتے ہیں کوششیں کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اغراض دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مرتب نہ ہو تو وہ کوشش بے کار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اغراض اور بیکار ولغو امور کے حاصل کرنے کیلئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں لیلۃ القدر کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری سستی وغیرہ کی وجہ سے ہمیں اس کے انوار و برکات سے محروم نہ فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شب قدر کی علامات

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلة القدر فقال فی رمضان فی العشرة الاواخر فانھا فی لیلة وترفی احدیٰ وعشرین او ثلث وعشرین اوخمس وعشرین اوسبع وعشرین اوتسع وعشرین اواخرلیلة من رمضان الخ (احمد و بیہقی)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ ۲۱ '۲۳ '۲۵ '۲۷ '۲۹ یا رمضان کی آخر رات میں ' جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے ' صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)

تشریح: اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں ' ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ بالخصوص اس کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں۔ عبدة بن ابی لبابۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تئیس شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں ' اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

شب قدر کی دُعاء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی**۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ' اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرما دے مجھ سے بھی۔

فائدہ: نہایت جامع دُعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرما دیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس رات میں دعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ بہ نسبت دوسری عبادات کے۔ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صرف دعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت ' نماز ' دعا اور مراقبہ وغیرہ۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اعتکاف کی غرض

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبۃ ترکیۃ ثم اطلع رأسہ فقال انی اعتکف العشر الاول التمس ھذہ اللیلۃ ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انھا فی العشر الاواخر الخ. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھرتر کی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرمارہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرے میں کیا۔ پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کررہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس ۲۱ کی صبح کو دیکھا۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ وہی ہے۔ حدیثِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہُوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شب قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہوسکتی ہے۔ اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہوسکتا ہے۔

اعتکاف کے دو فائدے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں۔

جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔

فائدہ: دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے اُن سے امن اور حفاظت رہتی ہے دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا اُن کا اجر بغیر کئے بھی ملتا بھی رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دار برستی ہے۔ ع بہا نہ مے دہد بہا نمے دہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں، ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنے اعتکاف کا خیال نہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چُپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اُس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزّت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں اس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ یہ سُن کر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سُنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا۔ (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کیلئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کیواسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہوگی۔

اعتکاف کا ثواب

فائدہ: اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہاں اور ایک دن سے زیادہ جس

قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔ علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز' قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہ' اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔ دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہ' کے یہاں ٹوٹے ہوئے دِل کی جتنی قدر ہے اُتنی کسی چیز کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بددعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ واتق دعوة المظلوم۔ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

مسئلہ: اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جس میں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔ ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں رمضان المبارک کے حقوق و فرائض ادا کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمایئے اور جو آپ کے مخلص بندے اعتکاف کریں انہیں ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے اعتکاف کو محض اپنے فضل سے قبول فرمایئے اور اس اعتکاف کی برکات سے پورے اہل علاقہ کو نوازیئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اعتکاف اور اس کی اقسام

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا' اعتکاف کروں گا یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یونہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اُوپر لازم کر لیا' یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پُورا کرنا ضروری ہے دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ ان ایّام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار' جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ' وبرد مضجعہ' کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے۔ اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے۔

اعتکاف کے فضائل و برکات

اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ جل شانہ' کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے' بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اور جل شانہ' جس کو اکرام فرما دیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے' اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ

جس گل کو دل دیا ہے پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابنِ قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اُسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اسکے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اسمیں لگ جاوے کہ خیالات' تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر'

اس کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلہ اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اُس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا۔ اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذّت سے وقت گذرے گا۔

؎ جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھا رہوں تصوّر جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اس کی خصوصیتیں حد شمار سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے۔

؎ پھر جی میں ہے کہ در پر کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بارِ منّتِ درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کی ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے۔ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے' نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ: مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکہ ہے پھر مسجدِ مدینہ منورہ' پھر مسجد بیت المقدس ان کے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے' اگر چہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لئے مخصوص کر لے۔ عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں' مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنّت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں رمضان المبارک کے حقوق و فرائض ادا کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمایئے اور جو آپ کے مخلص بندے اعتکاف کریں انہیں ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے اعتکاف کو محض اپنے فضل سے قبول فرمایئے اور اس اعتکاف کی برکات سے پورے اہل علاقہ کو نوازیئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پورے رمضان المبارک میں ہونیوالے انعامات الٰہیہ کی تفصیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الجنۃ لتبخروتزین من الحول الی الحول لدخول شھر رمضان فاذاکانت اول لیلۃ من شھر رمضان ھبت ریح من تحت العرش الخ (اللہ غیب)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دُھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سُریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہوکر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے (آج) کھول دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرمادیتے ہیں: کہ جنت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں: کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیل ؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنیوالا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں ایسا پُورا پُورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کیوقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے اُن کے برابر اُس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ حضرت جبرئیل ؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں اُنکے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا

ہے جس کو کعبہ کے اُوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو۱۰۰ بازو ہیں جن میں سے دو۲ بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو' اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اُن کی دعاؤں پر آمین کہیں' صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتو کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنیوالا ہو۔ چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو' پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ' فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سُنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت اس کریم رب کی (درگاہ) کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ' فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو' وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسکی مزدوری پُوری پُوری دے دی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی' اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا۔ اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے۔ میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور اُن کو چھپاتا رہونگا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا۔ پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس اُمت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ **اللھم اجعلنا منھم.** (اس حدیث کی تشریح اگلے درس میں آئے گی)

رمضان المبارک کی برکتوں سے محروم

تشریح: چند امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ کردیئے گئے، جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بددعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیلؑ کی بددعائیں اُٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تُم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مُونچھ اُونچی کر ہی لی، وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جب کہ اللہ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اُوپر لعنت کر رہا ہے۔ اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بدُعا دے رہا ہے۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزّت و وجاہت کی پُوچھ، نہ مال و متاع کارآمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں۔ مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے نہیں چھوڑتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ مفلس میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے، لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگادی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی۔ پس یہ سب دعوے دار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کرلیں گے اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی برائیاں اُن حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

وہ مایوس تمنّا کیوں نہ سوئے آسمان دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

مغفرت در مغفرت

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں، چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے امُور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کے سبب ہوتے ہیں اور گناہ اُن سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہو چکے تو اس کے بعد دوسری دفعہ معافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اُوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

فیصلۂ مغفرت کے گواہ

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں ابھی حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُن کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ

حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا' ہمارے احکام پہنچائے تھے۔ وہ کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی امت کو پیش کریں گے۔ اُمت محمدیہ بُلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اُن سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر کہ نوحؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سچی کتاب اُتری اس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی پیش آئے گا۔ اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی۔ ایک ملائکہ کی؛ جس کے متعلق آیات ذیل میں تذکرہ ہے۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

دوسری گواہی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

تیسری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے۔ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ

چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی جس کے متعلق ارشاد ہے۔

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الاية

اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الاية

اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے۔ جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مؤمنوں کے ساتھ شفقت

چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف و انعام ہے کہ ان لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بُلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے' اس کی لغزشوں اور سیئات یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آ گیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ' میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈھنے والوں اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے اس لئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں اُن کے نیک' اعمال کی برکت سے اُن کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے۔ لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں۔

اللہ جل شانہ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرمادیں۔

انعام کی رات

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیثِ بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بے حد قدر کرنی چاہیے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مرجاویں گے (یعنی فتنہ وفساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے اس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صُور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اس کی رُوح بے ہوش نہ ہوگی۔)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے جاگے۔ اُس کے واسطے جنت واجب ہوجاوے گی۔ لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) **لیلۃ العرفہ** (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب براءت یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ماثبت بالسنۃ میں امام شافعی رحمہ اللہ صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دُعا کی قبولیت کی ہیں۔ جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غرّہ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ: بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہیے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں اُن کی بہت فضیلت آئی ہے مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔

دل کی اصلاح کا تیر بہدف نسخہ

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایک تو دین کی کتابیں دیکھنا یا سننا، دوسرا مسائل دریافت کرتے رہنا، تیسرا اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمدورفت نہ ہوسکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات وملفوظات ہی کا مطالعہ کرنا یا انہیں سن لیا کرنا، ساتھ ہی اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کرلیا جائے تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے او راسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ (یعنی محاسبہ نفس) کے لئے نکال لینا چاہئے جس میں اپنے نفس سے اس طرح کی باتیں کرنی چاہئیں۔ ''اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے موت بھی آنے والی ہے اس وقت یہ سب مال ودولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی، بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اگر گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے اس کو فضول مت برباد کر مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کرلوں جس سے مغفرت ہوجائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہیں ہوگی پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کرلے۔''

دعا کیجئے: اے اللہ! رمضان المبارک میں آپ کے فضل واحسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں آپ ہمیں محض اپنے فضل سے رمضان کی برکتوں، مغفرتوں سے محروم نہ فرمائیے اور اس ماہ مبارک میں ہم سے جو عبادات ہوسکیں وہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیے اور ہمیں بھی ان حضرات میں شامل فرمالیجئے جن پر آپ نے اس ماہ مبارک میں انعام فرمایا اور ان کی بخشش فرمادی اے اللہ ہماری بھی مغفرت فرمادیجئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درسِ حدیث - 6

عام فہم تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اِس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان — مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور — ادارۃ الانور.......نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ..........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن.......بنک موڑ.......فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر – حضوری باغ روڈ – ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند وبے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں، مساجد، اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۷ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھرلیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائلِ ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدے بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں) اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اسے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدےبی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواه احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ ”آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی“۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو' شریعت کے بہت سے ہیں ہی' مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللِسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ' چلتے' پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو' دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو' چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانُوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

2

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون، لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصّہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممهدة یدخلهم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِّد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بناء پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مر جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تَر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جُھکتی۔ صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکر اللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصّوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هریرة وابی سعید رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال لایقعدقوم یذکرون الله الاحفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله فیمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بنی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔"

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی واطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں، لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابل قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آکر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جوشخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آجاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جوشخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر اللہ ونحمده علی ماهدنا للاسلام ومن به علینا قال اللہ ما اجلسکم الا ذلک قالوا اللہ ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تهمة لکم ولکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ یباهی بکم الملائکة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان الا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تُلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار ووظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر اللہ ونحمده علی ماھدنا للاسلام ومن به علینا قال اللہ ما اجلسکم الا ذلک قالوا اللہ ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تھمة لکم ولکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم' تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہوا اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جراُت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ' کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سُن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اُس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزّہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کرلیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصّہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تُو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصّہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

"انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے' وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ و استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے' یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو' کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر اللہ. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے، کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت، محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں' علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیثِ بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں ...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیه وسلم لیبعثن اللّٰه اقواما یوم القیمة فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی اللّٰه من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰه یذکرونه (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ' بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام' ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پنّے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر' بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے' جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں' رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہ' عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں، حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تا کہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے، دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو ۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کروگے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکراللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز وذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بساغنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَکَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (٦) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یار یا کار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اداہین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ہریرةؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعة یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادة اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص، میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں **رجل ذکر اللہ خالیا** (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے، اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:...... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے، یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا، ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں، مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں، دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توتوکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہوگیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے، توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں، بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ".

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے، بالکل معتبر اور مستند ہے، لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جواللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور، کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراء الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اِن کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے، عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے ۲ دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداءؓ حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے۔ جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزارؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابنِ حبانؒ اور ابویعلیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں' اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے' کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے' آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: **اجملوا فی الطلب و توکلوا علیه.** اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائے دوا لے' پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے' وہ ماہر ہے اس کام کا' زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو' مقدمہ ہو' تجارت ہو' ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانی وابن مردویه کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آ کر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامّہ ہے کہ غیر مہذّب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لُوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال' انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو' ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو' غلو مت کرو' حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیاریہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ** (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الدنیا ملعونة وملعون مافیها الا ذکر الله وما والاه وعالما ومتعلما. (رواه الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردد ہے۔ اور الحمد للہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کُھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک **لا الہ الا اللہ** کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا' کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس' پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں' اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قلت يا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک يوم القيمة قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لقد ظننت يا اباهريرة ان لا يسئلنی عن هذا الحديث احد اوّل منک لما رأيت من حرصک علی الحديث اسعد الناس بشفاعتی يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو' اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس' مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور لا الہ الا اللہ کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلاتردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے اللھم احفظنا منہ۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال لا اله الا اللہ مخلصا دخل الجنة قیل وما اخلاصها قال ان تحجزه عن محارم اللہ (رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا اله الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کردو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبّہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ' اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

غالبًا اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی' اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفید ین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پُوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبدحقا من قلبہ فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ. (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الهوىٰ والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے۔ جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے۔ جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا منشرھم وکانی انظر الی اھل لا الہ الا اللہ وھم ینفضون التراب عن رؤسھم ویقولون الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن وفی روایۃ لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی' ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا الہ الا اللہ والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ' خصوصی مناسبت' خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا' موتی والا' برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری' اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا الہ الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصّہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہ کفر وشرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال، مکار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لوجئی بالسموات والارض ومن فیھن وما بینھن وما تحتھن فوضعن فی کفۃ المیزان ووضعت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ فی الکفۃ الاخری لرجحت بھن. (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جولوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جو اُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الُف الُف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں **لا الہ الا اللہ** دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ **لا الہ الا اللہ** پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھُولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہو گئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ اننی انا اللہ لا الہ الا انالا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابو الشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہوجائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے' ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہوجائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونسؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلّت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے **لا الہ** کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ **الا اللہ** کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمّت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زناکاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی بر باد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہؐ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کیئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اَہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں!　　　　کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کر دیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہو سکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ۔ (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنادو کہ جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالکُ الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبد الرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبد الرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصّہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا' اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی' جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا' لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی' اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیرّ تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کر دیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کولوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہورہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے' واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نوروسرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم ومفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا الله محمد رسول الله ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہوجاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسبِ وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمان بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑادوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب انا احدثک ماهی هی کلمة الاخلاص التی اعز اللّٰہ تبارک وتعالیٰ بها محمدا صلی اللہ علیہ وسلم واصحابهؓ وهی کلمة التقوٰی التی الاص علیها نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمه ابا طالب عند الموت شهادة ان لا اله الا اللہ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ' جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوٰی کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تهدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں' خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت' انکی دعا' اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عِتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

؎ یاں لب، پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامُشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کردیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصّہ کو ابویعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم اله واحد لا اله الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا اله الا ھو الحی القیوم (اخرجه احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے نحسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا اله الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو ١٠٠ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہو جانے سے) دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھا لیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم اعرابی علیه جبة من طیالسة مکفوفة بالدیباج فقال ان صاحبکم هذا یرید یرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ و بحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تا کہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' اللهم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحة (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنا دے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہوگیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کردینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹادینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں۔ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا۔ پھر فرمایا۔(یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔اس سے پوچھا کیا گزری۔اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بها عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بها قبری، لا الہ الا اللہ اخلوبها وحدی لا الہ الا اللہ القی بهاربی. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئۃ فاتبعھا حسنۃ تمحھا قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہوجائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولم یکن لہ کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر.** پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ **اللھم اجعلنی منھم**

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہوگیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ **اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودہویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لا الہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تا کہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہو اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ' لکڑی' کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا' چوری' فحش گوئی' ننگا ہونا' گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز' زکوٰۃ' حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجا لانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بیحیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار وعمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت واعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکرگزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی ور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلھا قول لا الہ الا اللہ و ادناھا اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا

(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا

(۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا

(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا

(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)

(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کوسزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے

(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

(۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے

(۷) حدود کا قائم کرنا

(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے

(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے

(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا

(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا

(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے

(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے

(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا

(۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا

(۱۷) لہو ولعب سے بچنا

(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر واران چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح واضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور وفکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيقِيٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیںگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ دوسری حدیث میں ہے سبحان ربی وبحمدہ

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں' اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ **لا اله الا الله** ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ **الله اکبر** کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت' کانوں کی صحت' آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان' آنکھ' دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کردیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کررہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کررہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال لا اله لا اللہ دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان اللہ وبحمده مائة مرة کتب اللہ له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہو گا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالوتو اول **بسم اللہ** پڑھواور جب کھا چکوتو کہو**الحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا' بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کرسکتا جتنا ہوسکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے' دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہوجائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا' ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہوسکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ' ناک' کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا' بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہوجائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقیت ابراهیم لیلةً اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرهم ان الجنة طیبة التربة عذبة الماء و انها قیعان و ان غراسها سبحان اللہ والحمدللہ ولا اله الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں، بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مرجائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔خواہ اتنی کثرت سے ہوں، جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ، فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمداللہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحان اللہ اعظم من احد ولاالہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لاالہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ اس کو پُر کر دیتی ہے اور اللہ اکبر آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سبحان اللہ الحمد للہ لاالہ الا اللہ اللہ اکبر مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جارہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر دو قطار ایک عابد پر گزر رہا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لاالہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں عطا فرمارہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدردانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لاالہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا اله الا الله کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ **وان من شی ء الا یسبح بحمده** قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرمادے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نوراللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کرلیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دومرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چارمرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دومرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چارمرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دومرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

سورۃ الکافرون: چارمرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چارمرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

> **نوٹ**
> کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہوسکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر اللھم اغفرلی دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم اللھم اغفرلی کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابو بکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہو گی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہو گئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

7

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلادے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدر مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارۃ لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم ربی وبحمدک لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی لڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین ودنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم، بادشاہ ورعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے، اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلاسکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو، کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے، کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہوجائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سبحان الملک القدوس پڑھنا) یا سبوح قدوس و رب الملئکة والروح کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الاية (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الایات (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائینگے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار ووظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لاالٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ، تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔

متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

(سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورۃ (سورہ منافقون رکوع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی
ومثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

چار کلمات

وعن جويرية رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج من عند ها بكرة حين صلى الصبح وهى فى مسجد ها ثم رجع بعد ان اضحىٰ و هى جالسة قال مازلت على الحال التى فارقتك عليها قالت نعم قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدك اربع كلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ **سبحان الله وبحمده عدد خلقة ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته** (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو **سبحان الله عددما خلق** اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر **الله اکبر** اور اس کے برابر ہی **الحمدلله** اور اسی کے مانند **لااله الا الله**.

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدوثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہو گی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی' اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھا لیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ اُن پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاددلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔

ایک مسلسل حدیث:

اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشیرؒ حافی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمرؒ مکی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تسبیحات فاطمہ

عن ابن اعبد قال قال علی رضی اللہ عنہ الا احدثک عنی وعن فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت من احب اهله الیه قلت بلی قال انها جرت بالرحی حتی اثر فی یدها واستقت بالقربة حتی اثر فی نحرها و کنست البیت حتی اغبرت ثیابها (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحبؐ کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی چچازاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد ہر تینوں کلمے یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

تسبیحاتِ فاطمہ کی اہمیت وافادیت

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سبحان اللہ الحمدللہ، اللہ اکبر ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن لوگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالۂ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید، کارآمد اور نافع ہوں گی، دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ

سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہونگی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳' ۳۳** مرتبہ پڑھے اور **اللہ اکبر ۳۴** مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

امور خانہ داری کی انجام دہی:

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے' خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا' روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو' ان کے نام لیوا ان کے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

صلوٰۃ التسبیح ایک بہترین عمل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن عبدالمطلب یا عباس یاعماہ الااعطیک الاامنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ و حدیثہ خطأہ وحمدہ صغیرہ و کبیرہ سرہ وعلانیتہ ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں۔ ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو' یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

تشریح: ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کرونگا۔ ایک چیز دونگا۔ ایک عطیہ کرونگا۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائینگے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر کو حبشہ بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں' ایک خوشخبری سناؤں' ایک بخشش کروں' ایک تحفہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا' اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا اللہ العلی العظیم بھی آیا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں' ایک عطیہ دوں' ایک چیز عطا کروں' وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری۔ اسمیں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کیلئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

قال الترمذی و قدروی ابن المبارک وغیر واحد من اھل العلم صلوۃ التسبیح و ذکروا الفضل فیه حدثنا احمد بن عبدۃ انا ابو وھب سالت عبداللہ بن المبارک عن الصلوۃ التی یسبح فیھا قال یکبرُ ثم یقول سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدلک ولااله غیرک

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد الحمد شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں، اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے یہ پچھتر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں پہلے سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے، پھر ان کلموں کو پڑھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

صحابہ کرامؓ تابعین اور اولیاءؒ کے ہاں صلوۃ التسبیح کا اہتمام

تشریح: صلوۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت، محدثین، فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی روادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں بڑے عابد اور زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمانؒ حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کا شبہ

بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے

احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہو کر **الحمد** شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے **سبحان الله' الحمد الله' لاالہ الا الله' الله اکبر** پڑھے۔ پھر رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر **سمع الله لمن حمده' ربنالک الحمد** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو **الله اکبر** کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر **الله اکبر** کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اس طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے **سبحانک اللھم** کے بعد **الحمد** سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر **الحمد** اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماً نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

صلوٰۃ التسبیح سے متعلقہ مسائل

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید' سورہ حشر' سورہ صف' سورہ جمعہ' سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذازلزلت' والعادیات' تکاثر' والعصر' کافرون' نصر' اخلاص لکھا ہے کہ ان ہی میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں۔ ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اس طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے' تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اس طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آ جائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تا کہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تا کہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تا کہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تا کہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں۔ اور تا کہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ آپ پر توکل کرنے لگوں، اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

حافظ ابنِ قیمؒ رحمہ اللہ کی کتاب ''الوابل الصیب'' میں سے نمبروارا نا سی ۷۹ فوائد کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو ۱۰۰ سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

یہاں چار اسباق کی شکل میں یہ فوائد دیے جاتے ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو۔ اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے۔ جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کیساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِىٓ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے **من ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی الحدیث** اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اور ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا مَیل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷)

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ مصیبت کیوقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)

(۲۶) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغو گوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۸) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۹) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۳۰) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۱) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا۔

(۳۲) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلیئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۳) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل نمبر ۲ حدیث ۴ میں مفصّل آرہا ہے) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص **لا اله الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمدوهو علی شی ء قدیر** ۔ سو ۱۰۰ مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو ۱۰۰ نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو ۱۰۰ برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)

(مزید فوائد اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل و فوائد

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔ جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے۔ خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳)۔

تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا۔ یعنی اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کیوقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کیوقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذّتوں کیساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہوحتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(سورہ انعام رکوع ۱۵)

ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کیساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اسکے ذکر سے منور ہے، اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جُزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے

سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصلاح میں احوال اور واقعات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئینگے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کیساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **ان اللہ مع الذین اتقوا** (اللہ جل شانہٗ متقیوں کیساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے **انا مع عبدی ما ذکرنی** (میں اپنے بندے کیساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ انکو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تا کہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (**اللھم ارزقنی منه شیئا**)

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کیساتھ تر و تازہ رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت' فضائل وفوائد

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کیساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کیساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالسِ میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالسِ جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کیواسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکرِ کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج' عمرہ' جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب ۳' فصل ۲ حدیث ۷ میں آ رہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج' عمرہ' جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے۔ اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سَہَل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دُور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کیوجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کیوجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو

دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کیوجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمرہ مولی غفرةؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملیگا تو بہت سے لوگ اسوقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفردؔ لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر انکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنیوالے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونیکا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذِکر میں اس لذّت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذّت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذّت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنیوالوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اُس دن

زمین اپنی خبریں بیان کریگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائیگی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اسلئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہونگے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی' لغویات' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلئے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اسکے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کیئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے' شیطان قریب بھی نہیں آتا۔ اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے' کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بحمد اللہ تم

سلسلہ درس حدیث - 7
جلد منظر عام پر

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل دُرود شریف

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240